ماہنامہ

خوفناک اور سنسنی خیز کہانیوں کا مجموعہ

خوفناک ڈائجسٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

مئی 2015

وادی مرگ نمبر

RS:70

خوفناک ڈائجسٹ

جلد نمبر 18۔ شمارہ نمبر 12

ماہ مئی 2015

قیمت۔ 70 روپے

وادی مرگ نمبر

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور

خوفناک ڈائجسٹ مئی 2015 کے شمارے وادی مرگ نمبر کی جھلکیاں

سرد عشق
ردا جمیل۔ ماموں کانجن
6

طلسمی پتلا
آصف علی بھٹی
14

بے قرار
خرم شہزاد آزاد کشمیر
6

جادوئی محل
محمد حامد سرور
42

پراسرار دھندلکا
امتیاز احمد کراچی
122

طلسمی جادوگر
از میر اعوان
70

کوئی چاند رکھ میری شام پہ
خولہ عاصمہ دوحہ
86

راز
اسد شہزاد
132

اسلامی صفحہ

بازی گر۔ قسط نمبر ا
آئندہ ماہ

وادی مرگ نمبر
مئی 2015

ڈر کے بعد جیت

آراے ریحان

160

خونی مکھیاں

جلد نمبر ۱۸

شمارہ نمبر ۱۲

جادوئی محل

آنند ماد

مجھے یہ شعر پسند ہے

تلاش عشق

ا نگے مادے

مئی 2015

آپ کے خطوط

قیمت 70 روپے

اسلامی صفحہ

حافظ قرآن کی عظمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن صاحب قرآن کو لایا جائے گا تو قرآن کہے گا اے رب اسے جوڑا پہنا چنانچہ اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا اے رب مزید پہنا پھر اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا پھر قرآن عرض کرے گا اے رب اس سے راضی ہو جا پس وہ اس سے راضی ہو گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور ترقی کی منازل طے کرتا جا ہر آیت کے بدلے اس کی نیکی بڑھائی جائے گی۔

پانی میں برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن نہ پایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وضو کے لئے پانی لایا گیا۔ آپ نے دست مبارک اس برتن میں رکھا اور لوگوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی کا فوارہ جاری تھا لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔

عثمان چوہدری اینڈ قادر یار۔ ڈڈیال

چھینک اور جماہی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں رب العالمین اور وہ اگر الحمد للہ رب العالمین کہے تو فرشتے کہتے ہیں یرحمک اللہ۔ (طبرانی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔ (شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چھینک مبارک آتی تو منہ کو ہاتھ سے یا کپڑے سے چھپاتے اور آواز کو پست کرتے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے اور جماہی ناپسند ہے جب کوئی شخص چھینکے اور الحمد اللہ کہے تو جو مسلمان شخص اس کو سنے اس پر حق ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور جماہی شیطان کی طرف سے ہے جب کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرے کیونکہ جماہی کے وقت شیطان ہنستا ہے کیونکہ یہ سستی کی دلیل ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لے تو اسے چاہئے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے کیونکہ کھلے منہ میں شیطان گھس جاتا ہے۔ (مسلم)

عثمان چوہدری اینڈ قادر یار۔ ڈڈیال

فضیلت اذان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کی جہاں تک آواز جاتی ہے اس کے لئے بخشش کردی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز جو اس کی اذان کی آواز سنتی ہے اس کی گواہی دے گی اور نماز کے لئے حاضر ہونے والوں کے لئے 25 گنا نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہوتے ہیں وہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت شیطان نماز کی اذان سنتا ہے تو دور بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ وادی روحا تک چلا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اذان کہتا ہے رب عزوجل اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھتا ہے اور یونہی رہتا ہے یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو اور اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ جہاں تک آواز پہنچے جب وہ فارغ ہو جاتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اور تو نے حق گواہی دی لہٰذا تجھے بشارت ہو۔ (بہار شریعت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بارہ سال تک اذان کہی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور ہر روز اس کی اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سات سال تک ثواب کیلئے اذان کہی اللہ تعالیٰ اس کے لئے نار سے برأت لکھ دے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی رہتی۔ (مسند امام احمد)

عثمان چوہدری اینڈ قادر یار۔ ڈڈیال

ساری حویلی روشن تھی برف نے ساری حویلی کو ڈھانپا ہوا تھا مگر روشنی کی وجہ سے برف پڑی ہوئی بہت دلکش لگ رہی تھی وہ لڑکی بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی کافی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ لڑکی اندر چلی گئی اور صائم بھی بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کے خوابوں میں کھو گیا۔ اس ایک پل کے لیے ابھی بیدارا کے بارے میں نہ سوچا اور نہ ہی اس کو دیا ہوا وعدہ جو اس نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بارے میں سوچا وہ لڑکی ایک چڑیل تھی جس کا نام شیتل تھا مگر صائم اس کے نام سے انجان تھا وہ سوچتا سوچتا سو گیا جب وہ صبح اٹھا تو سردی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا کیونکہ اس نے سردی میں شیتل چڑیل کو دیکھا تھا صبح صائم کی امی اس کے کمرے میں آئی دیکھا کہ صائم بیمار پڑا ہوا ہے فوراً ڈاکٹر کو بلایا اس نے چیک کیا اور میڈیسن دی صائم کھانا کھا کے میڈیسن لے کر سو گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ حسینہ سامنے سے آ کر کھڑی ہو گئی اور صائم کی جانب دیکھنے لگی اس لڑکی میں کوئی جادو تھا جو اس نے صائم پر چلایا کہ سب کچھ بھول گیا ہے بس اسے دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ صائم اسے ملنے کا اشارہ کیا پر اس نے منع کر دیا حتام بہت بے صبرا تھا اس سے ملنے کے لیے وہ سامنے بیٹھ کر اس کی آواز سننا چاہتا تھا کہ اس کی آواز کیسی ہے یہ اس لڑکی نے منع کر دیا اور وہ چلی گئی اگلی صبح پھر صائم کو بخار تھا صائم کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا زینب بڑی پریشان ہوئی کہ آخر یہاں آ کے صائم کو ہو کیا گیا ہے اس نے کہا چلو کسی بابا کے پاس چلتے ہیں دم کروانے اور تعویذ ڈال لو لیکن صائم نہ مانا اور پھر میڈیسن لے کر سو گیا آہستہ آہستہ رات ہونے لگی باہر بہت برف باری ہو رہی تھی ہوا بہت تیز تھی صائم اپنا کمرہ بند کر کے ہیٹر جلانے ہوئے سو گیا اس رات صائم کے ساتھ بہت برا ہونے والا تھا صائم سو گیا رات کا ایک بج رہا تھا صائم کی آنکھ کھلی اور فوراً اٹھ کر اس نے کھڑکی

کھولی حویلی میں شیتل صائم کا انتظار کر رہی تھی صائم اس کے پیار میں پاگل ہوا تھا اور دن بدن کمزور ہو رہا تھا صائم نے ضد کی کہ میں آ رہا ہوں تم سے ملنے اس حویلی کے بارے میں جو اسے علم تھا وہ سب بھول گیا تھا اور اپنا چھاتا لے کر باہر آیا آہستہ آہستہ سیڑیاں اترا اور باہر نکل کر حویلی کی جانب بڑھا اور حویلی کے اندر داخل ہو گیا حویلی بہت ہی پرانی تھی صائم اندر چلا گیا حویلی اندر سے بہت عجیب و غریب تھی اور اندر بہت سارے بھوت اور بھوتنیاں جو بہت بدصورت شکل کے تھے خون پی رہے تھے اور انسانوں کا گوشت کھا رہے تھے جیسے وہ انہوں نے صائم کو دیکھا صائم بہت گھبرایا ہوا تھا وہ سب کے سب اس کے ارد گرد دائرہ بنا کر اس کے پاس آنے لگے جیسے جیسے وہ اس کے پاس آ رہے تھے صائم کی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی وہ لوگ صائم کو پکڑنے ہی والے تھے کہ شیتل آ گئی اس نے سب کو منع کیا اور صائم کو لے کر دوسری منزل پر چلی گئی اس نے صائم کو پانی پلایا اور ہوش میں لا کر کھڑا کیا اس نے صائم سے نام پوچھا اور صائم نے بھی اس سے نام پوچھا اور ایک دوسرے سے گلے شکوے کرنے لگے صائم اور اس نے تھوڑی دیر باتیں کیں اور کہا۔

یہ کون لوگ ہیں۔

یہ میرے گھر والے ہیں۔

یہ سنتے ہی صائم ڈر سا گیا وہ فوراً اپنے گھر کی طرف چل دیا وہ شیتل کے جال میں پھنس چکا تھا صائم گھر آ کر سو گیا اور اگلی صبح اٹھا تو میرب صائم کے لیے ناشتہ لے کر آئی اور پوچھا کہ بھائی آپ جب سے آئے ہیں آپ نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی جب سے آئے ہیں بیمار ہی رہتے ہیں چلیں آج کہیں باہر چلیں باہر اب برف باری رکی ہوئی ہے اور ہم جیسے چھوٹے ہوتے ہوئے کھیلتے تھے ویسے ہی کھیلتے ہیں صائم کو بچپن کے دن یاد آتے ہیں ہاں وہ دن کتنے اچھے تھے

میرب ہاں میں ہاں ملاتی گئی۔ بھائی اب آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ گم سم سے ہی رہتے ہیں میرب کچھ نہیں چلو آج ہم چلتے ہیں دونوں بہن بھائی خوب باہر جا کر کھیلتے ہیں اور اپنی بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں لیکن جب وہ واپس آتے ہیں تو صائم دیکھتا ہے کہ وہ حویلی جو رات کو اتنی پر کشش نظر آتی ہے وہ اس وقت کتنی کھنڈر اور عجیب لگ رہی ہے خیر دونوں گھر آ کر کمرے میں ہیٹر آن کر کے کھانا کھاتے ہیں آج امی نے بریانی بنائی تھی خوب مزے لے کر بریانی کھائی شاید اس کا آخری کھانا تھا جو صائم نے کھایا۔ صائم اپنے کمرے آ کر ناول پڑھنے لگا کہ اس کے کمرے کی بتی بند ہو جاتی ہے۔ وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ لائٹ کیسے چلی گئی پہلے تو کبھی بھی نہیں گئی وہ بھاگ کر باہر آتا ہے تو باہر سب کچھ چل رہا ہوتا ہے وہ اپنی امی سے کہتا ہے۔

امی لائٹ گئی تھی کیا

نہیں بیٹا۔

ماں کی بات سن کر وہ پریشان ہو جاتا ہے اور پھر اپنے کمرے میں جاتا ہے تو اس کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہوتی ہے خیر وہ پڑھنے لگ جاتا ہے پھر وہ رات کو سو جاتا ہے کافی رات ہو جاتی ہے اسے کمرے سے کسی کی چلانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو کہ بہت عجیب ہوتی ہیں ہوں ہوں آں چاں ایسی عجیب آوازیں کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے بہت ڈرا ہوتا ہے اسے اتنا پسینہ آتا ہے کہ وہ سارا گیلا ہو جاتا ہے خیر وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے اور سو جاتا ہے جب صبح اٹھتا ہے تو ناشتے کے لیے جاتا ہے تو اس کا انڈا اور بریڈ دونوں پلیٹ میں سے اڑ رہے ہوتے ہیں وہ جب بھی چمچ سے کھانے لگتا تو تب ہی وہ اڑ جاتا ہے باقی سب آرام سے کھا رہے ہوتے ہیں صائم ناشتے کی ٹیبل سے اٹھ کر اندر چلا جاتا ہے اسے مسلسل چیزیں تنگ کر رہی تھیں جو کہ شیتل کے گھر والے تھے بھی اس

کے کھانے سے بدبو آنے لگتی تو وہ کھایا ہی نہیں جاتا تھا صائم اتنا بیمار ہو گیا کہ اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا پانچ دن گزر گئے تھے کہ نہ تو اس نے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی کچھ پیا تھا اس کے علاوہ نہ ہی اس نے شیتل کو دیکھا تھا صائم بڑا پریشان تھا اس میں اتنی طاقت بھی نہیں رہی تھی کہ وہ باہر والی کھڑکی تک ہی جا سکے پانچویں رات کو شیتل خود صائم کے کمرے میں آ گئی اور اس نے دیکھا کہ صائم بہت بیمار ہے وہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی صائم نے بتایا۔

میرا یہ حال تمہارے گھر والوں نے کیا ہے مجھے بچا لو شیتل ورنہ میں مر جاؤں گا

شیتل صائم کو پانی پلاتی ہے اور ان کی فریج میں جا کر فروٹ اور کچھ کھانے والی چیزیں لاتی ہے جو وہ خود صائم کو کھلاتی ہے اور صائم آگے سے بہتر ہو جاتا ہے خیر شیتل کہتی ہے۔

اب میں اپنے گھر والوں کو قتل کر دوں گی کیونکہ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہوں صائم آئی لو یو۔

اچھا بابا مجھے کچھ نہیں ہو گا اب جاؤ تم شیتل چلی جاتی ہے

پھر وہ کچھ دیر بعد میرب آتی ہے اور صائم کے پاس آ کر بیٹھ جاتی ہے اور صائم کہتا ہے۔

مجھے تم کو ایک بات بتانی ہے۔

میرب کہتی ہے کہ بھائی بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔

میرب۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔وہ رک جاتا ہے۔

کیا بھائی۔

دراصل جو ہمارے سامنے والی حویلی ہے نہ یہاں ایک لڑکی ہے۔ جس سے میں محبت کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے

یہ یہ کیا بھائی وہ چڑیل ہے۔

چڑیل اور میں اس کے چنگل میں بری طرح

پھنس چکا ہوں مجھے نہیں پتہ کہ میں اس سے کیسے بچوں گا۔تم کسی کو کچھ نہ بتانا ماما اور بابا کو کچھ بھی نہیں اوکے۔۔۔

پر بھائی۔وہ کچھ کہنے لگی کہ صائم بول پڑا۔

میں نے کہا نہ کسی کو بھی مت بتانا۔

اچھا بھائی۔پھر میرب اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے اور جا کر رونے لگ جاتی ہے ادھر شیتل بہت ہی جذباتی لڑکی ہے وہ صائم سے بہت محبت کرتی ہے اور اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہے وہ اپنے دوستوں کی طاقتوں کو بلاتی ہے اور اپنے باپ کو مار ڈالتی ہے اب اس کا مشن پورا ہو جاتا ہے وہ ان سب کو مار کر خود صائم کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کہ چلو اب میرے ساتھ وہ اسے لے کر حویلی جاتی ہے وہاں ان سب کی لاشیں پڑی ہوتی ہیں شیتل بتاتی ہے کہ تمہیں پتہ ہے کہ میری فیملی اتنی خاموش کیوں ہے۔

صائم نے پوچھا کیوں ہے۔تو شیتل بتاتی ہے

ایک دن ایسا آیا تھا جس دن یہ خوفناک واقعہ ہوا تھا آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ یہاں پر ایک کالج کا ٹرپ آیا تھا اس میں بہت سے خوبصورت لڑکے تھے میں اس وقت سات سال کی تھی اور میری بہن پندرہ سال کی تھی اس ٹرپ میں ایک لڑکا تھا جو کہ بہت ہی خوبصورت تھا اس کی گرین آنکھیں تھیں سفید رنگ اور پنک ہونٹ تھے اس نے پینٹ کوٹ پہنا ہوا تھا بڑا ہی ہینڈسم لگ رہا تھا اس کا نام شرجیل تھا منزہ نے ریڈ کلر کا فراک پہنا ہوا تھا اور ہم لوگ باہر کھیل رہے تھے کافی ٹھنڈا موسم تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی ریڈ کلر کے ہی منزہ کے شوز تھے سر پر ریڈ کلر کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور بلیک کلر کا کوٹ جس میں وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی وہ لڑکا شرجیل منزہ کی طرف دیکھ رہا تھا وہ منزہ کو پسند کرنے لگا تھا میں بہت ہی چھوٹی تھی وہ منزہ کے پاس بیٹھا رہتا تھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتا رہتا روز ایسا ہی ہوتا رہا تھا میں نے اور اس نے گھر میں کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا کہ آج دم میں کیا ہوا ایک رات منزہ نے مجھے جگایا اور کہنے لگی کہ چلو میرے ساتھ باہر میں اٹھ کے اس کے ساتھ باہر آ گئی باہر ان لڑکوں کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے اور آگ جل رہی تھی میں اور منزہ ان ٹینٹوں کے پاس گئے یہاں شرجیل منزہ کی طرف دیکھنے لگا اور منزہ کی تعریفیں کرنے لگا منزہ بھی اس سے پیار کرنے لگی تھی اس رات ان دونوں نے ڈانس کیا تھا اور ایک دوسرے سے اپنے اپنے پیار کا اظہار بھی کیا تھا اب ان کے جانے کا وقت آ گیا تھا پر شرجیل جانے کو تیار نہ تھا وہ تو منزہ کے عشق میں میں پاگل ہو گیا تھا سارا ٹرپ واپس اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے مگر شرجیل نہ گیا شرجیل نے حویلی کے باہر اپنا ٹینٹ لگایا اور انتظار کرنے لگا کہ اب منزہ باہر آئے گی شاید اس میں کوئی جادو تھا جو شرجیل کو اپنی جانب کھینچ رہی تھی اب جب سارے لڑکے اپنے گھروں کو چلے گئے تو شرجیل کے گھر والوں نے شرجیل کو نہ پایا تو پوچھا کہ یہ شرجیل کہاں ہے چند دنوں بعد شرجیل کی فیملی میں سے اس کے بھائی چند غنڈوں کو لے کر آئے وہ کافی جو شیلی فیملی تھی انہوں نے آتے ہی حویلی پر حملہ کر دیا اور اندر آ کر ایک ایک کو جان سے مار ڈالا چھری اور سوٹوں سے انہوں نے ایک ایک کو مار ڈالا پہلے میرے بابا کو جو ایک نہایت شریف انسان تھے ان کا ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا وہ بھی تھے وہ بھی ابو کے ساتھ کام کرواتے تھے میں اور منزہ گھر پر امی کے ساتھ رہتی تھی ہمارا گھر بہت ہی اچھا تھا پھر میرے بھائیوں کو مارا اس کے بعد منزہ کو بڑی بے دردی سے مارا اور میں چھوٹی تھی مجھے بھی مار ڈالا اور وہ لوگ شرجیل کو لے کر چلے گئے ہماری لاشیں پڑی ہوئی تھیں اس کے بعد جو بھی یہاں ٹرپ پر آتا ہم لوگ اسے مار ڈالتے اس کا خون پی کر اور گوشت کھا کر ہم گزارا کرتے تھے ہم

گندی بدروحیں بن گئی تھیں یہ زیادہ تر نفرت لوگوں
سے منزہ کرتی تھی خاص طور پر لڑکوں سے تمہیں بھی
منزہ نے ہی تنگ کیا تھا اب شیتل کی آنکھوں سے
آنسو جاری تھے اور صائم بھی رو رہا تھا مگر اب وقت
آ گیا تھا کہ شیتل صائم کو منائے کہ اب میرے ساتھ
چلو صائم پہلے تو سب لاشوں کو مٹی میں دفن کرتے ہے خو
ب اچھی طرح یہ کام صائم نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس
نے شیتل کا سہارا لیا اور اس کی فیملی کو دوبارہ مارا
اور دفن کیا تا کہ وہ لوگ بھی کسی کو تنگ نہ کر سکیں اب
شیتل صائم سے کہہ رہی تھی کہ میں نے تمہاری وجہ
سے اپنی فیملی کو مار ڈالا ہے اب تم میرے ساتھ چلو
صائم کو اس کے ساتھ جانا ہی پڑنا تھا اگر وہ نہ جاتا تو
شاید شیتل اس کی فیملی کو مار ڈالتی اس ڈر سے وہ شیتل
کے ساتھ اس کی دنیا میں جانے کو تیار ہو گیا صرف
میرب کو اس بارے میں معلوم تھا وہ بھی بہت پریشان
تھی لیکن ڈر کے مارے کسی کو بتا نہیں رہی تھی ماں
باپ دونوں رو رہے تھے کہ ہمارا بیٹا کہاں چلا گیا ہے پتہ
نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے ہمارے بچے کو ادھر شیتل
نے صائم سے کہا کہ وہ ایسی طرح یہاں حویلی میں
چھوڑ کر جائے اور روح میرے ساتھ جائے گی صائم
مان جاتا ہے وہ وہاں سے صائم کو لے کر اپنے پرستان
چلی جاتی ہے وہاں جا کر شیتل بہت خوش ہوتی ہے
لیکن صائم سہما رہتا تھا وہاں صائم کو بہت خوف
آتی ہے وہ شیتل سے کہتا ہے کہ مجھے بہت خوف آتی
ہے مجھے چھوڑ دے تو وہ وہاں اپنی نوکرانیوں سے
کہتی ہے کہ کھانا لایا جائے وہ جس جگہ پر آئے تھے وہ
دنیا سے بہت الگ تھی نہ کوئی رونق بس عورتیں اور مرد
تھیں جنہیں دیکھنے میں لگتے تھے صائم جس کمرے میں
بیٹھا ہوا تھا وہ بہت بڑا تھا اس میں گول بیڈ جس پر
گلاب کے سرخ اور سفید پھولوں سے سجایا ہوا تھا
شیتل خود بھی بڑی سجی سنوری ہوئی تھی اور کمرے میں
ایک خوبصورت ٹیبل بھی تھا جس میں گلاب کے
پھولوں کی پتیاں بھی موجود تھیں تھوڑی دیر بعد ٹرے میں
تیار کیا ہوا کھانا آیا جس کو دیکھ کر ہی الٹی آتی تھی اس
میں ایک پیالہ خون کا تھا اور ایک ہڈیوں اور گوشت
سے بھرا ہوا تھا مگر صائم نے ایسا کھانا کھانے سے انکار
کر دیا اور گم سم بیڈ پر لیٹ گیا شیتل بھی اس کے ساتھ
بیڈ پر بیٹھ گئی صائم کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ اٹھ
کر بیٹھ گیا اور شیتل پیار بھری نظروں سے صائم کی
طرف دیکھ رہی تھی لیکن صائم کا اس پر کوئی دھیان نہیں
تھا دوسری جانب میرب اور صائم کی ماں اور باپ
بہت پریشان تھے لیکن میرب نے گھر والوں کو کچھ نہیں
بتایا تھا اور بے جا روئے جا رہی تھی کہ اچانک باہر کی
بیل بجی عبدالقادر صاحب باہر گئے انہوں نے سمجھا کہ
شاید صائم کی کوئی خبر آئی ہے لیکن جب دروازہ کھولا تو
دیکھا کہ باہر ایک خوبصورت لڑکی خوبصورت لباس
میں ملبوس تھی اس نے پوچھا کہ یہ صائم کا گھر ہے
عبدالقادر نے کہا جی ہاں یہ صائم کا گھر ہے لیکن آپ
کون ہیں اس نے کہا میں صائم کے کالج کی دوست
بیدارا ہوں اور صائم سے ملنے آئی ہوں عبدالقادر نے
کہا اندر آ جاؤ بیدارا اندر آ گئی اور اندر آ کر سب کو سلام
کیا اور بیٹھ گئی میرب اور زینب کو روتے ہوئے دیکھ کر
پریشان ہو گئی اور پوچھا

آپ کیوں رو رہی ہیں اور صائم کہاں ہے

انہوں نے کہا صائم کا کچھ پتہ نہیں ہے پندرہ
دن ہو گئے ہیں لیکن صائم کا کچھ نہیں پتہ چلا ابھی تک
بیدارا بھی پریشان ہو گئی کہ آخر صائم گھر والوں کو بغیر
بتائے کہاں چلا گیا ہے

اسی دوران میرب زور زور سے رونے لگی
اور کہنے لگی اب بھائی کبھی بھی نہیں آئے گا

سب نے پوچھا کیوں تمہیں کیسے پتہ کیا تمہیں
پتہ معلوم ہے صائم کے بارے میں

میرب بولی ہاں بھائی کسی چڑیل کے چنگل میں
پھنس گیا تھا اور وہ بھائی کو زندہ نہیں چھوڑے گی بھائی

نے مجھے بتایا تھا کہ وہ سامنے والی حویلی میں رہتی ہے اور وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جانے گی اس کے پیچھے بھائی کے ساتھ کیا ہوا وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

بیدارا فوراً میرب سے کہتی ہے کہ مجھے اس حویلی میں لے چلو

لیکن میرب کے ابو اور امی منع کر دیتے ہیں کہ نہیں بیٹا میں تم لوگوں کو وہاں نہیں جانے دوں گی لیکن صائم کو ڈھونڈنے کے لیے ایسا ضروری تھا بیدارا نے کہا جس میرب بیدارا اور امی ابو سب مل کر اس حویلی میں جاتے ہیں وہ حویلی بہت اجڑی ہوئی تھی اور جالوں سے بھری ہوئی ہے سب لوگ مزید اندر جانے میں اور اندر وہ سارے کمروں میں گئے صائم کو ڈھونڈنے لیکن صائم کہیں نہیں ملتا اور وہ لوگ گھر آجاتے ہیں اسی دوران بیدارا کی ابو سے بات ہوتی ہے اور کہتی ہے۔

آنٹی انکل آپ کو کسی بابا کے بارے میں پتہ ہے تو بتائیں کیونکہ یہ کام ہم لوگ اکیلے نہیں کر سکتے ہیں کوئی بزرگ ہی کر سکتے ہیں۔

زینب نے کہا ہاں بیٹا ہمارے قریب ہی ایک بابا رہتے ہیں جو بہت پہنچے ہوئے ہیں اور جنوں چڑیلوں کا بھی علم رکھتے ہیں بس پھر ہم ان کے پاس چلتے ہیں

وہ لوگ جلدی اور شال وغیرہ اوڑھ کر چلے جاتے ہیں وہ لوگ دیکھتے ہیں وہاں پہنچ جاتے ہیں اور فقیر بابا کے گھر میں جہاں بابا اور اس کے کچھ مرید وغیرہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ چاروں بابا کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے مسئلہ سے اس بابا جی کو آگاہ کرتے ہیں وہ بابا صائم کا حساب لگاتا ہے اور دیکھتا ہے پھر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

آپ کا بیٹا بڑی مشکل میں ہے اس کی روح جنات کی دنیا میں ہے جبکہ اس کا جسم اس چڑیل کی پناہ گاہ میں ہے سب سے پہلے صائم کا جسم ڈھونڈو پھر میرے پاس آنا۔

بیدارا کہنے لگی۔ بابا جی آپ ہمارے ساتھ چلیں ہمیں آپ کی سخت ضرورت ہے آپ ہی صائم کو واپس لانے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں

بابا جی ان کی مشکل کو دیکھتے ہوئے مان جاتے ہیں وہ لوگ دوبارہ اپنے گھر کی جانب گاڑی موڑتے ہیں اور گھر پہنچ جاتے ہیں وہاں جا کر بابا جی اور باقی سب اس حویلی میں جاتے ہیں جہاں پر صائم کی باڈی ہوتی ہے وہ لوگ سارے گھر میں دوبارہ دیکھتے ہیں اسی دوران بیدارا نیچے والے تہہ خانے میں جاتی ہے جہاں پر صائم کی باڈی اور دوسرے کافی سارے ڈھانچے دیکھنے کو ملتے ہیں کمرہ جالوں سے بھرا ہوتا ہے باقی ساری طرف ڈھانچے کھڑے ہوتے ہیں بیدارا سب کو بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ صائم کو باڈی مل گئی ہے سب لوگ بھاگتے ہوئے اس جگہ آتے ہیں اور صائم کو اٹھا کر لے جاتے ہیں وہاں جا کر بابا جی ان لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں کہتے ہیں۔

ایک طریقہ ہے جس سے صائم دوبارہ واپس آ سکتا ہے

سب لوگ کہتے ہیں کہ بابا جی کیا طریقہ ہے

بابا بولے کسی کو وہاں پر جانا ہوگا اور صائم کی روح کو لانا ہوگا لیکن اس کے لیے کسی ایک کو یہ کام کرنا ہوگا۔

بیدارا فوراً سے بابا جی سے کہتی ہے کہ میں جاؤں گی عبدالقادر کہتا ہے کہ میں جاؤں گا اس کی ماں کہتی ہے کہ میں جاؤں گی۔

بابا جی کہتے ہیں کہ صائم کو بچانے کے لیے بیدارا جائے گی اس میں وہ کوشش کرے کہ یہ صائم کو واپس لے آئے گی

لیکن اس کے لیے کیا کرنا ہوگا بابا جی بیدارا یہ سوال کرتی ہے بابا جی کہتے ہیں۔

تمہیں اس روح کے ساتھ وہاں جانا ہوگا اور اپنی باڈی کو یہیں پر چھوڑنا ہوگا۔ اس کی حفاظت ہم لوگ کریں گے بس تمہیں وہ وہ کرنا ہے جو میں تمہیں کہوں گا تمہیں وہاں پر جا کر ایک گہرا اور گھنا درخت نظر آئے گا وہ تمہاری مدد کرے گا صائم تک پہنچانے کی اور تمہیں ایک بات بتاؤں کہ وہ لڑکی ایک بدروح ہے جسے تمہیں مارنا ہوگا اور اسے بھی ادھر لانا ہوگا یہ تمہارا مشن ہے اسے بہت سمجھداری سے نبھانا

اب وقت آیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیار کو واپس لانا تھا بابا جی نے کچھ پڑھنے کو بھی بتایا جو اسے پرستان میں جا کر پڑھنا تھا جس سے اس نے بدروح کو مارنا تھا اب بابا جی نے بیدارا کو لیٹا دیا اور عربی میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ بابا جی نے صائم کی باڈی اور بیدارا کی باڈی کو ایک ساتھ رکھ دیا اب بیدارا کی روح پرستان پہنچ چکی تھی ادھر سب لوگ بیدارا کی خیریت کی دعا مانگ رہے تھے بیدارا جیسے وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھنا درخت نظر آیا جو کہ بابا جی نے بتایا تھا یہ درخت صائم سے ملانے میں مدد کرے گا بیدارا اس درخت کی سمت میں چلتی گئی اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا

پھر ایک دم سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدارا نے اپنے قدم اس کمرے کی جانب بڑھانے آہستہ آہستہ بیدارا اس کمرے میں داخل ہوگئی وہ کمرہ بڑا اور خوبصورت تھا جہاں صائم بیٹھا ہوا تھا اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم نے اس جانب دیکھا تو وہ بھاگتا ہوا بیدارا کی طرف آیا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیدارا کی جانب بڑھی اور چیخی

صائم صرف میرا ہے اگر تم اپنی زندگی چاہتی ہو تو یہاں سے چلی جاؤ۔

لیکن بیدارا نے اسے کچھ نہ کہا اور صائم کی جانب بڑھی اسی وقت شیتل نے بیدارا کی گردن کو پکڑا بیدارا کی گردن کو بہت زور سے جھٹکا دیا اور اسی وقت ہی بیدارا نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدارا سے دور ہو گئے وہ کہہ رہی تھی۔

اسے پڑھنا بند کرو

لیکن بیدارا مسلسل پڑھ رہی تھی اسی وقت شیتل کی آواز بڑی ڈراؤنی تھی اس کا چہرہ بڑا ہی خوفناک ہو گیا تھا لمبے لمبے دانت اس کے گندے سے بال اس کے منہ پر آ گئے اور وہ چیختی ہوئی مر گئی اسی وقت صائم نے بیدارا کو گلے لگا لیا اور رونے لگا کہا۔

مجھے معاف کر دو پلیز مجھے معاف کر دو

بیدارا نے کہا۔ چھوڑو ان باتوں کو ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے ہمیں شیتل کو بھی یہاں سے لے جانا ہوگا۔

ٹھیک ہے صائم کہتا ہے۔

وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر جاتے ہیں اور اپنی اپنی باڈی میں داخل ہو جاتے ہیں شیتل بھی وہیں پڑی ہوتی ہے بابا جی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ بچے ٹھیک ٹھاک پہنچ گئے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدارا کو ہوش آتا ہے اور شیتل کو دفن دیا جاتا ہے بابا جی اپنے گھر واپس چلے جاتے ہیں دو ماہ بعد صائم اور بیدارا کی شادی ہو جاتی ہے صائم بیدارا سے وعدہ کرتا ہے کہ میں ہر دکھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور ان بری چیزوں سے دور رہوں گا [illegible] ختم شد

قارئین کرام مجھے امید ہے کہ آپ اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیں گے۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

اور کالج روانہ ہو گئے۔ رستے میں صبیحہ نے آصف سے کہا۔

بھیا کتنا مزہ آئے گا فنکشن ہے اگلے دن ہمارا ٹرپ ہے آصف نے کہا۔

ہاں آپی بہت ہی مزہ آئے گا ہم اپنے دوستوں کے ساتھ خوب انجوائے کریں گے دونوں بہن بھائی انہیں باتوں کے درمیان کالج پہنچ گئے تمام دوست کالج میں ان کا انتظار کر رہے تھے سب دوستوں نے اکٹھے ہو کر فنکشن کو خواب انجوائے کیا فنکشن کے اختتام پر کالج کے پرنسپل نے اعلان کیا۔

پرسوں سوموار کے روز ہمارا ٹرپ آزاد کشمیر جائے گا پرنسپل کا اعلان سن کر تمام طالب علموں نے نعرہ لگایا اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے آصف اور صبیحہ بھی گھر آ گئے اور ٹرپ پر جانے کی تیاری کرنے لگے شام تک ان کی تیاری مکمل ہو گئی صبیحہ نے کہا۔

ابو تو مجھے نہیں جانے دیں گے بھیا آپ چلے جائیں گے آصف نے کہا۔

تم تیاری رکھو ہم انشاء اللہ ضرور جائیں گے بھیا کیا مجھے اجازت مل جائے گی۔

ہاں شاید بڑوں کی سفارش پر

رات کو صبیحہ اپنے کمرے میں اپنے کمرے میں آ گئی اس نے بستر پر لیٹ کر اپنی دوست بشریٰ کو کال کی ہیلو بشریٰ کیسی ہو۔

میں ٹھیک ہوں بشریٰ نے کہا۔ تم کیسی ہو۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔

کیا تم ٹرپ پر جا رہی ہو۔

پتہ نہیں یار ابو مجھے ٹرپ پر جانے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں آصف بھیا ہی شاید جائیں۔

بشریٰ بولی۔ اگر تم نہ گئی تو مزہ نہیں آئے گا تم اپنی تیاری رکھو میں صبح تمہارے گھر آؤں گی انکل سے تمہاری اجازت لینے کی بات کروں گی مجھے یقین ہے

کہ وہ مان جائیں گے۔

او کے ٹھیک ہے صبیحہ نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ صبیحہ نے موبائل ایک طرف رکھا اور سو گئی تھی اس کی آنکھ دیر سے کھلی آج سنڈے تھا صبح جب صبیحہ کی آنکھ کھلی تو اس کے کمرے پر دستک ہو رہی تھی اس نے جلدی سے دروازہ کھولا سامنے بشریٰ کھڑی تھی۔

ہائے یار تم۔

ہاں میں تم ابھی تک سوئی پڑی ہو

ہاں یار آج سنڈے ہے میں نے سوچا کہ آج لمبی تان کر سو جاؤں بڑی آپی خود ہی سارے کام کر لیں گی۔ صبیحہ نے تفصیل سے بتایا۔

اچھا تم لمبی تان کر سونے کو گولی مارو اور بتاؤ کہ انکل کہاں ہیں۔

ابو جی اپنے کمرے میں ہوں گے صبیحہ نے کہا ٹھیک ہے صبیحہ تم بھی چلو انکل کے کمرے میں۔

نہیں نہیں میں نہیں جاؤں گی میری تو جان ہی نکل جائے گی ابو کے کمرے میں جاتے ہوئے ابو مجھے اجازت نہیں دیں گے وہ کہیں گے کہ تم اپنی سفارش لے کر آئی ہو تم اکیلی جا کر میری اجازت لو تب میں جاؤں گی ٹرپ کے ساتھ ورنہ نہیں جاؤں گی۔ اس کی بات سن کر بشریٰ بولی۔

یار صبیحہ میں اکیلی انکل کے پاس کیسے جاؤں گی مجھے ان کے غصہ سے بہت ڈر لگتا ہے تم ساتھ ہوں تو حوصلہ ہوتا

صبیحہ نے کہا نہ بابا نہ میں نہیں جاؤں گی مجھے ابو جی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ تب دروازہ کھٹکا اور آصف بھائی اندر آئے بشریٰ نے جلدی سے اٹھ کر سلام کیا اور اس سے کہا۔

بھیا تم میرے ساتھ چلو انکل کے کمرے میں یہ صبیحہ تو میرے ساتھ نہیں جا رہی ہے۔

آصف بولا چلو صبیحہ تینوں چلتے ہیں۔

صبیحہ بولی۔ ٹھیک ہے تین بڑی آپی کو بھی ساتھ

لے چلتے ہیں

ٹھیک ہے بشریٰ نے کہا اور سب اس کی طرف چل دیئے۔ اور جا کر اس کو سلام کیا اور صبیحہ نے کہا۔ آپی پلیز آپ ہمارے ساتھ چلیں ابو جی کے کمرے میں میری سفارش کروانے۔

او کے۔ چلو

ٹھہرو آپی میں بھی ان کے ساتھ ٹریپ پر جانا چاہتا ہوں لالے نے کہا۔ اس کی بات سن کر سب ہنسنے لگے صبیحہ نے کہا۔

چھوٹے بھیا جی ٹریپ پر نہیں جایا جاتا بلکہ ٹرپ کے ساتھ جایا جاتا ہے اپنی اردو ٹھیک کرو۔

اوں ہوں آپی صبیحہ اردو تو ٹھیک ہو جائے گی بس آپ لوگ اپنے ساتھ ساتھ میری سفارش بھی کرائیں چھوٹے نے کہا۔

او کے چلو تم بھی۔

ہم پانچوں ابو جی کے کمرے میں گئے ابو جی قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے ہم سب ایک جگہ پر بیٹھ گئے ابو جی نے دیکھا کہ بچے اکٹھے ہو کر میرے کمرے میں آئے ہیں تو ضرور کوئی بات ہے انہوں نے جلدی سے تلاوت مکمل کی اور بولے۔

جی بیٹا جی کیا بات ہے تم سب مل کر خیر سے میرے کمرے میں آئے ہو۔

آصف نے کہا۔ جی ابو جی سب خیریت ہے بس ایک بات آپ سے کہنی تھی۔

ہاں ہاں بولو بیٹا کیا بات ہے۔

ابو جی جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کل ہمارا ٹرپ آزاد کشمیر جا رہا ہے اور آپ نے کہا تھا کہ ٹرپ کے ساتھ صرف میں جاؤں گا لیکن ابو جی ہم چاہتے ہیں کہ آپ صبیحہ اور لالے کو بھی ساتھ بھیج دیں۔

آصف بیٹا تم لالے کو تو لے جاؤ لیکن بیٹیوں کو دور بھیجنے کا ہمارا رواج نہیں ہے۔

پلیز ابو جی آپ صبیحہ آپی کو بھی جانے دیں میں بھی ساتھ ہوں اور لالہ بھی جا رہا ہے۔

نہیں صرف تم دونوں بھائی ہی جاؤ گے۔

صبیحہ نے بشریٰ کو کہنی ماری تب اس نے بھی زبان کھولی۔ اور کہا۔ انکل صبیحہ کے بغیر ہم کو مزہ نہیں آئے گا پلیز آپ اس کو بھیج دیں۔

بیٹا میں تو کہتا ہوں کہ تم بھی نہ جاؤ ویسے بھی بیٹیوں کو دور جانا بھی نہیں چاہیے ان چاروں نے سر جھکا لیا اور پھر اچانک بڑی آپی کی طرف دیکھا جو ابو جی کی طرف دیکھ رہی تھیں اور پھر بولیں

ابو جی آپ بچوں کے ساتھ صبیحہ کو بھی جانے دیں اور پھر یہ اکیلے تو نہیں جا رہے ہیں ساتھ کلاس فیلوز اور اساتذہ بھی ہیں جو اپنی نگرانی میں بچوں کو لے کر جائیں گے۔

یہ بات سن کر ابو جی سوچ میں پڑ گئے اور پھر بولے ٹھیک ہے بیٹی اگر تم کہتی ہو تو صبیحہ کو بھی ساتھ بھیجنے کو تیار ہوں لیکن تم لوگوں کو اپنا سفر احتیاط سے کرنا ہوگا۔

ٹھیک ہے ابو جی سب نے یک زبان ہو کر کہا اور اب [illegible] کمرے سے باہر نکل آئے باہر آتے ہی آصف اور لالہ نے نعرے لگانا شروع کر دیئے اور اکٹھے ہی چپ کر گئے اور ایک دوسرے کو گلے ملنے لگے اور ادھر صبیحہ اور بشریٰ بھی بہت ہی خوش تھیں بھی وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ ان کو ابو جی کی آواز سنائی دی

یہ تم لوگوں نے میرے دروازے کے آگے کیا شور مچا رکھا ہے چلو جاؤ اپنے کمرے میں سب بچے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے

بشریٰ نے صبیحہ سے کہا اچھا صبیحہ تم کل جلدی بھائیوں کے ساتھ کالج آ جانا

او کے صبیحہ نے کہا۔

آصف صبیحہ اور لالہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے اس وقت میں ان تینوں کو نیند نہیں آ رہی تھی اور پھر

رات کے کسی پہر اس کی آنکھ لگ گئی صبح کو صبیحہ کی آنکھ سب سے پہلے کھلی اس نے آصف اور لالے کو جگایا اور خود وضو کرکے نماز پڑھنے چلی گئی نماز سے فارغ ہو کر آئی تو ابھی تک وہ دونوں بھائی بستر پر سوئے پڑے تھے صبیحہ کو بڑا غصہ آیا اس نے غصہ میں فریج سے پانی نکال کر ان کے اوپر چھینٹے ہی والی تھی کہ لالے کی آنکھ کھل گئی صبیحہ نے کہا تم تو بچ گئے ہو اور پھر ان دونوں نے مل کر پانی کی بوتل آصف پر انڈیل دی آصف چیختا ہوا اٹھا اور ان دونوں کی طرف مارنے کو لپکا ہی تھا کہ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا ٹرپ کے ساتھ نہیں جانا کیا۔ آصف یہ سن کر لڑائی جھگڑا کو بھول کر واش روم میں چلا گیا تینوں بہن بھائیوں نے جلدی سے تیاری کی ناشتہ سے فارغ ہو کر اور بھرپور تیاری کے ساتھ کالج روانہ ہو گئے کالج میں پہنچے تو دیکھا کہ تمام سٹوڈنٹ اساتذہ کے ارد گرد جمع تھے اور سر ہاشمی صاحب ان کو کوئی نصیحت کر رہے تھے یہ تینوں بہن بھائی بھی اس بھیڑ میں شامل ہو گئے بشریٰ صبیحہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی آصف نے سر ہاشمی سے کہا

سر ہمارا ٹرپ کب روانہ ہوگا

سر نے کہا بیٹا پورے آٹھ بجے ہمارا ٹرپ روانہ ہو جائے گا

سب بچوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور پھر آپس میں باتیں کرنے لگے پورے آٹھ بجے وہ بس میں سوار ہو کر آزاد کشمیر کی طرف روانہ ہو گئے آصف کے دوستوں میں آصف مزمل شہباز راجو اور بھائی لالہ تھا جبکہ صبیحہ کی دوستوں میں بشریٰ اقصیٰ فاطمہ صائمہ اور نور تھیں ان سب نے گاڑی میں مل کر ہلا گلا مچایا ہوا تھا اچانک صبیحہ کو کچھ یاد آنے پر اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے اللہ پاک کے نام کے تین لاکٹ نکالے اور آصف اور لالہ کو بلا کر کہا

یہ لاکٹ تم اپنے گلوں میں ڈالو یہ آتے ہوئے آپی نے دیئے تھے کہ ایک ایک تم تینوں اپنے گلے میں ڈال لینا یہ لاکٹ تم دونوں کو دینا یاد نہیں رہا آصف اور لالہ نے لاکٹ لیے اور اپنے اپنے گلے میں ڈال لیے صبیحہ نے بھی اپنے گلے میں لاکٹ ڈال لیا اور دونوں بھائیوں سے کہا کہ ان کی حفاظت کرنا وہ اپنے دوستوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے بس کا سفر جاری تھا وہ سب انجوائے کرتے رہے آخر کار شام کے وقت ایک جنگل کے سامنے بس ایک جھٹکے سے رک گئی سب طالب علم جو کہ خوش گپیوں میں مصروف تھے سب خاموش ہو گئے ہر طرف اندھیرا چھا گیا لڑکیاں ڈر گئیں جبکہ لڑکے رات کے اس اندھیرے کو انجوائے کرنے لگے بس ڈرائیور بس کو چیک کرنے کے بعد کہنے لگا سر ہاشمی صاحب گاڑی کو ٹھیک ہونے میں کافی وقت لگ جائے گا آصف نے بس ڈرائیور سے کہا انکل گاڑی ٹھیک ہونے میں تقریباً کتنا وقت لگے گا ڈرائیور نے کہا بیٹا کل سات گھنٹے تو لگ جائیں گے آصف بڑا بہادر لڑکا تھا اس نے سوچا کیوں نہ بس ٹھیک ہونے میں سات گھنٹے لگ جائیں گے سر سے کہوں کہ ہم جنگل میں اپنا پڑاؤ ڈال لیتے ہیں اور صبح تین بجے اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں گے سر نے سنا تو کہا یہ جنگل بہت ہی خطرناک ہے ہم ادھر جنگل کے کنارے میں ہی اپنا پڑاؤ ڈال لیتے ہیں لیکن کالج کے تمام طالب علم کہنے لگے تو سر ہم جنگل میں پڑاؤ ڈال لیتے ہیں لیکن سر پھر بھی نہ مانے اور انہوں نے کچھ طالب علموں سے جنگل کے کنارے ہی خیمے لگانے کو کہا تمام طالب علم خاموشی سے خیمے لگانے لگے جبکہ لڑکیاں سامان کے پاس کھڑی ہو کر خوفزدہ نظروں سے جنگل کو گھور رہی تھیں بشریٰ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ کیا یہ جنگل واقعی خوفناک ہے یا صرف باتیں ہیں اچانک صبیحہ نے اپنے پرس سے جعلی چھپکلی نکالی اور بشریٰ کے اوپر پھینک دی بشریٰ کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں وہ زور زور سے چلانے لگی سب ہی لڑکے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے ان میں سر ہاشمی بھی

تھے وہ پوچھنے لگے۔

اسے کیا ہوا ہے

اتنی دیر میں بشریٰ خاموش ہو چکی تھی پھر اس نے کہا۔ سر شاید کوئی چیز میرے اوپر گری تھی اور میں ڈر گئی تھی سر نے کہا

بیٹا تم کو ہمارے ہوتے ہوئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے

بشریٰ نے کہا اوکے سر۔

سر ہاشمی صاحب دوبارہ لڑکوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تمام طالب علموں نے پھر تیز تیز ہاتھ پاؤں چلانے شروع کر دیئے آصف نے سر سے کہا۔

سر ہم کھانا لگا چکے ہیں۔

ویری گڈ سر۔ سر ہاشمی نے کہا

سب طالب علم اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے کھانا انہوں نے راستے میں ہی کھا لیا تھا صبیحہ بشریٰ فاطمہ اقصیٰ صائمہ اور نور ایک ہی خیمہ میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں باقی لڑکیاں دوسرے خیمہ میں تھیں صبیحہ نے فاطمہ سے کہا

ہم لوگ یہاں دریاں بچھا لیتے ہیں انہوں نے دریاں بچھا کر لیٹنے کا ارادہ کر لیا کہ آصف ان کے خیمہ میں داخل ہوا اس نے آہستہ آواز میں کہا۔

ہم لوگ سوئیں گے نہیں بلکہ جب سر اور دوسرے طالب علم سو جائیں گے تب ہم سب جنگل میں چلیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا یہ جنگل واقعی خوفناک ہے یا نہیں۔ یا ایسے ہی اس کے بارے میں باتیں مشہور کی گئیں ہیں کہ یہ بہت خوفناک ہے۔

لڑکیوں نے کہا نہیں بھائی ہم نہیں جائیں گی۔

آصف نے کہا آپی صبیحہ تم کیا کہتی ہو۔

صبیحہ نے کہا ہم کیسے لوگ جنگل میں جا سکتے۔

آصف بولا۔ میرے سارے دوست ہی جنگل میں جائیں گے ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ جونہی سب سو جائیں گے تب ہم جنگل میں گھومنے جائیں گے اور صبح ہوتے ہی واپس آ جائیں گے۔

نور نے کہا۔ بھیا اگر وہاں کوئی چور ڈاکو آ گیا تو

آصف نے کہا۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس پسٹل ہے اور میرے دوست بھی خالی ہاتھ نہیں ہیں۔

سب لڑکیوں نے ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی تب آصف بولا۔ ہم لوگ تم لوگوں کو رات گیارہ بجے لینے آ جائیں گے۔

ٹھیک ہے ہم تیار ہوں گی۔ سب لڑکیوں نے کہا اور پھر آصف کے جانے کے بعد بشریٰ نے کہا

مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔

ڈرنے کی کیا ضرورت ہے ہم سب مل کر انجوائے کریں گے۔ صبیحہ نے کہا تو وہ بولی۔

انجوائے کی بچی اگر کوئی بھوت نکل آیا تو کیا ہوگا

کچھ نہیں ہوگا یار ہم لوگ بھاگ جائیں گے۔ یا پھر ان بھوتوں کا مقابلہ کریں گے۔ وہ چپ ہوئی لیکن وہ ڈر رہی تھی کہ نجانے کیا ہو جائے گا جبکہ صبیحہ اس کو تسلیاں دے رہی تھی اور ساتھ ساتھ گھڑی پر بھی نظر ڈال رہی تھی اس وقت دس بج رہے تھے لو بھئی دس بج گئے ہیں ایک گھنٹہ رہ گیا ہے ہمارے جنگل میں جانے کا بشریٰ اس کی بات سن کر ڈر گئی وہ اس نے کہا۔

صبیحہ تم لوگ چلے جانا میں نہیں جاؤں گی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

ٹھیک ہے تم نہ جانا [illegible] ہی خیمہ میں چھپی بیٹھی رہنا۔ جن تمہیں یہاں بھی [illegible] جائیں گے

جن مجھے نہیں تمہیں کھا جائیں گے یونہی جنگل میں تم جا رہی ہو میں نہیں۔

مجھے بھلا کیوں کھائیں گے میں اکیلی تو نہیں ہوں گی میرے ساتھ میرے بھائی ہوں گے۔ وہ بھلا جنوں کو میرے پاس کیسے پہنچنے دیں گے۔ اس کی باتیں سن کر بشریٰ بولی۔

ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گی

یہ ہوئی نہ بہادروں والی بات۔ تم تو ایسے ہی ڈر رہی تھی جبکہ ڈرنے والی کوئی بھی بات نہیں ہے۔ ان کی باتوں سے دوسری لڑکیاں بھی جو سوگئی تھیں وہ بھی جاگ گئیں۔ انہوں نے بشریٰ سے ٹائم پوچھا تو اس نے جل کر کہا مجھے نہیں پتہ صبیحہ اس کی بات سن کر ہنس دی اور کہا صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں ہمارے جانے میں۔ اور پھر اس نے اپنے پرس سے وہی چھپکلی نکالی اور بشریٰ کے آگے رکھ دی آہ بشریٰ چلائی تو صبیحہ نے کہا تم کو یاد ہے جب لڑکے خیمہ لگا رہے تھے تب تمہارے اوپر شاید کوئی چیز گری تھی جانتی ہو وہ کیا تھی کیا تھی۔ بشریٰ جلدی سے بولی۔

چھپکلی تھی

یہ چھپکلی تھی جو میں نے تم پر پھینکی تھی۔

صبیحہ چڑیل تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی میں تم کو بھی بتاتی ہوں یہ کہہ کر ابھی بشریٰ اٹھی ہی تھی کہ آصف اندر داخل ہوا اور کہا۔

کیا تم لوگ تیار ہو

صبیحہ نے کہا ہاں ہم لوگ تیار ہیں بھیا

پھر پانچ لڑکوں اور چھ لڑکیوں کا یہ گروپ جنگل کی طرف چل پڑا جنگل میں قدم رکھتے ہی ان لوگوں کو خوف نے آن گھیرا ہر طرف گھپ اندھیرا تھا اور تیز ہوا چل رہی تھی

بشریٰ نے آصف سے کہا بھیا میں نے تو پہلے بھی کہا تھا کہ ہمیں یوں جنگل میں نہیں جانا چاہیے اب دیکھ لو سب ہی ڈر رہے ہیں۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے آپ لوگ ہم سے آگے چلتے جائیں ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ سب لڑکیاں خوف زدہ تھیں لیکن صبیحہ کو ابھی بھی شرارت سوجھ رہی تھی اس نے ایک درخت سے ٹیک لگا کر اپنے پرس میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اوپر سے ایک بہت بڑا اژدھا صبیحہ کے اوپر آن گرا صبیحہ نے ایک زور سے چیخ ماری اور بولی بھیا بھیا مجھے بچاؤ بچاؤ آصف اور دوسرے دوست بھاگتے ہوئے ادھر آئے اپنی ٹارچ اس پر ڈالی تو اگلا منظر دیکھ کر سب کو سانپ سونگھ گیا کیونکہ ایک بہت بڑا اژدھا صبیحہ کے قریب ہی رینگ رہا تھا آصف نے اس کو گولی مارنی چاہی تو اس کے دوستوں نے اس کو روک دیا کہ کہیں گولی صبیحہ کو نہ لگ جائے تب اس نے بھاگ کر ایک موٹا لکڑی کا ڈنڈا لیا اور اژدھے کے سر پر دے مارا اس کا سر زخمی ہوگیا لیکن اب وہ مزید خطرناک بن گیا تھا اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی آگ زمین کے جس حصہ پر پڑتی تھی زمین کا وہ حصہ سیاہ ہوجاتا تھا لیکن آصف نے ہمت نہ ہاری اس نے اژدھے کے منہ سے صبیحہ کو بچالیا وہ بھاگتی ہوئی اپنے بھائی کے پاس آئی وہ بری طرح ڈری ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ اژدھا آصف پر آگ پھینک رہا تھا اور آصف ادھر ادھر ہو کر اپنی جان بچا رہا تھا راجہ نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اژدھے کے سر پر دے مارا اب اژدھا مزید زخمی ہوگیا جس سے اس کی طاقت بھی کم ہوگئی تھی آصف نے اژدھے کو گردن سے پکڑ کر اپنے سے اونچا اٹھایا اور دور درختوں میں پھینک دیا۔ مزمل نے گولی اژدھے کے سر پر دے ماری اب اژدھا زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا اور پھر تڑپ تڑپ کر وہ ٹھنڈا ہوگیا۔ انلوگوں نے سکھ کا سانس لیا اب لڑکیاں مزید خوفزدہ ہوگئی تھیں سب لڑکوں نے ان کو حوصلہ دیا پھر وہ لوگ آگے جانے لگے ابھی ایک مصیبت سے ان کی جان چھوٹی ہی تھی کہ دوسری مصیبت شروع ہوگئی جنگل میں تیز ہوا چلنے لگی بادل گرجنے لگے بجلی چمکنے لگی تو رہ نے کہا۔

بھیا بارش ہونے والی ہے واپس چلنا چاہیے۔

تم گھبرا کیوں رہی ہو ہم کسی محفوظ ٹھکانے پر پہنچ ہی جائیں گے

صبیحہ نے غصہ سے کہا خاک پہنچ جائیں گے جنگل میں کون سا ٹھکانہ ہے ابھی وہ باتیں کر رہی تھی کہ بارش ہونے لگی اب سب نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا بھاگتے بھاگتے

بجلی کی روشنی میں ان کو ایک غار نظر آیا وہ اس غار میں داخل ہو گئے غار میں داخل ہوتے ہی ایک خوفناک آواز بلند ہوئی اور خاموشی طاری ہو گئی ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ انہوں نے غار سے باہر گردن نکال کر دیکھا تو حیران رہ گئے کیونکہ نہ بارش تھی نہ ہوا چل رہی تھی اور نہ ہی بادل گرج رہے تھے بس ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا وہ سب خوفزدہ ہو گئے شہباز نے لائٹ نکالی اور لائٹ لگا کر سب کو دیکھا کہ سب موجود تو ہیں لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سب کے کپڑے خشک تھے حالانکہ تھوڑی دیر پہلے جب وہ بارش میں بھاگ کر غار کی طرف آ رہے تھے تو مکمل طور پر بھیگ چکے تھے سارے دوست خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ یہ سب کیا چکر ہے کہ اچانک ایک خوفناک پرندہ اڑتا ہوا غار سے باہر نکل گیا اگر وہ جلدی سے نیچے نہ بیٹھ جاتے تو ان میں سے یقیناً کسی ایک کو اپنے پنجوں میں دبا کر لے جاتا اب تو وہ سارے لمبے لمبے سانس لینے لگے لیکن ان کے دل کی وحشت تھی کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی بے قراری اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اچانک صبیحہ بولی۔

لگتا ہے کچھ ہونے والا ہے۔

ہاں ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔ تم سب لوگ ہوشیاری سے رہو سب لوگ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ یہ غار کون سی ہے اور یہ پرندہ کون سا تھا جو اتنا بڑا تھا سب ہی حیرت کا نمونہ بنے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اچانک کسی لڑکی کی آواز آئی۔

آؤ میرے پاس۔

آواز سنتے ہی خوف کے مارے اس کے دل اچھل کر حلق میں آ گئے بدن ایسے کانپنے لگے جیسے شدید بخار میں مبتلا ہوں آصف نے کہا ہو سکتا ہے یہ ہمارا وہم ہو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر اچانک اسی لڑکی کی آواز سنائی دی۔

آؤ میرے پاس مزمل ادھر آؤ۔

مزمل اپنا نام سنتے ہی کانپ کر رہ گیا۔ اس کا رنگ زرد پیلا پڑ گیا وہ کانپتے ہوئے بولا۔ آصف بھاگو یہاں سے۔

ہاں بھاگنا ہی چاہیے۔

آصف نے بھی کہا اور پھر سب ہی بھاگنے لگے کہ ان کے قدم زمین پر جیسے چپک گئے انہوں نے بہت کوشش کی باہر نکلنے کی لیکن ایسا نہ کر سکے وہ سب ہی چیخنے لگے لیکن ان کی آواز حلق سے باہر نہ نکل پا رہی تھی اس لڑکی کی آواز ایک بار پھر آئی

مزمل تم میری آواز نہیں سن رہے ہو میں تم سے کہہ رہی ہوں ادھر آؤ ہم مل کر پیار بھری باتیں کرتے ہیں اب تو مزمل کا رنگ اڑ گیا تھا راجو کا تو برا حال ہو گیا تھا خوف سے چکر آیا اور فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا آصف اور مزمل اسے سنبھالنے لگے انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے قدم غار سے باہر نہیں اٹھ سکتے صرف غار کے اندر ہی چل سکتے ہیں انہوں نے پھر یہ محسوس کیا کہ غار کے اندر ایک کوٹھڑی نما کمرے میں سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی ایک بار پھر اسی لڑکی کی آواز سنائی دی۔

مزمل ادھر آؤ بھی ہم دونوں مل کر پیار بھری باتیں کرتے ہیں۔

مزمل کے خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سردلہر دوڑ گئی آصف نے مزمل کو حوصلہ دیا اور کہا

چلو یار آؤ دیکھتے ہیں اس کوٹھڑی میں کیا ہے۔

مزمل اور تمام دوستوں نے کہا۔

ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہیں ہم کسی مصیبت میں پھنس نہ جائیں

آصف نے کہا جو ہو گا دیکھا جائے گا ایسے بھی تو ہم اس کے قابو میں ہیں اگر ہم مزید ڈر گئے تو وہ کچھ بھی کر سکتی ہے اس لیے ہمیں ہمت سے کام لینا

چاہیے اور ہر وہ قدم ہوش اور سمجھ سے اٹھانا چاہیے کہ ہم میں سے کسی کو بھی کوئی بھی نقصان نہ پہنچے لیکن کہتے ہیں نہ کہ جلد بازی میں اور بغیر سوچے سمجھے بغیر کیئے گئے کام اکثر انسان کے لیے مصیبت کا باعث بنتے ہیں تقدیر شاید ان سے بھی امتحان لینا چاہتی تھی اس لیے ان کو ان کی سوچیں اگو جنگل میں لے آئی تھیں آصف نے لڑکی کو آواز دی اور کہا۔

اے لڑکی تو کون ہے اور کہاں ہے۔ لیکن آصف کو کوئی جواب نہ ملا خاموشی کا راج ہر طرف انگڑائیاں لے رہا تھا آصف سمجھ گیا کہ وہ اس کی آواز کا جواب نہیں دے۔ تب اس نے مزمل سے کہا مزمل تم اس لڑکی سے پوچھو کہ وہ کون ہے۔

مزمل ڈرے ہوئے لہجے میں بولا کک کون ہو تم میں اس کمرے میں بند ہوں مجھے اس کمرے سے نکالو اس لڑکی کی آواز سنائی دی۔ اتنی دیر میں راجو کو بھی ہوش آ گیا تھا شہباز نے کہا۔

مجھے تو یہ لڑکی کوئی چڑیل لگتی ہے۔

اس کی بات سن کر مزمل مزید ڈر گیا اور بولا نہیں نہیں میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔

یار ہم لوگ ایسے ہی ڈر رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ چڑیل نہ ہو کوئی لڑکی ہو جو اس کمرے میں قید ہو راجو نے کہا تو صبیحہ بولی۔

ہاں بھیا مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ کوئی بدروح نہ ہو بلکہ کوئی مظلوم لڑکی ہو اور ہمیں پکار رہی ہو ہمیں اس کے پاس جانا چاہیے۔

نہیں نہیں میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔ مزمل نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔ اگر یہ لڑکی انسانی ہوتی تو اس کو میرے نام کا کیسے پتہ ہوتا یہ لڑکی نہیں ہے بلکہ کوئی چڑیل ہے۔

اس کی بات سن کر آصف بولا۔ یار ہمیں صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے ایسی چیزوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ تم لوگ آگے بڑھو ہو سکتا ہے واقعی وہ کسی مصیبت میں ہو۔

ٹھیک ہے اگر تم لوگ میرے ساتھ چلو گے تو تب میں چلوں گا مزمل نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا اس کی بات سن کر سب نے انکار کر دیا اور کہا نہیں کسی مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتے ہیں۔ ان سب کی باتیں سن کر آصف بولا۔

ٹھیک ہے تم سب لوگ یہاں ہی رہو میں اور مزمل ہی چلتے ہیں آؤ مزمل میرے ساتھ چلو اتنا کہہ کر اس نے مزمل کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی طرف چل دیئے۔ چلتے چلتے وہ دونوں اس بوسیدہ نما دروازے کے پاس پہنچ گئے جس کو ایک قدیم زمانے کا ایک زنگ آلود تالا لگا ہوا تھا آصف نے اس تالے کو چھوا جس پر جالے لگے ہوئے تھے پھر مزمل کو نجانے کیا ہوا کہ اس نے تالے کو چھوا تالے میں سے ایک ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز سنائی دی اور یہ آواز مزمل کے ناک میں گھس گئی مزمل کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کا تو جیسے ڈر و خوف یکدم دور ہو گیا اس نے خود ہی لڑکی کو آواز دی اور کہا۔

اس دروازے پر تالا لگا ہوا ہے میں اس کو کیسے کھولوں۔۔ لڑکی کی آواز آئی۔

دروازے کے ساتھ ایک بڑا پتھر پڑا ہوا ہے اس کے ساتھ اس تالے کو توڑ دو تمہارے ساتھ جو لڑکا ہے اس کو اپنے ساتھ مت لانا تم اکیلے ہی اندر آنا میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں

اب تو مزمل کو بڑی بے چینی ہونے لگی وہ جلد از جلد اس لڑکی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ لڑکی کی بات سن کر آصف نے کہا۔

ٹھیک ہے یار تم اکیلے ہی اندر چلے جاؤ میں ادھر ہی باہر کھڑا ہو جاتا ہوں۔

پھر مزمل نے وہی پتھر اٹھایا اور تالے پر ایک ضرب لگائی جونہی ضرب لگی ایک انسانی چیخ بلند ہوئی آصف اور مزمل کو ایک خوف کا جھٹکا لگا لڑکی نے کہا

۔مزمل تالا کھولو میں ہوں ناں تم کو کچھ نہیں ہوگا مزمل کو کچھ حوصلہ ہوا اس نے ضربیں لگا لگا کر تالے کو کمزور کر دیا لیکن تالا نہ ٹوٹا تھکن کے مارے مزمل کا برا حال تھا مزمل نے آصف سے کہا یہ لو آصف اب تم تالا توڑ دو لڑکی کی آواز سنائی دی۔

نہیں مزمل تالا تم توڑو گے مزمل نے کہا۔!

کیوں۔

آواز سنائی دی۔ کیونکہ میں تم کو دیکھنا چاہتی ہوں تم کتنے بہادر انسان ہو اور اپنے دوست کو تالے کے قریب بھی دوبارہ مت بھٹکنے دینا۔

مزمل نے کہا جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گا۔

آصف کا حیرانگی سے برا حال ہو رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے وہ لڑکی کون ہے اور مزمل کے لیے نرم سب یوں کر رہی ہے ادھر مزمل نے تالے کو توڑ دیا جونہی تالا ٹوٹا ایک خوفناک چیخ نے سب غار والوں کے دل ہلا دئے سب ہی دوست غار کے ایک ہی کونے میں خوف میں دبکے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھاگنے کے بڑے جتن کئے لیکن وہ ایک قدم بھی نہ ہل سکے تھے تالا توڑنے کے بعد مزمل نے دروازے کی کنڈی کھولی اور دروازے کو اندر کی طرف دھکیل دیا دروازہ کھلتے ہی ایک عجیب سی بدبو نے مزمل کا استقبال کیا مزمل نے اللہ کا نام لیا اور ایک قدم اندر رکھا جیسے ہی مزمل نے قدم اندر رکھا ایک خوفناک چیخ اس کو سنائی دی مزمل تھوڑی دیر خوفزدہ رہا۔ پھر اس کو لڑکی کا خیال آیا تو اس کے اندر سے سارا خوف دور ہو گیا کمرہ ہال نما تھا جس میں وہ جا کھڑا ہوا ہال میں سے ایسے گندی بدبو آ رہی تھی جیسے فینائل سے آتی ہے۔ وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا وہاں لٹکتے ہوئے بے ترتیب جالوں پر چھوٹی بڑی مکڑیاں رینگ رہی تھیں مزمل کو اچانک اپنے پیچھے کسی کا احساس ہوا پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں آصف کھڑا تھا۔ آصف نے لائٹ جلا دی تھی ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی ہال کے فرش پر جمی ہوئی گرد آلود مٹی پر ان دونوں کے پاؤں کے نشان پیوست ہو گئے تھے۔ انکے علاوہ کوئی اور وجود کی موجودگی کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ ٹارچوں کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ہال کی ایک دیوار کے ساتھ فرش پر مستطیل ٹائپ کی طرح کچھ پڑا ہوا ہے انہوں نے غور سے دیکھا تو ایک پل کے لیے دہل سے گئے اور پھر وہ اس مستطیل نما چیز کے قریب گئے یہ کیا ہے مزمل نے آصف سے کہا آصف نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا آصف نے مزمل کو خاموش رہنے کا کہا اور فوراً اس چیز کے اور قریب ہو گیا اس چیز کو غور سے دیکھنے لگا اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس آصف کو بلایا اور سرگوشی میں بولا یار یہ تو صندوق ہے اور اس پر تالا لگا ہوا ہے اچانک مزمل اور آصف کو اس صندوق سے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

مجھے باہر نکالو مزمل اور اس لڑکے کو کہو یہ صندوق سے دور کھڑا ہو جائے۔

آصف نے یہ سنا تو خود ہی صندوق سے دور چلا گیا اب آصف کو پتہ چلا کہ ضرور کوئی پراسرار چکر ہے مزمل کو بھی خوف نے آن گھیرا اس کے دل نے اسے پکار پکار کر کہا کہ چلے جاؤ اگر زندگی عزیز ہے تو چلے جاؤ یہ سوچ کر ابھی مزمل جانے ہی لگا تھا کہ لڑکی کی آواز سنائی دی۔

مزمل مجھے باہر نہیں نکالو گے میں تم سے پیار بھری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

مزمل کا خوف کچھ کم ہوا تو اس نے کہا۔ تم صندوق میں کیوں بند ہو۔

لڑکی نے کہا۔ مجھے باہر نکالو میں تم کو سب کچھ بتا دوں گی تم اس تالے کو بھی پتھر سے توڑ دو

مزمل نے وہی پتھر اٹھا کر صندوق کو غور سے دیکھا جو زنگ آلود تھا اور اس پہ جا بجا جالے لگے ہوئے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس تالے کو صدیاں ہو گئی ہوں اور کسی نے اس کو کھولا نہ ہو۔ مزمل نے تالہ توڑنا

شروع کر دیا پہلی ضرب لگتے ہی ایک عجیب خوفناک سی آواز سنائی دی دوسری ضرب کے ساتھ ہی بلی کے چنگھاڑنے کی آواز سنائی دی مزمل نے ڈر کر اپنے ہاتھ روک لیے لڑکی نے حوصلہ دیا اور کہا۔

کچھ بھی نہیں ہوگا تم اپنا کام جاری رکھو مزمل پھر ضربیں لگانے لگا تیسری ضرب لگاتے ہی ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بہت سی عورتیں مل کر کسی میت پر بین کرتی ہیں مزمل نے ایسی خوفناک آوازیں اپنی زندگی میں نہیں سنی تھیں آصف یہ خوفناک منظر دیکھ کر اور آوازیں سن کر دہشت زدہ ہو گیا لیکن وہ خاموش کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا مزمل نے آخری ضرب لگائی اور تالا توڑ دیا تالے کے ٹوٹتے ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور بجلیاں کڑکنے لگیں اور ہال میں سے چنگھاڑوں اور بلیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں آصف نے مزمل سے کہا

یار ہوشیاری سے کام لینا

مزمل نے کہا تم فکر نہ کرو

اور پھر ساتھ ہی اس نے تالا اتار دیا اور صندوق کی کنڈی ڈرتے ڈرتے ہٹا دی کنڈی ہٹاتے ہی صندوق کا ڈھکن خود بخود اوپر اٹھنے لگا مزمل نے جلدی سے اندر جھانکا تو سانس لینا ہی بھول گیا صندوق کے اندر لال سرخ کپڑوں میں ایک دوشیزہ بہت ہی معصوم اور پیاری صورت کی موجود تھی جو کہ صندوق میں بیٹھی ہوئی تھی مزمل اب سنبھل چکا تھا۔ وہ بالکل عام انسانوں جیسی تھی مگر پھر بھی آصف اور مزمل محتاط تھے مزمل نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا کہ روشنی میں اس کا حسن بالکل پری جیسا معلوم ہو رہا تھا سیاہ ناگن جیسی زلفیں چودھویں کے چاند جیسی دودھیا رنگت پھول جیسا مہکتا ہوا چہرہ گلابی ہونٹ اور نیلی ترچھی پلکوں میں چھپی ہوئی نیلی جھیل جیسی آنکھیں قیامت خیز لگ رہی تھی ایک عظیم شاہکار تھی وہ جیسے کسی بادشاہ کی رانی ہو یا کوہ قاف کی ملکہ صندوق میں لیٹے لیٹے لڑکی نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور بولی مزمل میرا ہاتھ تھام کر مجھے صندوق سے باہر نکالو مزمل نے لڑکی کا ہاتھ تھام لیا اور لڑکی کو باہر نکالا مزمل کے اندر ایک سرد لہر دوڑ گئی کیونکہ لڑکی کا ہاتھ بہت ہی ٹھنڈا تھا ایسا لگتا تھا جیسے مزمل نے کسی مردے کا ہاتھ تھاما ہو صندوق سے باہر نکلتے ہی لڑکی نے آصف کو خونخوار نظروں سے گھورنا شروع کر دیا لڑکی کی نیلی آنکھیں سرخ ہونے لگیں آصف کو اس لڑکی سے بہت خوف آنے لگا آصف نے لڑکی سے کہا

آپ کون ہیں اور آپ کو صندوق کے اندر کس نے بند کیا ہے آپ ہمیں بتائیں آپ پر کس نے ظلم کیا ہے اگر ہم سے ہو سکا تو ہم آپ کی پوری مدد کریں گے

ہاں آصف دنیا میں واحد تم ہی لڑکے ہو جو میرا کام کرو گے آصف تھوڑا سا گھبرا گیا۔ پھر بولا۔

آپ ہیں کون۔

ہاں ہاں میں تم لوگوں کو ضرور بتاؤں گی کہ میں کون ہوں لیکن تم اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اس ہال میں لے آؤ آصف تھوڑا سا ہچکچایا لیکن پھر ہال سے باہر چلا گیا مزمل نے لڑکی سے کہا۔

آپ بہت حسین ہیں آپ میرے ساتھ پیار کی بھری باتیں کب کریں گی۔

لڑکی نے مزمل کو خونخوار نظروں سے گھورا اور بولی کون سی پیار بھری باتیں میں تم کو اپنے جال میں پھنسا کر [illegible] چاہتی تھی۔ اتنی دیر میں آصف اپنے دوستوں کو لے آیا لڑکی نے آصف سے کہا۔

تم اپنے دوستوں سمیت سامنے والے تخت پر بیٹھ جاؤ مزمل تم بھی بیٹھ جاؤ اچھا اب میں تم لوگوں کو بتاتی ہوں کہ میں کون ہوں سنو اب میرا نام [illegible] چڑیل ہے چڑیل کا لفظ سنتے ہی انکی آنکھیں خوف سے پھیلنے لگیں جسم کانپنے لگے ٹانگیں لرزنے لگیں اور زبان تالو کے ساتھ چپک گئی شہباز اور راجو ڈر کے مارے تخت

سے گر پڑے راھشتش نے کہا

تم لوگ ذرہ مت میں تم لوگوں کو کچھ بھی نہیں کہوں گی چڑیل کی بات سنکر سب دوستوں کو کچھ حوصلہ ہوا شہباز اور راجو اٹھ کر دوبارہ تخت پر بیٹھ گئے راھشتش نے کہا

مجھے شروع ہی سے جادو ٹونے کا بہت شوق تھا میں نے اپنے اس شوق کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشش شروع کر دی۔ میں نے ایک بڑے جادوگر کو تلاش کیا اور پھر اس کی شاگردی اختیار کر لی چونکہ میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی تھی اس لیے مجھے جادو وغیرہ سے کوئی نہیں روکتا تھا رفتہ رفتہ میں نے بہت سا کالا علم سیکھ لیا اور ایک دن میں کالی دنیا کے بہت بڑی جادوگرنی بن گئی چونکہ یہ جادو میں نے بڑی جان جوکھوں میں ڈال کر حاصل کیا تھا جب میں نے کالی دنیا کے کالے دھندے کو مکمل کر لیا تو ایک دن زنگولا جادوگر نے مجھے کہا۔

راھشتش میں تم سے بہت خوش ہوں اور آقا شیطان دیوتا بھی تم سے بہت خوش ہیں میں تم سے آج اپنی ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں تم میری اس خواہش کو پورا کر دو

میں نے کہا آقا آپ ہی کی بدولت میں آج اس مقام پر ہوں آپ جو چاہیں گے وہی ہوگا

زنگولا جادوگر خوش ہوا اور بولا اگر میری اس خواہش کو پورا کر دو گی تو میں تم کو امر کر دوں گا

میں نے کہا میں سن رہی ہوں آقا آپ خواہش کریں، تو وہ بولا۔

راھشتش میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے شادی کر لو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آقا میں آپ سے کیسے شادی کر سکتی ہوں نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔ میں نے انکار کر دیا۔

کیوں نہیں کرو گی تم مجھ سے شادی آخر کیا وجہ ہے جو تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہونے لگا۔

بس کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں مر تو سکتی ہوں لیکن آپ سے شادی نہیں کر سکتی ہوں۔

ٹھیک ہے زنگولا جادوگر نے کہا اگر تم میرے ساتھ شادی نہیں کرو گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا تم نے شادی سے انکار کر کے میرے ساتھ دشمنی پیدا کر لی ہے اب یہ دشمنی تم کو بہت ہی مہنگی پڑے گی میں تم کو ایسی موت ماروں گا کہ تم اور تمہاری روح صدیاں تک بلبلاتی رہیں گی۔

ٹھیک ہے زنگولا جادوگر میں تمہاری دشمنی کو قبول کرتی ہوں اور پھر یہ کہہ کر میں غائب ہو گئی

لالے نے کہا اس کو بعد میں کیا ہوا

راھشتش نے کہا۔ اس کے بعد میں سیدھی اپنے طلسمی پتلے کی طرف گئی کیونکہ اس میں میری ساری طاقتیں موجود تھیں اور جان تھی مجھے ڈر تھا کہیں زنگولا اس کو چرا نہ لے کیونکہ زنگولا مجھ سے زیادہ طاقتور تھا جب میں اپنے پتلے تک پہنچی تو میرا طلسمی پتلا غائب تھا جس کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا میں پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی زنگولا جادوگر کے پاس گئی زنگولا نے میری بے بسی کو دیکھتے ہوئے قہقہے لگانے شروع کر دیئے اور بولا۔

اب تم مکھی کی طرح مسلی جاؤ گی اور ہاں تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہو میں تم کو تڑپا تڑپا کر ماروں گا ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ زنگولا پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا میں زنگولا کی منتیں کرنے لگی لیکن زنگولا کو مجھ پر رحم نہ آیا۔

میں نے کہا۔ زنگولا میں تم کو دنیا کی حسین ترین لڑکیاں لا کر دوں گی تم بے شک ان کا گوشت کھا لینا بے شک شیطان کے آگے ڈال دینا اور اپنی شیطانی طاقتوں میں اضافہ کر لینا مگر مجھے میرا پتلا دے دو۔

اس نے کہا۔ راھشتش میں ایک اگر کسی سے دشمنی کر لوں پھر کسی کو معاف کر بھی نہیں سکتا یہ میرا اصول ہے میں نے زنگولا کو بہت منتیں کیں لیکن اس

نے ایک ڈبے سے پتلا نکالا اور ہاتھ میں پکڑ کر قہقہے لگانے لگا ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ میرا پتلا اس کے ہاتھ میں تھا جو پھڑ پھڑا رہا تھا۔ کیونکہ میری جان اس کے ہاتھ میں تھی زنگولا نے پتلے کی گردن دبانا شروع کردی

میں نے بڑی منتیں کیں مجھے معاف کردو زنگولا میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں

زنگولا نے کہا نہیں میں تم سے دشمنی کر چکا ہوں اور مجھے اپنے دشمنوں سے سخت نفرت ہے یہ کہہ کر اس نے پتلے کی گردن دبانا شروع کردی میرا پتلا پھر اس کے ہاتھوں میں پھڑ پھڑانے لگا میں بھی اپنی گردن تھام کر تڑپنے لگی اور پھر رفتہ رفتہ میں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی میرے جسم سے میری روح الگ ہو کر بھٹکنے لگی میں نے اس سے بدلہ لینے کی ٹھان لی اور میری طاقتیں بھی جسم سے ختم ہو چکی تھیں میں نے اپنی طاقتوں کو بڑھانے کے لیے مردے کھانا شروع کر دیئے جب کسی ہندو گھر کا کوئی فرد مرتا تو میں شمشان گھاٹ میں بیٹھ کر ارتھی کا انتظار کرتی اور جب لوگ ارتھی لا کر شمشان گھاٹ میں رکھ دیتے تو میں ارتھی میں گھس جاتی اور ان کا مردہ کھا کر باہر نکل جاتی اس طرح ان کو پتہ بھی نہ چلتا اور میں اپنا پیٹ بھرنے لگی میرے اندر انتقام کی آگ تھی اور میں اس انتقام میں اندھی ہو چکی تھی ہندو لوگ ارتھی کو جلا دیتے تھے ان کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ ان کا مردہ جلانے سے پہلے ہی غائب ہو جاتا ہے اور پھر ہندوؤں کے پنڈت کو نجانے کیسے پتہ چل گیا کہ کوئی بھولی بھٹکی ہوئی آتما ہے جو مردوں کو کھا جاتی ہے انہوں نے پتہ نہیں کون سا چلا کیا کہ میں شمشان کے قریب بھی جاتی تو مجھے ایسے لگتا کہ جیسے مجھے آگ لگ جائے گی میں ایک دو دفعہ ایسا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی پھر بھوک سے تنگ آ کر زندہ انسانوں کو کھانا شروع کر دیا

ایک دن مجھے کسی بزرگ نے پکڑ لیا وہ مجھے اس غار میں لے آئے اور اس صندوق میں بند کر دیا۔ اور پھر اس صندوق کے اوپر کڑا ڈال دیا تا کہ میں باہر نہ نکل سکوں اور باہر دروازے کو تالا لگا دیا اور اس تالے کے اوپر بھی ایک کڑا ڈال دیا اور میں ہمیشہ کے لیے اس میں قید ہو کر رہ گئی اور پھر کئی سو سال بعد میری سہیلی ترشی میرے خواب میں آئی اور بولی۔

میری جان اب تیری آزادی کے دن قریب ہیں ایک دن اس غار میں پانچ لڑکے اور مجھے لڑکیاں آئیں گی ان میں سے ایک لڑکا تم کو اس صندوق سے آزادی دلوائے گا اور دوسرا تمہاری طاقتوں کو واپس لانے میں تمہاری مدد کرے گا۔ اور پھر اب میں تقریبا نو سو سال بعد اس صندوق سے آزاد ہوئی ہوں مزمل نے مجھے اس صندوق سے آزادی دلوائی ہے اب اس کا کام ختم ہو گیا ہے اس نے آصف سے کہا اب تم مجھے میری طاقتیں واپس لا کر دو گے آصف نے یہ سنا تو خوف سے کانپنے لگا اور بولا۔

میں ایک مسلمان ہوں اور تیرا یہ شیطانی کام کیسے کر سکتا ہوں۔

راکھشش نے کہا بکواس بند کرو تم ہی اس دنیا میں واحد انسان ہو جو میرا یہ کام کر سکتے ہو کیونکہ تم چودھویں رات کو پیدا ہوئے ہو اور کوئی ابھی اس دنیا میں چودھویں رات کو پیدا نہیں ہوا اگر کوئی ہے بھی تو بہت چھوٹا بچہ ہے یا بوڑھا ہو چکا ہے اور صرف تم ہی نوجوان ہو جو کہ میرا کام کر سکتے ہو۔

آصف نے کہا۔ میں تیرا یہ کام نہیں کروں گا چاہے تو کچھ بھی کر لے۔

یاد رکھو آصف اگر تم میرا کام نہیں کرو گے تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ تم نہ زندہ رہو گے اور نہ ہی مردہ کیونکہ اگر میں نے تم کو مار دیا تو تم میرے دشمن بن جاؤ گے۔

آصف نے کہا۔ میں تمہارا دشمن کیسے بن سکتا ہوں جبکہ تم مجھے مار دو گی۔

وہ بولی۔ چونکہ تم چودھویں کے چاند کو پیدا

ہوئے ہو اس لیے میں تم کو نہیں مار سکتی کیونکہ تم ایک نیک روح بن جاؤ گے اور مجھے ختم کر دو گے اس لیے میں تم کو زندہ رکھنا چاہتی ہوں چڑیل کی باتیں سن کر سب دوست آصف کی طرف دیکھنے لگے جبکہ آصف کا رنگ زرد پڑتا جا رہا تھا

آصف نے کہا۔ چڑیل تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ہو میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گا

چڑیل غصہ سے بولی۔ ٹھیک ہے میں تم لوگوں کو ابھی سزا دیتی ہوں اس کے ساتھ ہی چڑیل اٹھ کر کھڑی ہوئی اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا روپ بدلنے لگا اب وہ خوبصورت لڑکی کی بجائے ایک بدصورت چڑیل کھڑی تھی اس کے منہ سے بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے آنکھیں لال انگارہ تھیں ناک کی جگہ ایک گڑھا تھا جسم پر گوشت کے لوتھڑے لٹک رہے تھے سر کے بال ایسے کھڑے ہوئے تھے جیسے سر پر کرنٹ لگے ہوئے ہوں سر کے بالوں میں جالے لگے ہوئے تھے منہ سے زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور ہونٹوں سے خون یوں بہہ رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آئی ہو میں تم لوگوں کا بہت برا حشر کروں گی آصف اور اس کے تمام دوست بہت خوف زدہ ہو رہے تھے ان کے جسم پسینے سے شرابور ہو رہے تھے پھر چڑیل نے اپنی انگلیوں کا رخ آصف کی طرف کیا اس کی انگلیوں سے بجلیوں کی لہریں نکلیں اور آصف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا آصف تڑپنے لگا باقی تمام دوست چڑیل سے معافی مانگنے لگے

چڑیل قہقہے لگانے لگی اور بولی ایک شرط پر میں تمہارے دوست کو چھوڑ سکتی ہوں اگر وہ میرا پتلا لا کر دے تب آصف نے سنا تو بولا۔

اے چڑیل تو چاہے کچھ بھی کر لے میں وہ شیطانی پتلا نہیں لا دوں گا۔

چڑیل نے یہ سنا تو آصف پر دوبارہ بجلیاں چھینکنے لگی ان بجلیوں کی وجہ سے آصف پانچ فٹ اچھل اچھل کر زمین پر گرنے لگا جب آصف کا برا حال ہو گا تو آصف نے ہار مان لی اور بولا۔

چڑیل میں تمہارا کام کرنے کو تیار ہوں آصف کے رضامند ہوتے ہی چڑیل کی انگلیوں سے بجلیاں نکلنا بند ہو گئیں آصف زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا ۔نالے نے آگے بڑھ کر اس کو سہارا دے کر اٹھایا وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں اس نے لالے کی طرف دیکھا تو لالا ڈر کر پیچھے ہٹ گیا اور بولا۔

بھیا آپ کی آنکھیں لال ہو رہی ہیں آصف خاموشی سے سوچتا رہا چڑیل نے اس سے کہا جب تک تم میرا کام نہیں کرو گے تب تک تمہارے دوست میری قید میں رہیں گے۔

آصف بولا۔ نہیں نہیں تم ایسا نہیں کر سکتی اگر تم نے میرے دوستوں کا نام لیا تو میں اپنے آپ کو ختم کر دوں گا اور تم اپنی طاقتوں کو کبھی بھی حاصل نہیں کر سکو گی۔

نہیں تم ایسا نہیں کرو گے۔ میں تمہارے دوستوں کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گی اور ہاں اگر تم نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی یا بھاگنے کی کوشش کی تو میں تم کو ڈھونڈ لوں گی چاہے تم پاتال میں ہی کیوں نہ چھپ جانا

آصف نے کہا۔ تم فکر نہ کرو میں تمہارا کام کر کے ہی رہوں گا۔

ٹھیک ہے اب تم لوگ جاؤ میں نے اپنے لئے کھانے کا بندوبست بھی کرنا ہے کیونکہ میں صدیوں سے بھوکی ہوں اب تم اپنے دوستوں کو لے کر جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ میں تمہارے کسی ساتھی کو ہڑپ کر جاؤں یہ سننا تھا کہ سب دوست ہال سے باہر نکل گئے اور غار سے باہر آ گئے ان کا رخ اب جنگل کی طرف تھا آصف نے ٹھنڈا سانس لیا اور بولا

یار مزمل یہ تم نے اس ڈائن کو ناکال کر میرے

لیے ایک بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دی ہے
مزمل خاموش رہا۔ صبیحہ نے کہا بھائی آپ اس ڈائن کا پتلا واپس لا کر دیں گے کیا۔
ہاں میں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتا ہوں دیکھ سوچ لیں بھیا وہ دوبارہ شیطانی کاموں پر شروع ہو جائے گی اس کا گناہ آپ کو ہی نہیں ہم سب کو ملے گا
مزمل یار میں کیا کروں ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ ابھی وہ جنگل میں چل ہی رہے تھے کہ ان کے سامنے وہی چڑیل نمودار ہوئی اور بولی۔
آصف میں ہر وقت تمہاری نگرانی میں ہوں میں اپنا کام لے کر ہی تمہاری جان بخشی کر سکتی ہوں۔
آصف نے کہا تمہارا یہ پتلا کہاں ملے گا۔
چڑیل بولی۔ اس کی تم فکر نہ کرو میرا یہ پتلا ایک پرانے کھنڈر میں ہے یہ پرانا کھنڈر بڑا مشہور ہے اور اس کے بارے میں سنا جاتا ہے کہ اس میں جن بھوت ہیں حالانکہ کچھ بھی نہیں ہے میرا پتلا اس کھنڈر کے اندر موجود ہے۔
کس جگہ پر ہے۔ آصف نے پوچھا۔
چڑیل نے کہا اس کھنڈر کے اندر ایک کمرہ ہے اس کمرے کے اندر ایک چبوترا ہے اس چبوترے پر ایک لاش پڑی ہے لاش کیا ہے ایک ڈھانچہ ہے یہ ڈھانچہ کسی وقت میں ایک بہت بڑی جادوگرنی کا تھا اب وہ مر چکی ہے اس ڈھانچہ کی پسلیوں کے اندر میرا پتلا ہے وہ تم لا کر دو گے۔
آصف بولا یہ تو بڑا ہی مشکل کام ہے میں کیسے کر سکتا ہوں اس ڈھانچہ جادوگرنی نے مجھے مار دیا تو۔
نہیں وہ تم کو کبھی بھی نہیں مار سکتی بلکہ کوئی بھی جادوگر یا چڑیل بھوت کوئی بھٹکی ہوئی آتما وغیرہ یہ تمام بدروحیں تم کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتیں۔ یہ سب تمہارے پیدائش کی وجہ سے ہے۔
آصف بولا ٹھیک ہے ہم ٹرپ جیسے ہی آزاد کشمیر جائے گا میں کھنڈر کو ڈھونڈ کر وہاں سے پتلا لے آؤں گا کیا وہ پتلا حاصل کر کے میں اس جنگل میں لا کر دوں یا تم خود لے لو گی۔
نہیں تم کو جنگل میں آنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی میں وہاں ہی ایک کھنڈر میں رہوں گی یہ کھنڈر بہت ہی پرانا ہے جو کسی زمانے میں ہندوؤں کی قربان گاہ ہوتا تھا۔
ایک بات تو بتاؤ۔ آصف نے پوچھا۔ اب تو تم آزاد ہو چکی ہو تم وہ پتلا کیوں خود نہیں لا سکتی ہو۔
چڑیل بولی۔ اے آدم زاد میرے مرنے کے بعد زنگولا جادوگر کو اسی بزرگ نے مار دیا تھا جس نے مجھے صندوق میں قید کیا تھا اور میرا پتلا لے کر اس کھنڈر کے اندر مردے کی پسلیوں میں رکھ کر اس پر ایک طلسم پھیلا دیا تھا تاکہ میں آزاد ہو کر بھی اس کو حاصل نہ کر سکوں۔
لیکن تم اس پتلے کا کیا کرو گی۔
تم صرف اپنے کام سے کام رکھو میں اس کا کیا کروں گی یہ میں جانوں اور میرا کام۔ اور ہاں اب تم سب ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو میں تم لوگوں کو تمہارے خیمے تک پہنچا دیتی ہوں انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے ان کو ایسے لگا کہ ان کے پاؤں زمین سے اٹھ گئے ہیں اور وہ ہوا میں اڑ رہے ہیں تھوڑی دیر بعد ان کو چڑیل کی آواز سنائی دی اپنی آنکھیں کھولو سب نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے خیمے میں موجود تھے آصف نے چڑیل کو آواز دی لیکن اس کو کوئی آواز سنائی نہ دی
آصف بھیا اب کیا ہو گا ابو اس لیے ہم لوگوں کو اتنا دور نہیں بھیجتے تھے صبیحہ نے کہا تو آصف بولا۔
بہن تم اور تمہاری دوستیں آرام کریں ہم لوگ اپنے خیمے میں جا رہے ہیں صبح ہونے میں ڈیڑھ گھنٹہ رہ گیا ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی سب لڑکے اپنے

خیمے میں چلے گئے سب لڑکیاں خوف سے ایک دوسرے سے چپک کر رہ گئیں۔
بشریٰ نے کہا مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔
اقصیٰ نے روتے ہوئے کہا۔ میری امی نے مجھے منع کیا تھا کہ بیٹی تم نہ جاؤ کاش میں نہ آتی۔
صبیحہ بولی اب کیا ہو سکتا ہے آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ۔
سب لڑکیاں سو گئیں اور پھر صبح ناشتہ کرنے کے بعد سفر کی تیاری کرنے لگیں۔ آصف نے سر ہاشمی سے کہا سر کیا بس ٹھیک ہو گئی ہے
سر نے کہا ہاں بس ٹھیک ہو گئی ہے تم سب لوگ بس میں سوار ہو جاؤ
سب لڑکے اور لڑکیاں بس میں سوار ہو گئے بس چلنے لگی تمام طالب علم پھر خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے پریشان اور خوف زدہ تو صرف آصف کا گروپ تھا کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ بلا ابھی سر سے دور نہیں ہوئی ہے بلکہ انکی زندگی میں ایک نئی مصیبت شروع ہونے والی تھی بس ایک پر رک گئی اور ڈرائیور نے بس سے اتر کر کسی سے راستہ معلوم کیا اور پھر بس اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔ تقریباً دو دن کی مسافت کے بعد بس آزاد کشمیر کی ایک وادی کے قریب اتر گئی سر نے تمام بچوں کو بس سے اترنے کا حکم دیا تمام طالب علم اپنے اپنے بیگز سنبھال کر اترنے لگے اور وادی میں داخل ہو گئے انہوں نے اپنی زندگی مین اتنی خوبصورت وادی نہیں دیکھی تھی ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا پھل دار درخت تھے میٹھے پانی کے چشمے تھے اونچے اونچے پہاڑ جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے وہ سب آنکھیں پھاڑے قدرت کے اس عجیب منظر کو دیکھ رہے تھے سب طالب علموں نے کہا سر ہم یہاں خیمے لگائیں گے سر نے کہا ٹھیک ہے تم لوگ خیمے لگاؤ تمام طالب علموں نے خیمے لگانے شروع کر دیئے ان لوگوں نے کھانا کھایا جو انہوں نے راستے میں سے لیا تھا کھانا کھا کر انہوں نے آرام کیا لیکن آصف کا گروپ بہت ہی پریشان تھا آصف نے مزمل سے کہا۔ یار اب کیا کریں سب دوست پچھتا رہے تھے کہ ہم جنگل میں گئے ہی کیوں تھے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا آصف نے مزمل سے کہا یار تم لوگ اپنا خیال رکھنا اور سر سے میرے بارے میں کوئی بات نہ کرنا
مزمل نے کہا یار تم اکیلے کہاں جا رہے ہو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں ہمارے لیے اب اکیلے رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔
نہیں یار تم دوستوں کا خیال رکھو میں اکیلے اس مشن پر جاؤں گا۔ اس کی بات سن کر مزمل خاموش ہو گیا آصف ایک طرف کو چل پڑا وہ بہت پریشان تھا اس کو اپنے گھر والے بہت یاد آ رہے تھے چلتے چلتے وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اس پر غنودگی طاری ہونے لگی خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک تالاب کے کنارے وہ مزمل صبیحہ اور بشریٰ چلا کاٹ رہے ہیں پھر سین بدل جاتا ہے اور وہ راکشس چڑیل ایک خوبصورت لڑکی کو اغوا کر کے اپنے کھنڈر میں لے جاتی ہے اس خواب کے بعد آصف کی آنکھ کھل جاتی ہے اس وقت شام ہونے والی ہوتی ہے وہ اٹھ کر خیمے کی طرف چل پڑا اس کے تمام دوست بڑے پریشان تھے اس کو آتا ہوا دیکھ کر انہوں نے سکون کا سانس لیا مزمل نے آصف کے آگے ایک اخبار رکھا اور کہا اس کو پڑھو آصف نے نیوز پڑھ کر کہا
یار کیا یہ سچ ہے کہ پر اسرار طور پر لڑکیاں غائب ہو رہی ہیں
مزمل نے کہا ہاں یار یہ ڈائن پتہ نہیں لڑکیوں کا کیا کر رہی ہے
اقصیٰ نے کہا مزمل بھیا کیا آپ کو پوری امید ہے کہ لڑکیاں ڈائن ہی اغوا کر رہی ہے۔
مزمل نے کہا چڑیل کی آزادی سے پہلے تو لڑکیاں کوئی بھی اغوا نہیں ہوتی تھیں اس کی بات سن کر

اقصیٰ خاموش ہوگئی
آصف نے کہا مزمل تم دوستوں کا خیال رکھنا میں آج رات اس مشن پر روانہ ہو جاؤں گا۔
ٹھیک ہے بھائی ہمیں اس کام کو جلد نمٹا لینا چاہیے جیسے ہی رات ہوئی دوست اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے آصف بھی اپنے خیمے میں لیٹ گیا اور دوسرے ساتھیوں کے سونے کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد مزمل نے کہا۔
آصف یار سب سو گئے ہیں۔
آصف جلدی سے اٹھا اس وقت وہ اور مزمل کے سوا سب لوگ سو رہے تھے وہ ایک دوسرے سے گلے ملے مزمل نے آصف کا ماتھا چوما اور اس سے کہا اپنا بہت سا خیال رکھنا دوست آصف نے اپنا سر ہلایا اور اپنے سفر کی طرف چل پڑا اسے ابھی کھنڈر کو بھی تلاش کرنا تھا چلتے چلتے وہ وادی سے باہر نکل آیا اور ایک سڑک پر چلنے لگا سڑک پر چلتے ہوئے اسے خوف نے آن گھیرا کیونکہ آصف کو عجیب و غریب آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس نے غور سے سنا تو اسے صاف آواز سنائی دی آصف کھنڈر کی طرف مت جاؤ کھنڈر کی طرف مت جاؤ آصف نے اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا اس کو دور اندھیرے میں ایک کھنڈر کے آثار نظر آئے اس نے غور سے دیکھا تو یہ وہی کھنڈر تھا جس کے بارے میں راکھشس چڑیل بتا چکی تھی اس نے کھنڈر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنا پھولا ہوا سانس درست کیا اور اللہ کا نام لے کر کھنڈر کے دروازے کی کنڈی کھولی دروازے کو اندر کی طرف دھکیل دیا دروازہ کھلتے ہی خوفناک چیخوں نے آصف کا استقبال کیا وہ بہت خوفزدہ ہو رہا تھا اس نے اندر قدم رکھا تو بلیوں کے رونے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں وہ خوف سے ایک جگہ پر کھڑا رہا آہستہ آہستہ آوازیں تھم گئیں تو آصف نے پھر چلنا شروع کر دیا چلتے چلتے اس کو کھنڈر کے اندر ایک عجیب سا کمرہ دکھائی دیا وہ اس کمرے میں داخل ہو گیا داخل ہوتے ہی ایک زوردار دھماکا ہوا وہ ڈر کے مارے برا حال تھا خوف سے اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھی اس کو پتہ تھا یہ جادوئی طلسم تھا جو دھماکے کی صورت میں پھٹ گیا ہے اس نے ٹارچ کالی اور کمرے کا جائزہ لینے لگا کمرے میں سامنے اس کو ایک چبوترہ نظر آیا چبوترے پر وہی لاش پڑی ہوئی تھی اس کے اوپر ایک سرخ چادر تھی وہ چبوترے کے پاس جانے لگا جیسے جیسے وہ چلتا رہا اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ چبوترہ اس سے دور ہوتا جا رہا ہو وہ چلتے ہوئے مشکل میں پھنستا جا رہا تھا کیونکہ اس کے منہ پر جالے لگ رہے تھے جو چھت سے نیچے تک لٹک رہے تھے اس نے منہ سے جالے ہٹا ہٹا کر اور چل چل کر تھک گیا لیکن چبوترے تک نہ پہنچ سکا وہ ایک جگہ پر رک گیا اس کو ایسا لگا جیسے اس کے پاس سے کوئی گزرا ہے اس کے منہ سے اچانک کلمہ پاک کا ورد نکلا اور آگے چل پڑا حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ چبوترے کے پاس پہنچ گیا اب اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے وہ سوچنے لگا کہ اب کیا کروں اس نے جیب سے رومال نکالا اور اپنا منہ صاف کیا اور لاش کے منہ سے چادر ہٹا دی چادر ہٹاتے ہی عورتوں کے بین کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور یہ آوازیں آہستہ آہستہ قریب آتی گئیں اور آصف کے قریب سے گزر کر دور ہوتی گئیں اور پھر ختم ہو گئیں اب آصف لاش کی طرف متوجہ ہوا اور یہ دیکھ کر ڈر گیا کہ اس لاش نما ڈھانچے کی کھوپڑی آصف کو گھور رہی ہے ڈرتے ڈرتے اس نے لاش کے اوپر سے مزید کپڑا ہٹا دیا تاکہ ڈھانچے کی پسلیاں نظر آسکیں اس نے پھر لاش کی طرف دیکھا لاش اس کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی اس نے ڈر کر اپنی نظریں نیچے کر لیں اور اپنا پسینہ صاف کرنے لگا اسے پتہ تھا کہ یہ ڈھانچہ جادوگرنی مجھے کچھ کہہ تو نہیں سکتی ہے لیکن ڈرا سکتی ہے آصف نے اس کی

آصف بھائی آپ کب آئے۔

آصف نے کہا۔ جواد بھائی میں اپنے ٹرپ کے ساتھ آیا ہوں۔

واؤ پھر تو سب سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

آصف نے کہا انشاء اللہ پھر وہ دونوں چلتے ہوئے اپنے دوستوں میں آگئے سب دوست جواد کو مل کر بہت خوش ہوئے آصف تو اپنے دوست کو دیکھ کر سب غم بھول گیا تھا پھر سب نے مل کر انجوائے کیا اور خوب وادیوں اور پہاڑوں میں گھومتے رہے ایک جگہ ایک خوبصورت جھیل میں مل کر نہائے اور پھر درختوں سے پھل توڑ کر کھائے آصف نے جواد سے کہا۔ دیکھا بھائی جواد اگر قسمت میں ہو تو ایک دن ملاقات ہو ہی جاتی ہے جواد بولا ہاں بھائی جان آپ نے ٹھیک کہا ہے پھر شام کو سب دوست اپنے خیمے میں آگئے اور جواد اپنے گھر چلا گیا۔ خیمے میں آتے ہی آصف کو بے چینی سی ہونے لگی کیونکہ مزمل نے آصف سے کہا تم آج رات کو پتلا لے کر جانا پھر اس شام کو آصف تمام لوگوں کے سونے کا انتظار کرنے لگا جب سب لوگ سو گئے تو آصف نے اس کونے سے پتلا نکالا اور چل پڑا ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اسے راکھشس چڑیل آتی ہوئی نظر آئی اس نے آتے ہی آصف سے اپنا پتلا مانگا جو اس نے اس کو دے دیا۔ اور کہا۔

اب میں جا سکتا ہوں۔ میرا کام ختم ہو گیا ہے

چڑیل بولی نہیں آصف تم آج کی رات جشن میں شامل ہونا میں ایک جشن کر رہی ہوں۔

نہیں میں اکیلا ہی ٹھیک ہوں۔

چڑیل نے کہا ٹھیک ہے پھر آنکھیں بند کرو۔ آصف نے اپنی آنکھیں بند کیں تو اس کو ایسے لگا جیسے ہوا میں اڑ رہا ہو اچانک چڑیل کی آواز سنائی دی کہ اپنی آنکھیں کھولو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں وہ ایک انتہائی کھنڈر میں تھا ایک کمرے میں ایک بت پر تھی پھر اچانک روشنی چھائی آصف کو اچانک احساس ہوا کہ اسے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا چڑیل جو اس کو ہی دیکھ رہی تھی بولی۔

آصف تم میرے مہمان ہو میرے اس کھنڈر میں تم اپنی مرضی سے گھوم پھر سکتے ہو جشن آدھی رات کو شروع ہوگا لیکن یاد رکھنا لال دروازہ والے کمرے میں مت جانا ورنہ پچھتاؤ گے۔

آصف نے کہا۔ ٹھیک ہے میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا اس نے سوچا آخر اس کمرے میں کیا ہوگا جو اس چڑیل نے مجھے اس کمرے میں جانے سے روکا ہے کیوں نہ اس کمرے میں دیکھوں کہ آخر وہاں کیا ہے وہ دوبارہ چڑیل والے کمرے کی طرف چل دیا اس نے دیکھا کہ اس کہ چڑیل بت کے چرنوں میں ایک بچے کو ذبح کر کے بچے کے خون کو پی رہی ہے آصف یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ پھر اس چڑیل نے باقی خون کے چھینٹے بت پر اور اپنے طلسمی پتلے پر ڈالے اور پوجا میں مصروف ہو گئی آصف نے دیکھا کہ چڑیل مصروف ہو گئی ہے تب وہ کمرے کی طرف چل دیا دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے کنڈی ہٹائی اور اندر داخل ہو گیا اندر شدید اندھیرا تھا اور ایک لڑکی کے رونے کی آواز آ رہی تھی اس نے ٹارچ روشن کی اور یہ دیکھ کر اس کے قدموں میں سے زمین نکل گئی کہ وہ اس کے پیارے دوست مزمل کا پیار اقرا تھی اس نے بھی آصف کو پہچان لیا تھا

آصف بولا تم یہاں کیسے آئی ہو۔

اقرا نے کہا مجھے چڑیل لے کر آئی ہے بھیا مجھے بچالو یہ میرا خون کر دے گی۔

آصف بولا۔ میں چڑیل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا

ہاہاہا تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہو میں تم کو ابھی قید کرتی ہوں اب میں ایک طاقتور چڑیل بن گئی ہوں یہ کہہ کر اس طلسمی پتلے کو کھانا شروع کر دیا طلسمی پتلا تڑپنے لگا۔ چڑیل نے پورا پتلا ہڑپ کر لیا

اور بولی اب دنیا کی تمام چڑیلیں جن بھوت بدروحیں میری غلام اور کوئی بڑے سے بڑا جادوگر میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ چونکہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اب تم تیار ہو جاؤ میرے حملے کے لیے آصف نے اس کی بات سن کر اپنے گلے کی طرف دیکھا جو غائب تھا آصف گھبرا گیا اتنے میں چڑیل نے کچھ پڑھ کر آصف کی طرف پھونک ماری تو آصف بچھو بن گیا اور اس کو ایک شیشی میں ڈال کر بند کر دیا۔

رات آدھی سے زیادہ ہوگئی لیکن آصف نہ آیا مزمل بڑا پریشان ہوا آج دوسری رات تھی وہ دونوں یعنی مزمل اور آصف سو نہیں سکے تھے مزمل کو بڑی بے چینی ہونے لگی وہ خیمے سے باہر نکل آیا آخر کار صبح ہوگئی اور آصف نہ آیا وہ لڑکیوں کے خیمے میں گیا۔ اور اس نے صبیحہ سے کہا۔

بہن آصف چڑیل کو پتلا دینے گیا تھا جو ابھی تک نہیں آیا کیا۔

بھیا وہ تو رات کا گیا ہوا ہے اور ابھی تک نہیں آیا میں اس کے بارے میں بہت فکر مند ہوں کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی ہوں۔

ہاں بہن میں بہت پریشان ہوں میں کچھ کرتا ہوں تم پریشان نہ ہونا یہ کہہ کر مزمل خیمے سے باہر نکل گیا دوسری لڑکیاں بھی پریشان تھیں کہ وہ کیوں نہیں آیا ہے۔ صبیحہ اللہ پاک سے دعا کرنے لگی کہ یکدم اس کو آواز سنائی دی کہ تم پریشان نہ ہو۔ آواز سن کر صبیحہ چونک سی گئی اور بولی۔

تم کون ہو۔ میرے سامنے آؤ۔

نہیں تم اکیلی ہو اور مجھے دیکھ کر ڈر جاؤ گی

نہیں میں نہیں ڈرتی تم جو بھی ہو میرے سامنے آؤ اس کی بات سن کر اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ اتنا کہہ کر ایک جگہ دھواں نکلنے لگا اور پھر اس دھوئیں نے ایک کھوپڑی کی شکل اختیار کر لی جو کہ ہوا میں معلق تھی

وہ اس کو گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

کون ہو تم۔ صبیحہ نے پوچھا۔

کھوپڑی سے آواز سنائی دی تمہارا بھائی میرے کھنڈر میں آیا تھا اور طلسمی پتلا میرے نیچے سے نکالا تھا حالانکہ میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن تمہارے بھائی نے میرا پتلا اٹھا لیا اور لے اڑا۔ صبیحہ نے کہا۔

کیا تم انتقام لینے آئی ہو۔

نہیں میں انتقام لینے نہیں آئی ہوں بلکہ تمہاری مدد کرنے آئی ہو۔

کیسی مدد۔

صبیحہ تمہارا بھائی مشکل میں ہے راکھشش نے اسے دھوکہ دیا ہے اس نے اسے ایک بچھو بنا کر ایک بوتل میں بند کر دیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کسی نہ کسی طرح اسے حاصل کرو۔

اس کی بات سن کر صبیحہ رونے لگی اور روتے ہوئے بولی۔ میں اس شیشی کو کیسے حاصل کر سکتی ہوں

کھوپڑی سے آواز سنائی دی۔ اس کا ایک طریقہ ہے میں تمہیں بتاؤں گی تم تیار رہنا تم نے آج ہی اس مہم پر جانا ہے۔

ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ لیکن تم کون ہو۔

میں ایک جادوگرنی ہوں ایک زمانے میں میں بہت بڑی جادوگرنی ہوا کرتی تھی اپنی زندگی میں میں نے بہت ظلم وستم کیے اور تباہی مچائی ہوئی تھی میرے مرنے کے بعد میری آتما بھٹکتی رہی اور مجھ پر عذاب الہی نازل ہوتے رہے میں نے برے کاموں سے توبہ کر لی اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے لگی اس کے ہاتھ میں ایک لاکٹ تھا جو صبیحہ کے بھائی آصف کا تھا اس نے پوچھا سارہ یہ تم کو کہاں سے ملا ہے سارہ نے کہا یہ لاکٹ جب آصف پتلا لینے آیا تھا تو اس وقت اس کا گر گیا تھا میں نے سنبھال لیا تھا اب تم اپنے بھائی کی امانت پکڑو اب میں رات کو آؤں گی

دس بیس بیس انسان ڈھیر ہر طرف خوف ہراس پھیل گیا تھا لوگ اس آفت سے ڈرے ڈرے سے رہنے لگے تھے۔ ہر روز کوئی کوئی لاش ان کو دکھائی دیتی۔ جن کے دل غائب ہوتے۔

ان چاروں کا آج چوتھا دن تھا وہ چاروں اپنی اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ آرام سے چلنے میں مصروف تھے کہ اچانک ایک طرف سے اندھی چلنے لگی اندھی اتنی شدید تھی کہ ان کو ایسے لگنے لگا جیسے وہ ابھی اڑ جائیں گے۔ اور ساتھ ہی بارش ہونے لگی یہ بارش پانی کی نہیں تھی بلکہ خون کی بارش تھی جھیل کے پانی کے اندر ہلچل سی مچ گئی تھی سب کی نظریں جھیل کی طرف تھی انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بلا ان کو گھور رہی تھی۔ وہ سب ہی اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے اس کے منہ سے گرجدار آواز نکلی۔

تم چاروں کو اپنی زندگی پیاری ہے تو جلد چھوڑ کر بھاگ جاؤ ورنہ میں تم سب کا کتوں جیسا حال کروں گی یہ سن کر صبیحہ اور بشریٰ ڈر کر بھاگنے ہی والی تھیں کہ انہیں مارا کی کھوپڑی دکھائی دی وہ کہہ رہی تھی کہ یہ تم لوگوں کو کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تم لوگ اپنا کام کرتے جاؤ اگر تم میں کوئی بھی چلے والی جگہ سے باہر نکلے گا تو پھر وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔ ہی کی باتیں سن کر وہ دونوں پھر سے بیٹھ گئیں۔ اور پھر پوری رات ایسے ہی ہوتا رہا وہ کبھی مزمل کی طرف کبھی آصف کی طرف کبھی صبیحہ کی طرف اور کبھی بشریٰ کی طرف جاتی رہی سب کو ڈراتی رہی لیکن وہ چاروں اب اس سے نہ ڈرے تھے اور ایسے ہی یہ رات بھی بیت گئی۔

راکھشس چڑیل اپنے ایک شیطانی چیلے کو حکم دیتی ہے کہ وہ مرے لیے ایک ایسی لڑکی کا بندوبست کرے جو بہت ہی خوبصورت ہو اور اس کے دونوں گالوں پر سیاہ تل ہو یہ حکم سن کر شیطانی چیلا غائب ہو گیا اور ایسی جگہ پر نمودار ہوا جہاں بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اس نے اس لڑکی کی تلاش شروع کر دی لیکن اس کو نشانیوں والی لڑکی نظر نہ آئی وہ تلاش کرتے کرتے بہت دور تک نکل گیا آخر کار اس کی تلاش ختم ہوئی بہت ہی خوبصورت لڑکی جس کے بالوں میں گلاب کے پھول لگے ہوئے تھے اور گاڑی میں بیٹھ رہی تھی شیطانی چیلے نے جلدی جلدی ایک خوبصورت لڑکے کا روپ دھارا اور اس کے پاس گیا لڑکی سے اس نے لفٹ مانگی جو لڑکی نے دے دی شیطانی چیلا بہت ہی خوش ہوا کہ اس کو اس کی پسند کے مطابق لڑکی مل گئی ہے۔

کہاں جانا ہے آپ نے لڑکی نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

بس زیادہ دور نہیں تین چار گلیاں چھوڑ کر اگلی گلی میں جانا ہے۔ اس نے گاڑی چلا دی لڑکی نے ایک نظر اس پر ڈالی وہ شخص اس کو کچھ عجیب سا لگا لیکن وہ چپ رہی لیکن شیطانی ابھی اس پر وار کرنے ہی والا تھا کہ ایک ہاتھ اس کی گردن تک آیا اور اس کو دبانا شروع کر دیا شیطانی چیلا تکلیف کے باعث تڑپنے لگا لڑکی کف سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی ہاتھ نے شیطانی چیلے کی گردن اس وقت تک نہ چھوڑی جب تک اس کی روح اس کے جسم سے نہ نکل گئی ہو لڑکی خوف سے بھاگنے لگی تھی کہ ہاتھ نے لاش کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور خود غائب ہو گیا۔ پھر تو جیسے ہاتھ نے قسم اٹھائی تھی کہ ہر اس جگہ جہاں بدی پھیلی ہوئی تھی اس کا خاتمہ کرنا شروع کر دیتا تھا بد روحوں شیطانی چیلوں اور جادوگروں کے اندر اس ہاتھ کا خوف پھیل گیا ایک بار جس بدی کے پیچھے پڑ جاتا اس کی جان لے لیتا۔

پانچویں دن مزمل چلا کرنے سے گھبرا رہا تھا اس کے دوستوں نے اس کو حوصلہ دیا اقرا نے رو رو کر برا حال کر دیا مزمل نے اقرا سے کہا تم ہمت وہی ہو گا جو

منظور خدا ہوگا۔ وہ چلہ پر کھڑا ہوگیا اور چلہ کرنے لگا جو اس نے کر لیا۔ چلے کی آخری رات ان چاروں کو بہت ڈرایا گیا۔ کبھی خوفناک ڈھانچہ آ جاتے کبھی سانپ ان کے قریب پھنکارنے لگتے ایک بار تو حد ہوگئی جھیل کا درمیانی حصہ پھٹا اور اس میں سے ایسی خوفناک ڈائن نمودار ہوئی جس کا حلیہ دیکھ کر ان کی روحیں لرز گئیں اس کی بڑی بڑی اور گول انڈے کی طرح اور سرخ آنکھیں اور ناک کی جگہ سانپ لٹک رہا تھا موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔ دانت اتنے لمبے کہ گردن کو چھو رہے تھے سر سے بالکل شفاف گنجی تھی اور جسم پر دو فٹ لمبے بال تھے جو جسم کو بے حد خوفناک بنا رہے تھے اور اس کی دم بے حد موٹی تھی اس کے دس ہاتھ اور دس پاؤں تھے اس نے آصف اور اس کے ساتھیوں سے کہا رک جاؤ ان سب کو ایسے لگا جیسے ایک بھوت کی بجائے آٹھ دس بھوت بول رہے ہوں وہ سب ڈر گئے لیکن ان کو بزرگ کی آواز سنائی دی۔

ڈرو مت یہ سب نظر کا دھوکہ ہے اپنا کام جاری رکھو۔ وہ اپنا چلہ جاری رکھ کر پڑھنے لگے آصف نے چلہ کرتے ہوئے اس ڈائن کی طرف پھونک ماری پھونک مارتے ہی اس ڈائن کو جھیل کے اندر ہی آگ لگ گئی اس کی چیخوں نے ان کے دل ہلا دیئے پھر وہ ڈائن غائب ہوگئی۔ انہوں نے شکریہ ادا کیا ابھی چلہ ختم ہونے میں دس منٹ پڑے ہوئے تھے کہ جھیل کے اندر ہلچل مچنا شروع ہوگئی انہوں نے جلدی جلدی وظیفہ ختم کیا اور اپنا اپنا موتی جھیل کے درمیان میں پھینک دیا جھیل میں نہ ختم ہونے والا شور شروع ہوگیا جس سے ان کے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے جھیل میں اچانک روشنی پھیل گئی اور شور تھم گیا انہوں نے دیکھا کہ جھیل کے اندر سے ایک پری باہر نکلی جو پتھر کی بن رہی تھی انہوں نے اپنا چلہ مکمل کر لیا تھا آصف جلدی سے بولا دوستو جلدی کرو اپنے اپنے موتی پھینکو! وہ سب نے بیک وقت موتی پھینک دیئے موتی پھینکتے ہی اس پری کی آنکھیں کھل گئیں اس نے سب کا شکریہ ادا کیا اور کہا آپ لوگوں نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے میرے لیے کیا حکم ہے آصف نے کہا ابھی تم جاؤ اگر ہمیں تمہاری ضرورت ہوئی تو ہم تم کو بلا لیں گے۔ وہ غائب ہوئی تو یہ سب اپنے اپنے خیموں میں واپس آ گئے۔ اور سو گئے۔

چڑیل اب زندہ انسانوں کے پاس جانے سے کترانے لگی تھی کیونکہ اس کے خوف سے سب انسانوں نے تعویذ اپنے گلے میں ڈال لیا تھا وہ جہاں بھی جاتی ناکام لوٹ کر آتی تنگ آ کر اس نے برستان کا رخ کر لیا۔ اور تازہ مردوں کا گوشت کھانے لگی ہر روز کوئی نہ کوئی مردہ دفن ہوتا تھا جس کو یہ قبر سے نکال کر دن کو کھا جاتی تھی۔

آصف کی جب آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی اس نے مزمل کو اٹھایا لیکن وہ نہ جاگا اس نے مزمل کے کان میں چیخ ماری اور کہا آج کی رات آخری رات ہے مزمل ہڑبڑا کر اٹھ گیا اور بوکھلا کر بولا

کون سی آخری رات ہے اوہ اچھا تو یہ ہے تو مجھے ڈرا دیا تھا مزمل نے کہا آؤ یار باہر چلتے ہیں وہ دونوں باہر آ گئے انہوں نے دیکھا کہ بشریٰ اور صبیحہ اقصیٰ اور اقراء کا گروپ باہر بیٹھا ہوا ہے ہلکی ہلکی بارش میں وہ انجوائے کر رہی تھیں انہیں دیکھ کر آصف نے نعرہ لگایا اور کہا واہ بھئی تم لوگ تو انجوائے کر رہے ہو اور ہم سوئے پڑے ہیں۔

صبیحہ نے کہا۔ مجھے تو کہیں سے نہیں لگتا کہ تم لوگ سوئے ہوئے تھے۔

ارے بابا ابھی ہم اٹھ کر آئے ہیں آصف نے کہا تو بشریٰ بولی۔

بھائی جان اب آپ لوگ مذاق چھوڑیں اور یہ

اور اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو بزرگ اس کے سامنے کھڑے تھے انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور گلے سے لگا کر کامیابی پر مبارک باد دی۔ آصف کا خوشی سے لوں لوں کانپ رہا تھا بزرگ نے کہا آؤ بیٹا مردے کو دوبارہ دفن کردیں مردے کو دفن کرنے کے بعد آصف جیسے ہی سیدھا ہوا اس کو صبیحہ کی آواز سنائی دی سب بہت خوش ہوئے مزمل بھاگ کر اس کے گلے سے لگ گیا۔ اور بولا۔

یار میں بہت خوش ہوں۔

بزرگ بولے۔ بیٹا اب تم میں سے کوئی بھی پری سے شادی کر لے۔

آصف بولا۔ بابا جی کوئی بھی اس سے شادی کر سکتا ہے کیا۔

ہاں بیٹا کوئی بھی اس سے شادی کر سکتا ہے۔

اور اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔ قبرستان میں یکدم سناٹا چھا گیا وہ پھر تیزی سے قبرستان سے باہر نکلے اور خیموں کی طرف چل دیئے۔

صبیحہ نے آتے ہی آصف سے کہا۔

بھیا میں پری کو اپنی بھابھی بنانا چاہتی ہوں۔

بشریٰ بولی اگر میں لڑکا ہوتی تو میں اس سے شادی کر لیتی۔

مزمل نے اقراء کی طرف دیکھا اور کہا۔ اقراء میں پری سے شادی کروں۔

اقراء غصہ سے بولی۔ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی اگر پھر سے کہا تو۔

آصف جلدی سے بولا۔ خبردار اگر تم نے اقراء کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو۔

شہباز بولا۔ ٹھیک ہے پھر اس سے شادی کر لیتا ہوں تم لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ اس کی بات سن کر سب نے کہا۔

ہم یہ فیصلہ پری سے کرواتے ہیں کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اتنا کہہ کر سب ہی خیموں سے باہر آگئے اور ایک کھلی جگہ چلے گئے جہاں آصف نے پری کو حاضر کیا۔ وہ نمودار ہوئی اور بولی۔

حکم میرے آقا۔

لالہ تیزی سے بولا پری جی آپ کس سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔ وہ یہ بات سن کر مسکرا دی اور پھر بولی میں تم میں سے اس شخص سے شادی کروں گی جو تم میں سب سے بہادر ہو۔

شہباز بولا میں سب سے بہادر ہوں۔

پری بولی۔ ہاں جانتی ہوں کہ تم بہت بہادر ہوں اسی وجہ سے تم نے تلوار گردن پر رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

لالہ بولا۔ آپ میرے بھائی آصف سے شادی کریں۔ اس کی بات سن کر پری نے ایک نظر آصف کی طرف دیکھا اور کہا۔

پتہ نہیں۔ اس سے پوچھ لو۔

کیا کہا تم نے۔ آصف نے پری کو گھورا۔

پری گھبرائی اور بولی۔ کچھ بھی نہیں۔

آصف مسکرا دیا اور کہا تم پریشان نہ اس بات کا فیصلہ ہم کل کریں گے۔ پری اس کی بات سن کر خاموش ہوئی اور پھر بولی۔

آقا مزمل آپ اپنی آنکھیں بند کریں۔ میں آپ کو کچھ دینا چاہتی ہوں۔

مزمل نے آنکھیں بند کر لیں پری نے کچھ پڑھ کر مزمل کے ہاتھ پر پھونک ماری تو مزمل کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور اس کے ہاتھ سے جڑ گیا۔ مزمل نے آنکھیں کھول دیں اور یہ دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا جیسے پوری دنیا کی خوشیاں اس کو مل گئی ہوں اس کے بعد پری غائب ہو گئی۔ اور سب اپنے خیموں میں چلے گئے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد سب ہی ایک ایک کر کے سوتے چلے گئے صبح صبیحہ نے آصف کے اوپر پانی ڈالا اور کہا۔

بھائی جلدی اٹھو اور پری کو میری بنا دو۔

آصف نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ تم ایک کام کرو۔ مزمل۔ آصف۔ شہباز لالہ جواد اور سب لڑکوں کے نام لکھ کر پرچیاں بنادو۔ صبیحہ نے منہ بنایا اور پھر پرچیاں تیار کرنے لگی جب ساری پرچیاں اس نے تیار کرلیں تو جاکر آصف کو دے دیں آصف نے مزمل لالہ اور شہباز اور راجو کو جگایا اور ان کا باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور اپنے موبائل پر جواد کو فون کیا اور کہا جلدی آؤ سارے دوست حیران ہورہے تھے کہ آصف کیا کرنے والا ہے سب ہی اس کے پیچھے پیچھے کھلی جگہ پر آگئے۔ آصف نے وہاں پری کو بلایا اور اس سے کہا۔

پری جی آپ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں گی۔

اتنی دیر میں جواد بھی آگیا۔ آصف نے کہا آؤ یار بیٹھو تم بھی اور ایک ڈبی میں سے ساری پرچیاں نکال کر سب کے سامنے پھیلا دیں۔ اور پری سے بولا اس پر سب لڑکوں کے نام لکھے ہوئے ہیں تم جو پرچی بھی اٹھاؤ گی اس کی شادی تم سے ہو جائے گی۔ پری نے ایک نظر سب کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے ان پرچیوں میں سے ایک پرچی اٹھائی سب لڑکوں کے سانس رکے ہوئے تھے کہ کس کی پرچی اس کے ہاتھ لگی ہے۔ پری نے پرچی کو کھول دیا اور کہا۔ جواد کون ہے۔

جواد بولا جی میں ہوں۔ پری نے خاموشی سے سر جھکالیا۔ اتنے میں بزرگ محترم بھی آگئے اور بولے ۔ بیٹا آصف تم بہت ہی اچھے ہو اور پھر پری کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹی۔ جواد بہت ہی اچھا لڑکا ہے وہ تم کو بہت خوش رکھے گا یہ کہہ کر بزرگ نے پری کا ہاتھ پکڑ کر جواد کے ہاتھ میں دے دیا۔ یوں اچانک اپنی قسمت کھلنے پر جواد خوشی سے پھولے نہیں سمار ہا تھا۔

آصف نے اٹھ کر جواد کو گلے سے لگایا اور کہا

جواد آج ہم چاروں پری کو آزاد کرتے ہیں اور تم اس سے شادی کرلو

جواد نے کہا۔ اوکے یار میں تیار ہوں۔

پھر جواد کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور پھر ایک دن پری جواد کی دلہن بن کر اس کے آنگن میں آگئی۔ جواد پری کے کمرے میں آیا اور سلام کیا اور کہا۔

تمہارا نام کیا ہے۔

پری نے کہا۔ جویریہ۔

جویریہ بہت ہی خوبصورت نام ہے بالکل آپ کی طرح۔ اتنی بات سن کر وہ شرما سی گئی اور پھر دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے اور پھر ان کا ٹرپ واپس آگیا۔ سب دوستوں کو یہ سفر کبھی بھی نہیں بھولا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ اس غزل کے ساتھ اجازت۔

ہم کر بیٹھے ہیں پیار سجنا
ہم کیا کریں میرے یار سجنا
اب تو دل درد جدائی سہتا نہیں
یہ دل تیرے بن رہتا نہیں
محبت ہماری سچی ہے
عمر ہماری کچی ہے
ہم تم کو جتنا دل سے دور کرتے ہیں
تم خوابوں میں آتے ہو
نیندیں چراتے ہو
ہم کر بیٹھے ہیں پیار سجنا
ہم کیا کریں میرے یار سجنا
جا سجنا ہم تم کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں
ہم اپنے ساتھ یہ عنایت کرتے ہیں
تم ہم کو بھول جاؤ۔ ہم تم کو بھول جاتے ہیں
تم ہم سے ہو جاؤ دور سجنا۔ نہ کر ہمیں مجبور سجنا
ہم کر بیٹھے ہیں پیار سجنا
ہم کیا کریں میرے یار سجنا
آصف علی بھٹی۔ بہاولنگر

اس نے شیطانی طاقتوں کو ملا کر اور جادو سے اس کی دیواروں اور کمروں کو اس طرح بنا دیا تھا کہ اس کے سوا کوئی اس محل کو گرا نہیں سکتا تھا طاقتوں کے بغیر پریوں کا بادشاہ دو دن بھی زندہ نہ رہا۔ ملکہ کو بادشاہ کی موت کا بہت صدمہ تھا ملکہ کو علم تھا کہ کالی جادوگرنی کیا کیا کام کر رہی ہے ملکہ نے پریوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی جان بچانا چاہتی ہیں تو زمین پر اب نہ جائیں اگر کسی پری نے ملکہ کے حکم کی نافرمانی کی وہ پرستان میں نہیں رہ سکتی۔ ایک بوڑھی پری جس نے ملکہ کو جادوگر کا اور اس کی جان والے طوطے کا بتایا تھا اس نے ملکہ کو یہ بھی بتایا کہ کالی جادوگرنی اب اس سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ ضرور لے گی ملکہ کی دو بیٹیاں تھیں دونوں شہزادیاں بہت ہی خوبصورت اور عقل مند تھیں چھوٹی تو بے حد حسین تھی اس کا بدن پھول پتی کی طرح نازک تھا بال لمبے اور سنہرے تھے چہرہ چاند سا اور آنکھیں موتیوں کی طرح چمکدار تھیں چھوٹی شہزادی سارا دن پریشانی میں گھومتی رہتی رنگ برنگے پرندوں اور چڑیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی شہزادی نے زمین اور انسانوں کے بارے میں کئی قصے سن رکھے تھے اس نے اپنی ملکہ سے سن رکھا تھا کہ زمین پر بہت ہی خوبصورت پہاڑیاں ہیں اور بہت سے جانور ہوتے ہیں اور انسان ہوتے ہیں جو بڑے ظالم ہوتے ہیں چھوٹی شہزادی کو بڑا شوق تھا کہ زمین پر جانے اور اس کی سیر سے لطف اٹھائے مگر پریشانی یہ کہ ملکہ نے حکم جاری کیا ہوا تھا کہ کوئی بھی اس دنیا میں نہ جائے۔

آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا اور چھوٹی پری سولہ برس کی ہو گئی تھی وہاں قانون تھا کہ جو بھی سولہ سال کی ہو جاتی اس کی شادی کر دی جاتی بڑی شہزادی کی شادی ہو چکی تھی اب چھوٹی شہزادی کی باری تھی چھوٹی شہزادی ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی وہ زمین کی سیر کرنا چاہتی تھی اور انسان اور جانور دیکھنا چاہتی تھی مگر پابندی کی وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکتی تھی ملکہ نے چھوٹی شہزادی کے لیے شادی کا جوڑا تیار کروایا اور اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں ملکہ کے محل کو خوب سجایا گیا تھا پریوں نے رنگ برنگ کی لالٹینوں اور موتیوں کے ساتھ سجایا ان سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگیں اور یہ منظر بڑا ہی خوبصورت تھا ساری پریاں محل میں جمع تھیں اور گیت گا رہی تھیں چھوٹی شہزادی نے اپنا شادی کا جوڑا پہنا ہوا تھا اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر بوڑھی پری نے پوچھا۔

بیٹا کیا بات ہے۔ ساتھ ہی اس نے شہزادی کو سمجھایا پر شہزادی پر زمین کی سیر کرنے کی ضد سوار تھی آخر کار بوڑھی پری ملکہ کی طرف چلے گئی شہزادی نے موقع پا کر پرواز بھری اور زمین کی طرف چلی گئی شہزادی نے جب زمین کی طرف پرواز کی تو اسی وقت کالی جادوگرنی کو علم ہو گیا کہ کوئی پری زمین کی طرف آ رہی ہے شہزادی نے جب زمین پر موجود پہاڑ سمندر جانور دیکھے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اب شہزادی کے دل میں انسان کو دیکھنے کی چاہت جاگی تو وہ جنگلات میں خوشی خوشی گھوم رہی تھی شہزادی نے کالی جادوگرنی کے محل کو نہیں دیکھا تھا کیونکہ دن کے وقت وہ غائب ہوتا تھا جب شہزادی اس کے محل کے پاس سے گزری تو اچانک کالی جادوگرنی کا ایک غلام عقاب جو محل کی چوکیداری کر رہا تھا اس کے پیچھے اڑنے لگا شہزادی نے جب عقاب کو اپنے پیچھے دیکھا تو خوفزدہ ہو گئی اور تیز تیز اڑنے لگی اس پکڑا پکڑی میں شہزادی نے کالی جادوگرنی کا علاقہ عبور کر لیا۔ عقاب اب اس کے پیچھے نہیں تھا اچانک شہزادی کی نظر ایک عالی شان محل پر پڑی یہ محل بہت ہی خوبصورت تھا یہ سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور سورج کی روشنی میں یہ موتی کی طرح چمک رہا تھا ساتھ ہی شہزادی کی نظر ایک خوبصورت تتلی پر پڑی وہ اس کے پیچھے پیچھے اڑنے لگی اڑتے اڑتے وہ محل کے باغات میں داخل ہوئی

ادھر جب کالی جادوگرنی کو علم ہوا کہ عقاب پری کو پکڑنے میں ناکام رہا ہے تو اس کو انتہائی غصہ آیا اور وہ خود عقاب کے ساتھ پری کی تلاش میں جنگلات کا معائنہ کرنے نکلی عقاب نے کالی جادوگرنی کو بتایا کہ پری یمن کے بادشاہ کے محل میں داخل ہوئی ہے اور وہ اس علاقے میں داخل نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس علاقے میں نورانی طاقتوں والا ایک عالم رہتا تھا یہ عالم کالی جادوگرنی کے سخت خلاف تھا اور یہی کوشش کرتا رہتا کہ وہ اس جادوگرنی کو ختم کرے

جب ملکہ کو شہزادی کے بھاگ جانے کا علم ہوا تو وہ بہت ہی پریشان ہوئی۔ اس کو ڈر تھا کہ کہیں کالی جادوگرنی اس کو پکڑ نہ لے اس نے بوڑھی پری کو بلایا اور کہا۔

وہ حساب لگا کر بتائے کہ شہزادی اس وقت کہاں ہے۔

بوڑھی نے حساب لگا کر بتایا۔ شہزادی یمن کے بادشاہ کے محل کی حدود میں ہے اور کالی جادوگرنی اس کا تعاقب کر رہی ہے

چھوٹی شہزادی پورے باغ میں کھیل کود رہی تھی اچانک اس کو گھوڑوں کے چاپوں کی آوازیں سنائی دیں ان گھوڑوں پر یمن کا شہزادہ زرناب اور اس کے کچھ سپاہی شکار کے لیے نکلے تھے ان کو ان باغات میں کسی غیر معمولی جانور کی آمد کا علم ہوا تھا اس لیے وہ اس کا شکار کرنے آئے تھے پری کھیل میں مشغول تھی اچانک زرناب کو درختوں کے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور ان درختوں کے اندر داخل ہو گیا جب اس کی نظر ایک حسین ہوئی پری پر پڑی تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا چاند کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی چاندنی روشنی میں پری کی خوبصورتی کئی گنا بڑھ گئی تھی شہزادے نے اتنا خوبصورت چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ بے حد خوبصورت اور چمکتا ہوا چہرہ دیکھ کر دنگ رہ گیا واقعی وہ قدرت کا ایک حسین شاہکار تھی شہزادہ اس کی خوبصورتی کا دیوانہ ہو گیا تھا تیز ہواؤں کے دوش اس کے سنہری بال لہرا رہے تھے اس کے پر ان ہواؤں میں اس طرح پھڑپھڑا رہے تھے جیسے کوئی خوبصورت تتلی گلاب کے پھول پر ہو اس کا جسم گلاب کی پتی کی طرح نرم اور ملائم نظر آ رہا ہو جب پری کی نظر شہزادے پر پڑی تو وہ انسان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی جس کو اتنے لمبے عرصے سے تلاش کر رہی تھی وہ اس کے سامنے اچانک سے آ گیا تھا یہ سوچ کر وہ بہت خوش ہوئی پری کی خوبصورتی دیکھ کر شہزادے کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ پری شہزادے زرناب کو دیکھ کر خوش ہوئی اور اس کے پاس گئی اور اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا جب شہزادے نے اس کی جھیل سی آنکھوں کو دیکھا وہ دنگ رہ گیا۔

تم انسان ہو۔ پری نے کہا۔

ہاں لیکن تم پری ہو ناں۔ شہزادے نے کہا

جب شہزادے نے پری کو چھونے کی کوشش کی تو پری پیچھے ہٹ گئی اور بولی۔

مجھے چھونا آسان نہیں ہے پری نے کہا۔

وہ کیوں شہزادے نے پوچھا۔

میں ایک پری ہوں اور تم انسان ہو۔

تمہاری آواز بہت پیاری ہے۔ ایسی ہے جیسے کسی کوئل کی ہو شہزادے نے کہا

شہزادی مسکرائی اور بولی۔ میں پہلی بار کسی آدم ذات سے بات کر رہی ہوں ہمیں اجازت نہیں ہے آدم ذات سے بات کرنے کی پری نے خوبصورت آواز میں کہا۔

میں کون سا ہر روز پریوں میں اٹھتا بیٹھتا ہوں شہزادے نے ہنس کر کہا۔

رات کی تاریکی میں پری کا چمکتا ہوا بدن ایسے نظر آ رہا تھا جیسے کوئی تراشا ہوا ہیرا ہو۔ پری کے بدن کی روشنی کو دیکھ کر کئی جگنو اس کے ارد گرد گھومنے لگے

کوشش کی تلوار نکالنے کی لیکن وہ ناکام رہا وہاں سے
ایک آواز سنائی دی۔
یہ تلوار وہ آدمی نکال سکے گا جو کسی سے سچا پیار کرتا
ہو اب شہزادے زرناب کی باری تھی شہزادے نے
جب تلوار کو نکالنے کی کوشش کی تو ایک عجیب سی روشنی
تلوار سے نکلی اور جب شہزادے نے تلوار نکال لی تو
اس کے اندر سے ایک روشنی نکلی جو اس تلوار کے اندر
جذب ہوگئی۔ تلوار لینے کے بعد شہزادہ زرناب نے
تلوار کو اپنے میان میں رکھا ہوا تھا کوہ قاف کا بھی
راستہ بہت خوفناک تھا یہ خطرناک درندوں اور خونخوار
جانوروں سے بھرا ہوا تھا زہریلے سانپ اس میں بے
شمار تھے شہزادہ اور وزیر احمد بڑی بہادری سے ان کا
مقابلہ کرتے ہوئے اس راستے کو عبور کر رہے تھے
جب وہ کوہ قاف پہنچے تو وہاں سفید سنگ مرمر کا عظیم
الشان محل تھا اس کے مینار آسمان سے باتیں کر رہے
تھے یہ سفید دیو کا محل تھا جو بڑا خوفناک دکھائی دیتا تھا
شہزادہ نے تلوار کے دستے سے دروازے پر دستک دی
تو سفید دیو باہر آیا وہ شکل سے بہت خوفناک نظر آ رہا تھا
اس کے دو بڑے بڑے دانت منہ سے باہر نکلے
ہوئے تھے اس نے گرج کر کہا
اے آدم زاد تو نے میری نیند خراب کی ہے
بتا تجھے کیا سزا دوں۔۔۔ دیو کی آواز یوں تھی جیسے بادل
گڑگڑا رہے ہوں اور ستارے گر رہے ہوں احمد تو
شہزادے زرناب سے چمٹ گیا
شہزادہ نے ہمت بندھائی اور کہا۔ اے سفید دیو
ہم نے سنا ہے تیرے پاس ایسا کوا ہے جس کے بال
سفید ہیں مجھے وہ کوا چاہیے مجھے اس کی ضرورت ہے
اس میں جادوگرنی کی جان ہے میں اس جادوگرنی کو
مارنا چاہتا ہوں۔
سفید دیو یہ سن کر غصہ میں آ گیا اس نے کہا۔ کیا
کہتے ہو میں بیوقوف نہیں ہوں تم یہ چاہتے ہو کہ میں یہ
کوا تم کو دے دوں ہرگز نہیں میں ہرگز نہ دوں گا۔

شہزادے نے پری کا سارا حال اس کو سنا دیا
اور جادوگرنی کے ارادوں کا ایسا نقشہ کھینچا کہ سفید دیو
اس کی بات سننے پر راضی ہوگیا۔ اور کہا میں تم سے
ایک سوال کرتا ہوں اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو
میں وہ کوا تم کو دے دوں گا اگر تم جواب نہ دے سکے تو
میں تم کو ختم کر دوں گا۔
شہزادے نے کہا جیسے آپ کو مناسب لگے۔
سفید دیو بولا میرا سوال یہ ہے وہ کون سا لفظ
ہے جس کو غلط لکھا جائے تو وہ صحیح ہے اور اگر صحیح پڑھا
جائے تو وہ غلط ہے۔
احمد نے کہا ایسا کون سا لفظ ہوگا جس کو غلط
لکھا جائے تو وہ صحیح ہے اور اگر صحیح پڑھا جائے تو وہ غلط
ہے یہ سوال ہی صحیح نہیں ہے سفید دیو نے کہا کہ یہ سوال
وہ سوال ہے جس کے جواب نے ہزاروں کی
جانیں لی ہیں آج تک کسی نے اس کا صحیح جواب نہیں
دیا ہے دیکھتے ہیں تم اس کا کیا جواب دیتے ہو۔
سفید دیو نے ایک گھڑے میں سوراخ کر دیا جو
دروازے کی ایک جانب رکھا ہوا تھا سفید دیو نے کہا
جب تک یہ پانی ختم نہیں ہوتا تم لوگ جواب دے
سکتے ہو اگر پانی ختم ہو گیا تو اس وقت تمہارا جواب
قابل قبول نہیں ہوگا۔ شہزادہ اور وزیر سوچ میں پڑ گئے
اچانک شہزادے کے ذہن پر غلط اور صحیح لکھا اور احمد کو
بتا ان کو پڑھا اس نے دونوں کو پڑھا اور کہا
یہ تو آپ نے ٹھیک لکھا ہے
شہزادے نے کہا تم نے میرا کام آسان کر دیا
ہے ہمیں جواب مل گیا ہے غلط کو اگر صحیح پڑھا جائے تو
وہ غلط ہے اور غلط لکھا جائے تو وہ صحیح ہے
احمد نے کہا اچھا مطلب غلط وہ لفظ ہے جس کو
اگر غلط لکھا جائے تو صحیح لفظ ہے اگر اس کو غلط کہا جائے
تو یہ غلط ہے۔ شہزادے نے زوردار آواز سے کہا اے
سفید دیو اس کا جواب غلط ہے۔
سفید دیو نے کہا بالکل صحیح جواب ہے سفید دیو

نے کو اشہزادے کو دے دیا اب شہزادہ اور احمد واپس اپنے ملک کے لیے روانہ ہو گئے اور اپنے ساتھ جادوئی تلوار اور کو بھی تھا۔

جب کالی جادوگرنی کو اس بات کا علم ہوا تو کہ کوا کسی انسان کے ہاتھ لگ گیا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئی شہزادہ اور احمد چھ دنوں کے بعد اپنے محل میں پہنچ گئے بادشاہ نے شہزادے کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

پرستان کی پری ملکہ اپنی بیٹی کی تلاش میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ زمین پر آئی بوڑھی پری اس کے ہمراہ تھی اس نے اپنے سفید پتھر سے دیکھ کر بتایا کہ چھوٹی پری شہزادی یمن کے ملک کے باغات میں تھی اس کے بعد وہ کہاں گئی ہے یہ پتھر بھی نہیں بتا رہا ہے لگتا ہے کہ وہ کسی جادوئی جگہ پہنچ گئی ہے اس لیے یہ پتھر اس جگہ کا حال نہیں بتا رہا پرستان کی ملکہ نے اب ہمیں یمن کے محل سے باقی کی معلومات حاصل کرنا ہوں گی ملکہ نے اپنے ہوائی گھوڑے اور ڈولی کا رخ یمن کی طرف کرنے کا حکم دیا تمام سپاہی اور بوڑھی پری بھی ان کے حفاظت کے لیے ساتھ موجود تھے اچانک یمن کے محل کے سپاہیوں کی نظر آسمان پر پڑی وہ ہوائی گھوڑے اور ان کے پیچھے موجود ڈولی کو اور ہوائی گھوڑوں پر موجود سپاہیوں کو جو تیر کمان ڈالے ہوئے تھے دیکھ کر پریشان ہو گئے وہ بادشاہ کے پاس گئے اور سارا حال بتایا جو انہوں نے آسمان پر دیکھا تھا اتنی دیر میں وہ ہوائی گھوڑوں والی ڈولی محل کے صحن میں اتری اور اس میں نہایت خوبصورت پروں والی اور اس میں نہایت خوبصورت پروں والی پری نکلی سارے سپاہی اس سے ڈرنے لگے انہوں نے پہلی بار کوئی پری دیکھی تھی پری کے پیچھے سپاہی تھے جنہوں نے تیر کمان اور تلواریں پکڑی ہوئی تھیں وہ سب سیدھا محل کے دربان میں داخل ہونے لگے کسی کی ہمت نہ تھی کہ ان کو روکے بادشاہ تک یہ خبر پہنچی تو وہ خود باہر آیا اور ان کا استقبال کیا۔

اور ان کو اپنے ساتھ دیوان خانے لے گیا ملکہ نے کہا ہماری بیٹی شہزادی کو آخری بار آپ کے محل کے ارد گرد دیکھا گیا ہے اس کے بعد وہ ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے ہمیں بتایا جائے کہ وہ کہاں ہے۔ کسی نے اسے دیکھا ہے یا کسی نے اس کو محسوس کیا ہے شہزادے زرناب کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ پرستان کی ملکہ اور اس کے سپاہی آئے ہیں تو وہ فوراً اپنی آرام گاہ سے نکل کر دیوان خانے کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا ملکہ آپ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں آپ اپنی مرضی کے علاوہ کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوتیں پھر ہم کیسے بتا سکتے ہیں کہ وہ آپ کی بیٹی کو ہم نے دیکھا ہے یا نہیں

ملکہ نے کہا آپ کی بات درست ہے لیکن جو پریاں اس غائب ہونے کے منتر کو بھول جاتی ہیں پھر وہ نظر آ جاتی ہیں۔

شہزادہ زرناب بھی دیوان خانے پہنچ گیا اس نے پری کو سلام کیا ملکہ نے کہا

آپ بوڑھی پری مدد کریں تاکہ ہم آسانی سے چھوٹی پری کو ڈھونڈ سکیں۔۔

بوڑھی پری بولی۔۔۔ ملکہ آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔

ملکہ نے کہا ضرور بتاؤ کیا بات ہے۔

بوڑھی پری بولی۔۔ ملکہ اس محل میں مجھے کالی جادوگرنی کے کوے کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے لگتا ہے وہ اس محل میں کہیں موجود ہے

ملکہ یہ سن کر حیران ہو گئی اور اس نے بوڑھی پری کو کہا کہ بتاؤ کہ وہ کس جگہ موجود ہے۔

بوڑھی پری نے کہا وہ سب سے اوپر والی منزل کے کمرے میں ہے

شہزادے زرناب نے کہا ملکہ عالی وہ کوا میرے پاس ہے۔ اسے میں لے کر آیا ہوں جہاں سے لے کر آیا ہوں یہ ایک لمبی داستان ہے لیکن بوڑھی پری نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ کوا اسی محل میں ہے۔

بوڑھی پری نے کہا وہ کوا ہمیں دے دو شہزادے ہمیں اس کی ضرورت ہے ورنہ وہ کالی جادوگرنی ہماری شہزادی کا قتل کر دے گی ہماری شہزادی کالی جادوگرنی کے محل میں ہے ہم اس کے اردگرد نہیں جا سکتے اگر گئے تو ہمارے پروں کو آگ لگ جائے گی ہمیں آدم زاد کی مدد لینے کی ضرورت ہے

بادشاہ نے کہا ہم اس کوے کو ادھر ہی مار دیتے ہیں تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔

بوڑھی نے کہا۔ نہیں ہمیں اس محل کے سامنے جا کر اس کوے کو گردن سے کاٹنا ہوگا۔ محل کے سامنے کوئی پری نہیں جا سکتی سوائے آدم زاد کے

ملکہ نے بادشاہ سلامت سے کہا ہم سب جانتے ہیں کہ شہزادے زرتاب نے کس طرح یہ کوا حاصل کیا ہے سوائے شہزادے کے اور کوئی میری بیٹی کو بچا نہیں سکتا آپ شہزادے کو ہمارے ہمراہ بھیج کر ہماری مدد کریں

بادشاہ سلامت نے اجازت دے دی بوڑھی پری نے کہا وہ محل رات کے اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب چاند بالکل آپ کے سر پر اور آپ کا سایہ بالکل آپ کے ساتھ ہو

ملکہ نے کہا شہزادے آپ ہماری مدد کے لیے ہمارے ساتھ چلو گے کیا۔

کیوں نہیں ملکہ عالیہ میں ضرور آپ کے ساتھ چلوں گا نہ صرف چلوں گا بلکہ آپ کی پری کو بچانے کے لیے میں اس جادوگرنی سے مقابلہ بھی کروں گا اور اس کا خاتمہ کر کے آپ کی شہزادی کو اس سے رہائی بھی دلواؤں گا۔ ملکہ شہزادے کی بات سنکر بہت ہی خوش ہوئی اس کو یوں لگا کہ جیسے اس کی پری بیٹی اب جادوگرنی کی قید سے رہائی پا لے گی۔ تب وہ بولی۔

شہزادے مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی میں نے تمہیں دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ تم ایک نڈر اور بہادر انسان ہو۔ اور میرا اندازہ بالکل سچ ثابت ہوا ہے۔

رات کو ملکہ نے اپنا ہوائی گھوڑا شہزادے کو دیا تاکہ وہ ان کے ساتھ جلدی پہنچ جائے پرستان کی ملکہ ڈولی میں سوار ہوگئی اور اس کے ساتھ اس کے سپاہی اور بوڑھی پری اور شہزادہ تمام لوگ جادوئی محل کی تلاش کے لیے روانہ ہو گئے

ادھر جادوگرنی کو علم ہو گیا تھا کہ پرستان کی ملکہ زمین پر آگئی ہے وہ بہت پریشان ہوئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ پری اکیلی نہیں ہے اس کے ساتھ ایک بہادر انسان بھی ہے اگر صرف پرستان کی مخلوق ہوتی تو وہ ان کا مقابلہ کر سکتی تھی لیکن ایک انسان کی موجودگی سے وہ کانپ رہی تھی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پلان تیار کر رہی تھی کہ نظریں اس سمت تھیں جس طرف سے وہ سب آ رہے تھے لیکن اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے لیکن پھر یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہوگئی کہ اس کے پاس جنات کی ایک بہت بڑی فوج ہے جو اس انسان کا مقابلہ کر سکتی ہے اگر وہ اس نے ہم پر حملہ کیا تو میں اپنی تمام فوج کو حکم دے دوں گی کہ وہ اس انسان کو مار کر اس کا سر اس کے سامنے پیش کریں۔ وہ پوری طرح خونخوار ہو چکی تھی۔

جب سب لوگ کالی جادوگرنی کے جنگلات میں داخل ہوئے تو جادوئی محل کی گھنٹیاں بجنے لگیں جادوگرنی اسی وقت ساحری جادوگر کے بت کے آگے بیٹھی منتر پڑھتے ہوئے کالے سانپ چاٹ رہی تھی اس کی گود میں مینڈک پھدک رہا تھا۔ اس کے سامنے جادو کا سامان بکھرا ہوا تھا ایک پری کی کھوپڑی میں اس نے خنجر گھونپ رکھا تھا وہ منتر پڑھنے میں مصروف ہی تھی کہ اس وقت اچانک محل کا فرش پھٹا اور ایک خبیث سی چیلا باہر نکلا اور اس نے کہا۔

اے کالی جادوگرنی خطرہ آ پہنچا ہے۔ ایک انسان اس محل کی طرف آ رہا ہے اور اس کے ساتھ پرستان کی ملکہ اور اس کے سپاہی بھی ہیں وہ اس کا قتل اس جادوئی محل کے سامنے کریں گے تو آپ کے

ساتھ ساتھ اس محل کی تمام جادوئی خوبیاں ختم ہو جائیں گی۔ جادوگرنی نے ہاتھ لہرا کر بڑی بھیانک چیخ ماری غصہ سے اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگے۔

وہ کہنے لگی ان سب کو ختم کر دو انکا خون پی جاؤ اور ان سب کی ہڈیاں چبا جاؤ جو مجھے ختم کرنے آ رہے ہیں۔ ایک ایک کو مار ڈالنا۔

طلسمی پتلے نے کہا۔ ہم اس آدم زاد انسان کو نہیں مار سکتے کیونکہ اس کے پاس جادوئی تلوار ہے اگر ہم اسے مارنے گئے تو وہ الٹا ہمیں ہلاک کر دے گا۔

یہ سن کر کالی جادوگرنی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے وہ سوچنے لگی کہ اب وہ کیا کرے گی۔ اس مصیبت سے کیسے جان چھڑائے اسے موت سامنے نظر آنے لگی جادوگرنی سینہ پیٹتے ہوئے دھاڑیں مارنے لگی اس نے اپنے تمام چیلے جمع کئے ان میں لمبے دانتوں والی چڑیلیں بھی تھیں جن کی آنکھیں سرخ تھیں اور ان کے بال لمبے اور سیاہ کالے تھے

جادوگرنی ملکہ ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ آپ کو پریشانی میں دیکھ رہے ہیں۔

ہاں میں بہت ہی پریشان ہوں مجھے خبریں مل رہی ہیں کہ میرے دشمن میرے محل تک پہنچ رہے ہیں اور وہ مجھے جان سے مارنا چاہتے ہیں نہ صرف مجھے مارنا چاہتے بلکہ وہ اس خوبصورت محل کو بھی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔

جادوگرنی ملکہ تو بے فکر ہو جا ہم تیرے دشمنوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے ہم ان کی بوٹی بوٹی کر کے کھا جائیں گے

یہ سن کر بدصورت کالی جادوگرنی کو تھوڑا سا اطمینان ہوا یہ باتیں وہ سب کہہ کر محل سے باہر آ گئے اور ان کی طرف روانہ ہو گئے مسلسل آگے بڑھنے سے انہیں وہ سب نظر آنے لگے جب وہ محل کے دائرے سے باہر آئے تو انہیں شہزادہ اور پری کی ڈولی صاف نظر آنے لگی جب شہزادے اور ملکہ نے جادوگرنی کی فوج دیکھی تو کچھ گھبرا سے گئے۔ کیونکہ ان کے سامنے ایک بہت بڑی فوج تھی۔ فوج تو ان کے پاس بھی تھی لیکن اس کے باوجود جادوگرنی کی فوج ان کو خطرناک دکھائی دے رہی تھی۔ ملکہ نے شہزادے سے کہا۔

شہزادے۔ جادوگرنی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہے۔

ہاں ملکہ میں دیکھ رہا ہوں لیکن میں ان سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ میرے پاس وہ جادوئی تلوار ہے جو ایسی فوج کو ایک منٹ میں ختم کر سکتی ہے۔ شہزادے کی بات سنکر ملکہ کو کچھ سکون ہوا۔

جادوگرنی کی فوج نے سوچا یہ سب تو معمولی سے ہیں ان کا مقابلہ کر کے ان کو مارنا انکے لیے کوئی بھی مشکل کام نہیں ہے جادوگرنی خواہ مخواہ پریشان ہو رہی تھیں ہم ان کا راستہ میں ہی خاتمہ کر دیتے ہیں مشورہ کرنے کے بعد وہ تمام فوج وہ ان کی طرف آگے بڑھے وہیں پر جنگ شروع ہو گئی جو بہت ہی خوفناک جنگ کا روپ دھارنے لگی۔ شہزادے نے اپنی تلوار نکالی اور پرستان کی ملکہ نے اپنی چھڑی اور اس کے سپاہیوں نے اپنے تیر کمان جب شہزادے نے اپنی تلوار چلائی تو اس نے اژدھوں کے سر کاٹے اور بڑی بہادری سے اس نے جنوں کا مقابلہ کیا جبکہ پرستان کی ملکہ نے اپنے گرد ایک دیوار بنائی جس کو توڑ کر کوئی اس پر حملہ نہیں کر سکتا تھا

ملکہ کے سپاہیوں نے جب تیر چلائے تو کچھ جن اور چڑیلوں کے جسم میں سوراخ ہو گئے اور وہ درد سے چلانے لگے اور چیخنے لگے اور چھلنی ہونے لگے انہوں نے بچنے کی بہت کوشش کی جادوئی تلوار سے مگر کامیاب نہ ہو سکے جادوگرنی کے چیلوں کا خاتمہ ایک ایک کر کے ہوتا رہا۔ جو بھی ان کی طرف بڑھتا شہزادے کی تلوار کا نشانہ بن جاتا اور وہیں ڈھیر ہو جاتا اس کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اس کے چیلے مارے گئے ہیں اور وہ گھبرا گئی جادوگرنی پھر سے منتر پڑھنے لگی

پہنچا گئے تب وہ اس کی طرف بڑھا اور کہا اب تم میرے حملے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اتنا کہہ کر اس نے پنجرے میں بند کو اپنجرے سے باہر نکالا اور اس کے سامنے کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گئی اور بولی۔

نہیں آدم زاد نہیں تم ایسا نہیں کرو گے جو مجھ سے مانگو گے میں تم کو دوں گی لیکن تم اس کوے کو کچھ بھی نہیں کہو گے لاؤ یہ کوا مجھے دے دو میں اس کو لے کر بہت دور چلی جاتی ہوں تمہاری پری کو بھی آزاد کر دیتی ہوں لاؤ یہ مجھے دے دو۔

تمہیں دے دوں۔ ہرگز نہیں۔

چاند بھی سر پر آ گیا تھا اس نے جلدی سے کوے کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا اس کے ساتھ ہی خوفناک چیخ جادوگرنی کے منہ سے نکلی اور وہ دھواں بن کر غائب ہو گئی اس کی راکھ زمین پر رہ گئی اب شہزادہ جلدی سے محل کے اندر گیا اور ہر کمرے میں پری کو تلاش کرنے لگا جب جن کو اس بات کا علم ہوا کہ اس کی ملکہ جادوگرنی مر چکی ہے تو وہ غصے سے دھاڑتا ہوا باہر نکلا جن کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے وہ بڑے غصہ میں تھا۔ اس نے چھوٹی پری شہزادی کو اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑ کر شہزادے سے لڑنے کے لیے آیا وہ تلوار بڑی تیز تھی جن گرج کر بولا

اے انسان تو نے ملکہ جادوگرنی کو مار ڈالا ہے وہ ہماری ملکہ تھی اب میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاؤں گا تو معمولی سا انسان ہے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

جن نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اس سے پری ڈر گئی مگر شہزادے نے پھرتی سے تلوار نکالی اور بولا او بدبخت خونی جن تو اپنی جان کی خیر منا۔

جن یہ سن کر بپھر گیا اور بولا۔ تم معمولی سا انسان مجھے مارے گا۔ دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں اتنا کہہ کر وہ شہزادے کی طرف تیزی سے آیا لیکن شہزادے نے تلوار کا رخ اس کی طرف کر دیا تلوار سیدھی اس کے پیٹ میں گھس گئی ایک ہولناک چیخ اس کے منہ سے نکلی سارا محل کانپ گیا پری شہزادی جن کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر گر گئی جن تڑپتا ہوا مر گیا پھر تھوڑی دیر تک خوفناک چیخوں نے محل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور محل اس کی آواز سے گونج اٹھا شہزادے نے پری شہزادی کا ہاتھ تھاما اور محل سے باہر نکل آیا دونوں ملکہ کے پاس آ گئے ملکہ نے جب اپنی چھوٹی بیٹی کو زندہ دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئی ملکہ نے شہزادے کو اس کی بہادری پر شاباش دی اور کہا

بیٹا اس بہادری پر تم کو کیا انعام دوں

شہزادے نے ایک پیار بھری نظر پری کی طرف دیکھا اور کہا۔

ملکہ اگر آپ مجھے انعام دینا ہی چاہتی ہیں تو پری کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

ملکہ خوش ہوئی کیونکہ وہ اسے بھی پسند تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی بیٹی کو بھی وہ شہزادہ بہت پسند ہے وہ خوش کیوں نہ ہوتی۔ بولی۔

ٹھیک ہے شہزادے ہم تمہیں وہی انعام دیں گے جو تم نے ہم سے مانگا ہے لیکن اس کے لیے تم کو ہمارے ساتھ پرستان چلنا ہو گا۔

ہاں پری ملکہ میں پری کو اپنانے کے لیے پرستان جانے کے لیے تیار ہوں۔

وہ اس کو لے کر پرستان پہنچ گئے جہاں ایک بہت بڑا جشن ہوا ہر طرف رنگ برنگی پریاں ناچ رہی تھیں گا رہی تھیں وہ بہت خوبصورت دن تھا جو شہزادہ دیکھ رہا تھا وہ اپنے آپ پر فخر کر رہا تھا۔ اور پھر شہزادے اور پری کی شادی کر دی گئی۔

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ میں انتظار کروں گا۔

وادی المرگ کا یادگار سفر

۔۔تحریر۔ عثمان بلوچ۔ بہاولپور۔

میں اب سب شیطانی طاقتوں کا سردار ہوں میں بہت عرصے سے انسانی خون کی تلاش میں تھا ۔آج میری خواہش پوری ہو گئی میں تمہارے خون کو پی کر اپنی خشک رگوں کو تر کروں گا۔ بابابا ۔میں تم کو نہیں چھوڑوں گا اور ساتھ ہی اس نے اپنے منہ سے ایک آگ کا گولا ان کی طرف پھینکا جو پہاڑ کے دامن میں گرا اور جس سے پر موجود تھے آگ کا گولا اب پہاڑوں کی طرف ان کی طرف پیش قدمی کرنے لگا رفتہ رفتہ وہ درمیان تک پہاڑ تک آ پہنچا عجیب کیفیت تھی فضا میں سردار جن کا شور برپا تھا بد بو کے سبب آ رہے تھے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے پھر غضب یہ کہ نیچے چاروں طرف آگ اور پہاڑ کے اوپر فقط دو انسانی جسم۔ دیکھنے کو عجیب منظر تھا جوں جوں آگ قریب آ رہی تھی دونوں کی زبانوں پر ورد بھی اسی رفتار سے تیز ہو رہا تھا اب آگ ان کے اتنے قریب آ چکی تھی وہ ان کے جسم کے بال آگ کی تپش کی وجہ سے جل رہے تھے حرارت اتنی زیادہ تھی کہ جسم پگھل رہے تھے پورا پہاڑ آگ کا آلہ بن چکا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراونی کہانی۔

شام ہوتے ہی آسمان پر گہرے سیاہ بادلوں نے ڈیرے جما لیے تھے ہر طرف خاموشی ہر طرف سبک رفتار سواری کی مانند چھپ رہی تھی شریر گرم ہوائیں بھی ہو سوتا ہوا بے نیام کی طرح چل رہی تھی چار سو ہو کا عالم تھا اسی اثنا میں گاؤں کے رہائشی جلدی سے اپنے اپنے کاموں کو نمٹا رہے تھے ہر فرد کی کوشش تھی کہ جلد از جلد اپنے کاموں کو مکمل کر کے پرسکون نیند سے لطف اندوز ہو سکے لیکن یہ شام گذشتہ شاموں کی طرح نہیں تھی لوگوں کو کیا معلوم کہ یہ شب ہم پر عذاب بن کر مسلط ہو گی ان کو کیا معلوم تھا کہ نیند کی گہری وادی میں شور مچا جانے والے آج کی شب وبال کی سختیاں جنہیں کہ ان کو کیا معلوم تھا کہ پر لطف خوابوں سے سرور حاصل کرنے والے خوف کی زنجیروں میں جکڑ دیئے جائیں گے۔

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اندھیرا بھی بڑھتا گیا گھروں سے باہر گئے ہوئے لوگ بھی اپنے گھروں کو لوٹ آئے تھے کہ دفعتاً بستی والوں کی چیخوں سے فضا گونج اٹھی پرسکون رات پرسوز شور میں تبدیل ہو گئی لوگ اپنے گھروں سے نکل کر بڑے میدان میں جمع ہو چکے تھے فضا میں جگہ جگہ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے لوگ آپس میں اس اچانک آنے والی مصیبت پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے کسی کو بھی یہ معاملہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہاں تک کہ استاد صاحب اور میاں شاہ رکن جو کہ ان کو پریشان بہت بنے ہوئے تھے بستی کے چند سرکردہ لوگ

استاد صالح نے لوگوں کو بتایا کہ میں ابھی تک معاملے کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکا ہوں ہاں اتنا مجھے معلوم ہے کہ یہ شیطانی طاقتیں ہیں جو گاہے بگاہے انسانوں کو تنگ کرتی رہتی ہیں استاد صاحب نے لوگوں کو تاکید کی کہ جس کو قرآن پاک کی جو آیت یاد ہو وہ اس کا ورد کرتا رہے اللہ تعالیٰ بہتری والا معاملہ فرمائیں گے۔

استاد صالح کی بات سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے لیکن وہ خوف کے مارے سو نہ سکے صبح ہوتے ہی لاؤڈ سپیکر میں ایک اعلان ہوا جس نے لوگوں کی رہی سہی طاقت کو بھی چھین لیا

حضرات بہت ہی افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ استاد نیک بخت اس دنیا فانی سے وفات پا چکے ہیں۔

یہ اعلان سننے کی دیر تھی کہ پورے گاؤں میں صف ماتم بچھ گئی ہر آنکھ اشکبار تھی لوگ ایسے بے حال ہو رہے تھے کہ جیسے ان کے سر سے کسی انتہائی شفیق ہستی کا سایہ اٹھ گیا ہو اب استاد صالح اور میاں شاکر بھی اپنے استاد کی طرف سے وفات سے دو دن پہلے کی گئی وصیت کرنا چاہتا ہوں استاد نیک بخت نے شاگردوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

جی جی استاد محترم ہم آپ کی وصیت کو ضرور پورا کریں گے اور اسکو پورا کرنے میں اپنی ہی خوش قسمتی سمجھیں گے استاد صالح اور میاں شاکر نے یک زبان ہو کر عرض کی۔

بات یہ ہے کہ میری وفات کے بعد تم دونوں کو وادی المرگ جانا پڑے گا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ شیطانی طاقتیں جو میں نے وادی المرگ سے قید کر رکھی تھیں میری وفات کے بعد لوگوں کو تنگ کریں گی اور نہیں نقصان پہنچائیں گی اس لیے تم لوگ وہاں جا کر انہیں دوبارہ قید کر لینا۔ بیٹو یاد رکھو اگر تم لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرو گے تو خدا تم پر مہربان ہوگا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے استاد نیک بخت کے لہجے میں کپکپاہٹ اتر آئی تھی۔

استاد جی انشاءاللہ ہم ایسا ہی کریں گے اور آپ کی وصیت کو پورا کر کے لوگوں کو ضرور فائدہ پہنچائیں گے استاد صالح نے ادب سے جواب دیا۔

دو دن کی علالت کے بعد استاد نیک بخت اس دارفانی سے کوچ کر گئے وہ واقعی اسم بامسمیٰ تھے یعنی نیک بخت ان کی وفات پر ہر آنکھ اشکبار تھی ان کے چہرے پر نور کو دیکھ کر ہر آنکھ رشک کر رہی تھی غم سے نڈھال لوگ بے قابو ہو رہے تھے صالح اور شاکر کی حالت بھی غیر تھی تین دن کے سوگ کے بعد شاکر اور صالح اپنے گھروں کو واپس آ گئے حالات معمول پر آنے کے بعد دونوں اپنے علاقے میں استاد کی وراثت کے لیے مصروف عمل ہو گئے قصبے کی آبادی چونکہ کافی تھی اس لیے بہت جلد انہوں نے مقبولیت حاصل کر لی۔ اور اپنے اخلاص کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے ان کے گرد کا ایک جم غفیر ہو گیا

میاں شاکر کا ایک بیٹا تھا جس کا نام زاہد تھا اسی طرح صالح کی ایک بیٹی تھی جس کا نام

سمیرا تھی استاد صاحب چونکہ اپنے علم کی بدولت میاں شاکر سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے اکثر اوقات میاں شاکر ہی استاد صاحب کے پاس آتے جاتے رہتے تھے دونوں کی آپس میں بہت گہری دوستی تھی۔

ایک دن میاں صاحب نے اپنے بیٹے کو کہا

آپ کے چچا صاحب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں کبھی میرے ساتھ چلو اور ان سے ملاقات کریں

ٹھیک ہے ابو جی کل جب آپ جائیں گے تو مجھے بھی ساتھ لے جائیے گا۔

زاہد نے کہا اگلے دن پہلے پہر باپ بیٹا استاد صاحب کے گھر جا پہنچے۔

واہ شاکر آج تو اپنے چاند سے لعل کو بھی اپنے ساتھ لے آئے استاد صاحب نے پرتپاک استقبال کرتے ہوئے کہا۔

بس جی میں نے سوچا کہ آج بھائی کی خواہش کو پورا کر ہی دوں میاں شاکر نے کہا۔

بیٹے ہو بیٹا آؤ بیٹھو

شکریہ انکل میں ٹھیک ہوں زاہد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

بیٹی سمیرا استاد نے پکارا۔

جی ابا جی۔ سمیرا تیزی سے آتے ہوئے زاہد کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے جھجکی پھر شرماتے ہوئے سلام کیا اور استاد صاحب کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی

بیٹی یہ آپ کے چچا میاں شاکر اور یہ ان کے بیٹے ہیں زاہد ان کی خاطر تواضع کرو ۔ ابو جی نے حکم دیا زاہد نے سمیرا کو کن انکھیوں سے دیکھا تو سمیرا تو دھیرے سے مسکرا کر واپس چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹرے ہاتھ میں لیے نمودار ہوئی زاہد نے اپنی نظر اٹھا کر دیکھا تو نشیلی آنکھوں والی خوبصورت نینوں والی ایک پیاری سی گڑیا اس کے سامنے موجود تھی اور زلف عنبریں اس کے رخسار سے اٹھکیلیاں کر رہی تھی حیا کے مارے اس کے گلابی رخسار سرخ ہو چکے تھے زاہد بیچارا تو دیکھتے ہی پہلی نظر میں دل ہار بیٹھا۔ اور اپنی نگاہوں کو اس کے جادوئی حسن سے ہٹانا بھول گیا۔

واپس آنے کے بعد کئی دنوں تک سمیرا کا معصوم سا چہرہ اس کے ذہن میں گھومتا رہا پھر تو استاد صاحب کے گھر اس کا آنا جانا گویا معمول بن گیا اب تو دونوں کے درمیان کافی حد تک بے تکلفی بڑھ گئی تھی گویا کہ سمیرا زاہد کی زندگی بن گئی تھی۔

وقت کی فطرت ہے گزرنا یہ روکنے سے رکتا نہیں تھمنے سے تھمتا نہیں ایک وقت آیا جب استاد صاحب کسی ضروری کام کی وجہ سے دوسرے شہر جانا پڑا جہاں وہ چار دن رکے رہے اسی دوران سمیرا کے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کسی کے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو جانے گا ہوا یہ کہ استاد صاحب کو گئے ہوئے پہلا دن تھا۔

ادھر آدھی رات کے قریب کا وقت تھا تو سمیرا کے کمرے سے دلدوز چیخیں سنائی دیں جس نے دور دور تک لوگوں کو جگا دیا۔ سمیرا کی ماں فاطمہ ننگے پاؤں سمیرا کے کمرے کی طرف بھاگیں فاطمہ جب پہنچی تو بیٹی کا دل دہلا دینے

والا منظر سامنے تھا پسینے سے شرابور بال بکھرے ہوئے دوپٹہ غائب خوف سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں چہرے پر ہوائیاں اڑتی ہوئیں عجب حالت سے دوچار سمیرا سوچوں میں گم تھی

میری پیاری بیٹی میری جان وجگر کیا بات ہے کیا ہوا ہے کس نے تمہاری یہ حالت کی۔

پریشان ماں نے آتے ہی کئی سوال کر ڈالے۔ لیکن مجال ہے کہ سمیرا پر کوئی اثر ہوا ہو وہ تو جیسے مٹی کی دیوار ہو بیٹی بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے ماں نے سمیرا کے کندھے سے پکڑ کر زور سے جھنجوڑا۔

ہاں۔۔ نن۔۔ نہیں کچھ نہیں امی نے کچھ نہیں ہوا سمیرا نے ایک دم چونکتے ہوئے کہا۔

کیا چیخوں سے ساری بستی کو سر پر اٹھایا ہوا تھا اور کہتی ہو کچھ نہیں ہوا اپنی حالت تو دیکھو۔ ماں فاطمہ نے کہا۔ چلو بتاؤ شاباش۔ فاطمہ کے لہجے میں منت وسماجت اتر آئی تھی۔

امی میں سوئی ہوئی تھی کہ دفعتاً مجھے محسوس ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور کوئی اندر آیا ہے میں اپنا وہم سمجھ کر توجہ نہ دی لیکن کچھ ہی دیر بعد قدموں کی واضح چاپ سنائی دی اب کی بار میں نے آنکھیں کھولیں تو ۔۔ امی۔۔ امی۔ وہ فاطمہ سے لپٹ کر بچوں کی طرح رو پڑی۔

فاطمہ سمجھ گئی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے کیونکہ استاد صاحب کے ساتھ اس نے زندگی گزاری تھی اور اس کے سامنے اس طرح کے کئی واقعات پیش آتے تھے لیکن پھر اس نے پوچھا۔

بیٹی بتاؤ تو سہی پھر کیا ہوا۔

امی کیا بتاؤں وہ ایک بہت بڑے جسے والا دیو قامت جن تھا جس کا سارا جسم سیاہ بالوں سے بھرا ہوا تھا منہ میں سے دو لمبے باریک دانت نکلے ہوئے تھے اس کی آنکھیں گویا انگارے تھے اتنی مکروہ شکل میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اس نے میری طرف انگلی سے اشارہ کیا تو میرے جسم میں آگ لگ گئی سمیرا نے سارا واقعہ تفصیل سے بتایا۔

بیٹی اس نے تم سے کوئی بات بھی کی۔ فاطمہ نے پوچھا۔

ہاں۔۔ اس نے کہا تھا کہ استاد نیک بخت نے ہمیں بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں ہمیں جلایا اور وادی امرگ سے ہمیں قید کرلیا لیکن اس کے مرنے کے بعد اب ہم آزاد ہیں بابابا۔ بابابا ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں بابابا۔ سمیرا نے جواب دیا۔

چلو بیٹی اٹھو وضو کر کے دو نفل پڑھو اللہ سب بہتر فرمائیں گے آپ کے والد صاحب جب تک نہیں آتے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ فاطمہ نے کہا سمیرا اٹھ کر وضو کرنے چلی گئی ماں نے بھی وضو کیا اور دعا میں مصروف ہوگئی۔

استاد صاحب کو گئے ہوئے دو دن بیت گئے تھے اگلے دن سمیرا اور زاہد کی ملاقات ہوئی آج کیا بات ہے بجھے بجھے سے انداز میں جناب کے زاہد نے سمیرا کی آنکھوں میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نہیں زاہد کوئی خاص بات نہیں ہے سمیرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن دل کو دل سے

راہ ہوتی ہے زاہد نے محسوس کر لیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے پھر خوبصورت چہرے پر دھنک کے رنگوں کی جگہ کیوں غموں کی دنیا نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں

پلیز بتاؤ ناں کیا ہوا ہے زاہد نے منت بھرے انداز میں کہا۔ یہ غموں کا حصار بھی عجیب ہوتا ہے جو اپنوں سے بات ہوتے ہی ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے سمیرا کا غم بھی اشکوں کی صورت میں بہنے لگا پھر کیا تھا زاہد جو پہلے ہی پریشان تھا سمیرا کے آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھا اور کہنے لگا۔

پلیز سمیرا تمہیں پتہ ہے تمہارے آنسو میرے ہاں کتنے قیمتی ہیں پلیز ایسا نہ کرو میری جان نکل جائے گی اصل بات بتاؤ۔

سمیرا نے سارا واقعہ دہرایا جو گذشتہ رات اسے پیش آیا تھا۔

تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا سب ٹھیک ہو جائے گا سمیرا تمہاری زندگی مجھے بہت عزیز ہے تمہیں کھونے سے پہلے میں خودکشی کرلوں گا ۔زاہد نے جذباتی کیفیت میں کہا۔

اس واقعہ کے بعد سمیرا کے حالات پہلے جیسے نہیں رہے تھے ہنستی مسکراتی سمیرا اب خوف کے مارے ہر وقت سوچوں میں گم رہتی اس کے گلابی رخساروں سے تمازت غائب ہوگئی تھی نشیلی آنکھیں آنسوؤں کی جھیل بن چکی تھیں ۔فاطمہ اس کی یہ حالت دیکھ کر دل میں کڑھتی رہتی آخر پریشان کیوں نہ ہوتی کیونکہ تیسرے دن پھر وہی واقعہ پیش آیا تھا اس بار تو سمیرا بے ہوش ہوگئی تھی۔حالت ابتر سے ابتر ہوتی جا رہی تھی ابرار استاد صالح گھر پہ موجود ہوتے تو پھر بھی مسئلہ حل ہو جاتا وہ جس مریض کے علاج کے لیے گئے ہوئے تھے وہ بھی موت کی کشمکش میں مبتلا تھا اس لیے ان کا اس حالت میں واپس آنا کافی دشوار تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا توں توں پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا خدا تعالیٰ کا کرم ہوا کہ چوتھے دن کی دوپہر کا وقت تھا استاد صالح واپس گھر آئے سمیرا کی حالت تو پہلے ہی خراب تھی باپ کو دیکھتے ہی گلے لگ کر رو پڑی استاد صالح نے جب دونوں ماں بیٹی کو پریشانی کی حالت میں دیکھا تو پوچھا۔

آخر ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ گے تو مجھے بھی پتہ چلے گا استاد صاحب نے بیٹی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔فاطمہ نے ہمت کی اور ان کی غیر موجودگی میں جو کچھ ہوا تھا لفظ بلفظ بتا دیا۔

واہ واہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے میری زندگی میں تو کئی ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ بیٹی دیکھنا اب میں اس خبیث الفطرت کا کیسے علاج کرتا ہوں استاد صاحب کے آنے سے گھر والوں کو بہت حد تک تسلی ہو چکی تھی۔

اگلے دن استاد صالح نے اپنے جگری دوست میاں شاکر کو فون پر ساری بات بتائی اور انہیں اپنے گھر آنے کو کہا میاں صاحب اگلے دن صبح سویرے بیٹے زاہد کے ساتھ آ پہنچے میرے خیال میں اب زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیے جتنا جلد ہو سکے اس معاملہ کو رفع دفع کر دینا چاہیے استاد صاحب نے میاں صاحب اور زاہد سے حال چال پوچھنے کے بعد کہا۔

بالکل صالح ایسا ہی کرنا چاہیے۔ میاں شاکر نے تائیداً کہا زاہد کی دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز ہو رہی تھیں ماتھے پر پسینے کی بوندیں اس کے دل کی حالت کا منہ بولتا ثبوت تھے لیکن چونکہ ان سب مراحل سے گزر رہا ہے اور سمیرا کو خوشی ملنے کی امید تھی اس لیے وہ چپ رہا۔

بیٹا آپ نے چاچو سے تو مل لیا ہے اس لیے اب آپ گھر چلے جاؤ میاں صاحب نے بیٹے کو کہا زاہد کو با دل ناخواستہ گھر جانا پڑا۔

استاد صالح میرے ذہن میں ایک بات آ رہی ہے اگر مناسب سمجھو تو عرض کروں میاں شاکر نے پوچھا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں یقیناً وہ بات ہمارے لیے یکساں مفید ہوگی بتاؤ۔

استاد صالح نے جواب دیا بات یہ ہے کہ یہ جن مجھے بڑا طاقتور معلوم ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم اس کے ذریعے اپنے استاد مرحوم کی وادی المرگ جانے والی وصیت کو پورا کر دیں میاں شاکر نے پوچھا۔

یہ تو آپ نے بہت ہی اچھا مشورہ دیا ہے ہم ایسا ہی کریں گے اور اگر خدا نے چاہا تو ہم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے استاد صاحب نے جواب دیا اس گفتگو کے بعد انہوں نے سمیرا کو ایک کمرے میں بلا لیا اور دونوں نے وضو کیا اور سمیرا سے بھی وضو کروایا کمرے کے درمیان میں تین کرسیاں رکھ دی گئیں تینوں کرسیوں کے ارد گرد ایک حصار کھینچ دیا گیا سمیرا کو سامنے والی کرسی پر بیٹھایا گیا بیٹی سمیرا اپنے دل کو مضبوط رکھنا اور جو کچھ بھی ہو جائے اس حصار سے نکل کر باہر بالکل نہ جانا یہ سایہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا استاد صالح نے بیٹی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

استاد صالح نے میاں شاکر کو اشارہ کیا تو دونوں اپنے منہ میں آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑانے لگے تینوں کی آنکھیں بند تھیں زبان پر ورد جاری تھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سمیرا کے بدن میں حرکت ہونے لگی اور اس کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کسی نے مضبوطی سے اس کے جسم کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اس کو اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئیں لیکن اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا استاد صالح نے جب بیٹی کی حالت دیکھی اور اس کے منہ سے جھاگ کا سیلاب امڈتے ہوئے دیکھا تو فوراً اس کی دائیں ہاتھ کی نبض کو مضبوطی سے پکڑ لیا نبض پکڑنے کی دیر تھی کہ اچانک کمرے میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ساتھ ہی ایک مکروہ شکل کا عظیم حبشہ اس کے سامنے نمودار ہوا اس کے جسم پر لمبے لمبے سیاہ بال ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑے بڑے آنکھیں انگاروں کی مانند دہکتے ہوئے نظر قد اور دانت بڑے بڑے اور لمبے لمبے تھے اس کی مکروہ شکل و صورت دیکھ کر کمرہ پورا مکروہ بو سے بھر چکا تھا اور یہ تو استاد اور میاں شاکر کا حوصلہ اور صبر تھا کہ اپنے آپ کو بھی ثابت قدم رکھا اور سمیرا کو بھی۔

تم لوگ مجھ سے چھیڑ خانی مت کرو ورنہ تم سب کو زندہ کھا جاؤں گا ہیولے سے رعب دار آواز آئی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے گلے میں لاکھوں ساؤنڈ سپیکر لگے ہوئے ہوں۔

ہم لوگ نہ تیری اس مکروہ شکل سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی تیرے مکروفریب سے ہمیں تباہ کرنے والے تو خود تباہ ہو جائے گا استاد صالح نے کہا

آخر تم چاہتے کیا ہو۔ میاں شاکر نے جن کو مخاطب کیا۔

میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو برباد کرنا چاہتا ہوں تمہارے استاد نے ہمیں قید رکھا تھا آج ہم آزاد ہیں جو مرضی چاہیں کر سکتے ہیں ہیولے نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

چلو پھر تم اپنا کھیل شروع کرو ہم اپنا کھیل شروع کرتے ہیں استاد صالح نے کہا ۔اور ساتھ ہی میاں کو بھی کارروائی شروع کرنے کا اشارہ کر دیا سمیرا کی آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھی ڈر کے مارے اس نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا تھا جوں ہی استاد صالح نے اور میاں نے ورد شروع کیا جن حصار سے باہر کمرے میں چاروں سمت گھومنے لگا چیخوں کا مسلسل اور نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ تھا جو پورے گھر پر حاوی تھا تھوڑی دیر بعد بارش کے ساتھ سخت آندھی شروع ہوگئی کھڑکیاں اور دروازے آپس میں زور زور سے بجنے لگے ایسا لگ رہا تھا جیسے پورا گھر سخت طوفان کی زد میں ہو جن حصار کے چاروں طرف ایسے گھوم رہا تھا جیسے چکی کا پاٹ تیزی سے گھومتا ہے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ چھت سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں جگہ جگہ خون گر رہا تھا جن سے لکیریں سی صورت میں حصار کی طرف دوڑتا لیکن حصار میں داخل نہیں ہو سکتا تھا استاد صالح نے میاں شاکر کو ورد بدلنے کا اشارہ کیا ورد کا بدلنا تھا کہ ۔ چاروں طرف سے سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے یہ سب کچھ ان کو ڈرانے کے لیے تھا لیکن یہ تینوں گویا پختہ پہاڑ تھے اور ہوتے کیوں نہ ساری زندگی گزری ہی اسی کام میں تھی کچھ وقت گزرا تو استاد صالح نے ورد بدلتے ہوئے آخری فیصلہ کن حملہ کیا اس ورد کا شروع کرنا تھا کہ جن کی تیزی میں کمی آگئی ہوا اور بارش کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا،

استاد صاحب نے میاں کو مسکرا کر دیکھا جو اس بات کی علامت تھی کہ کامیابی قریب ہے تھوڑی دیر میں وہ عظیم الجثہ جن تینوں کے سامنے رسیوں میں جکڑا ہوا کراہ رہا تھا جن کے قید ہونے تک استاد صاحب نے سمیرا کی نبض کو نہیں چھوڑا نبض چھوڑتے ہی وہ غائب ہو گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید ہو گیا۔ یہ کام مکمل ہوا تو سب نے سجدہ شکر ادا کیا۔ سمیرا اور فاطمہ کی خوشی کی انتہا نہیں تھی اس اپنا جسم ہلکا محسوس ہو رہا تھا اب تو سمیرا کی جوانی میں بھی نکھار آ گیا تھا ظالموں سے چھٹکارا حاصل ہوتے ہی اس کی زندگی جنت نما بن گئی تھی۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا تھا اسی رات فاطمہ نے استاد محترم سے کہا۔

میرا خیال ہے کہ سمیرا اور زاہد ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اگر یہ رشتہ ہو جاتا ہے تو آپ کی رائے ہوگی۔

ہاں آپ نے بالکل سچ کہا ہے واقعی سمیرا اور زاہد ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن ہم اس کام سے پہلے اپنے استاد کی وصیت کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور اب موقع بھی ہے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم ضرور میاں شاکر

سے اس موضوع پر بات کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دل وجان سے اس رشتے پر راضی ہو جائیں گے استاد صاحب نے جواب دیا۔ اگلے دن استاد صالح نے میاں شاکر کو فون کرکے اپنے پاس بلا لیا۔

میرا خیال ہے اب ہم اس خطرناک کام کا آغاز کردیں جس کے بارے میں استاد صاحب نے وصیت کی تھی آپ کا کیا خیال استاد صالح نے میاں شاکر سے پوچھا۔

جی بالکل درست فرمایا آپ نے ہمیں آج ہی اس کام کا آغاز کردینا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ طاقتیں کسی اور کو نقصان پہنچالیں میاں صاحب نے جواب دیا۔

مجھے آپ سے یہی امید تھی چلو اس بدبخت رام لال کو حاضر کرتے ہیں رام لال قید شدہ جن کا نام تھا اور اس سے پوچھتے ہیں وہ اس بارے میں کیا کہتا ہے استاد صالح نے کہا اور اس کے ساتھ ہی موکلات کا حاضر ہونے کا خاص ورد پڑھنا شروع کردیا۔

جی میرے آقا میں حاضر ہوں حکم فرمائیں کمرے میں رام لال کی آواز گونجی

دیکھو جو میں تم سے پوچھوں اس کا صحیح جواب دینا ہے اگر غلط جواب دیا تو تمہیں جلا کر راکھ کردوں گا۔ استاد صالح نے رام لال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جی پوچھئے حضور میں سچ ہی بولوں گا رام لال نے جواب دیا۔

ہم وادی المرگ جانا چاہتے ہیں اس سلسلے میں تم نے ہماری مدد کرنا ہوگی استاد صاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

کیا وادی المرگ۔۔نہیں حضور نہیں آپ وہاں نہیں جاسکتے کبھی بھی نہیں رام لال نے تعجب کرتے ہوئے کہا۔

میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا مجھے بس ہاں یا ناں میں جواب چاہیے استاد نے کہا۔

اگر میں آپ کے تابع نہ ہوتا تو کبھی بھی ہاں نہ کرتا پر کیا کروں اب تو میں مجبور ہوں رام لال نے جواب دیا۔

اور اس سفر میں ہماری خوراک وغیرہ کی ذمہ داری بھی تجھ پر ہوگی استاد صاحب نے ایک اور حکم عائد کردیا۔

قبول ہے حضور لیکن اس سے پہلے کہ آپ جانے کے لیے تیار ہوں میں آپ کو یہ بتادوں کہ آپ لوگوں کو بہت سے جان لیوا کٹھن مراحل سے گزرنا ہوگا ایسی طاقت سے واسطہ پڑے گا جن کا آپ نے پہلے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ رام لال نے عرض کی۔

ہمیں خدا کی ذات پر کامل یقین ہے کہ وہ ہمیں ضرور کامیاب کرے گا اور ان کو بھی ہمارے ذریعے سے ضرور قید کروائے گا جیسا تم ہوئے ہو۔ استاد صاحب نے جواب دیا۔

ایک دن بعد دونوں حضرات نے اپنے ساتھ ضروری ہتھیار اور سامان لیا اور اس پر خطہ وادی کی طرف جانے کے لیے تیار ہوگئے زاہد اور اس کی والدہ حمیرا اور فاطمہ نے دعاؤں کے ساتھ اور پرنم آنکھوں کے ساتھ دونوں کو روانہ کیا فاطمہ نے کہا۔

اگر آپ دونوں کچھ ہوگیا تو ہمارے ساتھ کیا بیتے گی آپ لوگوں کو اس موقع پر ہماری ڈھارس بندھانی چاہیے۔

بس آپ لوگ دعا کریں ہمیں انشاء اللہ کچھ بھی نہیں ہوگا استاد صاحب نے جواب دیا۔

اس کے بعد دونوں نے ایک ٹیکسی لی اور رام لال کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے کافی دیر بعد شہر کے آخری حصے میں پہنچے وہاں سے ٹیکسی والے کو واپس بھیجا اور اپنی اصل منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے اس قصبہ کے اختتام پر آگے ریت کے لمبے لمبے میدان تھے قد آور ٹیلے پر سو ہو کا عالم نہ بندہ نہ بندے کی ذات صحرا ایک عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ یہی صحرا تھا جو انسان کو پیاسا تڑپا تڑپا کے مار دیتا ہے لیکن جس کی نظر منزل پہ لگی ہوا سے راہ کی مشکلات سے کیا غرض وہ تو دیوانہ وار منزل کی طرف بھاگتا ہے اور جب تک منزل قدم نہ چوم لے وہ واپس نہیں لوٹنے کا سوچتا یہی حال استاد صاحب اور میاں شاکر کا بھی تھا منزل اگرچہ بہت دور تھی لیکن انہیں قریب تر نظر آ رہی تھی اگرچہ سارے سفر میں استاد صاحب میاں شاکر کی آپس میں محبت اور قدم قدم پہ اطاعت خداوندی دیکھ کر رام لال بھی بہت متاثر ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے آپ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنی جان دے دے گا لیکن ان کے ساتھ غداری نہیں کرے گا بلکہ قدم قدم پہ ان کا ساتھ دے گا ریت میں چلتے چلتے دونوں کے پاؤں شل ہو چکے تھے پیاس کی شدت سے آنکھیں باہر کو آ رہی تھی لب خشک تھے ایسی حالت میں وہ صحرا کے سراب میں مبتلا ہو گئے قریب تھا کہ گل ہو کر اس کی طرف بھاگ پڑے تھے اچانک رام لال نے ان کو اس تپتے ہوئے صحرا میں پانی کا مشکیزہ پیش کیا یہ ان کٹھن سفر کی ابتدائی مشکلات تھیں اور وہ اپنے آپ کو آزمانا چاہتے تھے کہ ہم کہاں تک صبر کر سکتے ہیں اس لیے تو انہوں نے رام لال کو حکم نہیں دیا تھا کہ ہماری خوراک کی ذمہ داری تو تیری تھی ہماری خوراک لے آؤ لیکن جب کام حد سے بڑھنے لگا تو رام لال جو پہلے ہی ان سے متاثر ہو چکا تھا اس نے فوراً ان کی مدد کی اور بھٹکنے نہ دیا انہوں نے پانی پیا تازہ دم ہونے کے بعد رام لال کا بھی شکریہ ادا کیا اور پھر مشغول سفر ہو گئے اللہ اللہ کر کے یہ صحرا ختم ہوا آگے ایک بہت بڑا دریا تھا اس پر نہ تو کوئی پل تھا اور نہ ہی کہیں کشتی کا نام ونشان بس تھا تو سامنے دریا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی۔

استاد صاحب نے کہا جی حضور غلام حاضر ہے رام لال نے کہا

ہمیں یہ دریا پار کرواؤ استاد صاحب نے حکم دیا

آقا بس دو چار منٹ کا انتظار چاہیے اتنا کہہ کر رام لال غائب ہو گیا وہ چونکہ بہت زیادہ چلنے کی وجہ سے تھک چکے تھے اس لیے واپس بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد دونوں کے سامنے ایک عجیب منظر موجود تھا رام لال ان کے لیے ایک چپٹی شکل ہوئی سواری لایا تھا جس کی ہیئت کچھ اس طرح تھی کہ نیچے لکڑی کا خوبصورت سا تختہ تھا اور اس کے ساتھ دو کرسیاں نصب کی گئی تھی کرسیوں کے آگے پیچھے دونوں طرف سٹیل یا ذی تل کی گلی ہوئی تھیں اس خوبصورت ہوائی سواری کو دیکھ کر وہ بہت زیادہ خوش ہو گئے تھوڑی دیر بعد وہ تختہ

دریا کے اوپر سے ہوتا ہوا سے باتیں کر رہا تھا جس کو رام لال اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اوپر اٹھائے ہوئے تھا اس سے پہلے کبھی انہوں نے ایسی شاندار سواری نہیں کی تھی۔

دریا پار ہونے کے بعد وہ سواری سے نیچے اترے اور اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ رام لال نے انہیں کہا۔

یہاں سے آگے وادی المرگ کی حدود شروع ہو جاتی ہے سب سے پہلے ایک بہت ہی خطرناک پل آئے گا جس کو موت کا پل کہتے ہیں۔

رام لال گویا کہ اصل رہبر کے طور پر کام کر رہا تھا کچھ دیر چلنے کے بعد رام لال کی بات سچ نکلی سامنے موت کا پل موجود تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا بیتے گی دل میں ایک خوف سا بھی تھا کہ یہاں سے زندہ بچ کر نکلیں گے یا نہیں بہر حال دونوں نے حوصلے کو بلند کیا اور اس پل کی طرف بڑھنے لگے کیونکہ اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا امید تھی تو خدا کے بعد رام لال کی تھی جب پل کے قریب پہنچے تو نیچے کی گہرائی دیکھ کر کلیجے منہ کو آنے لگے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں پل پہ پہلا قدم پڑتے ہی ہنسی کے فوارے پھوٹ پڑے تھے معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ ہنسی آ کہاں سے رہی ہے حالانکہ استاد صاحب اور میاں شاکر خاموش طبیعت کے مالک تھے لیکن یہ پھر کیا ہوا کہ ہنس ہنس کر پیٹ میں درد پڑنے لگا اس کے بعد وہ موت کی وادی میں جا کر ہمیشہ ہمیشہ کے خاموش ہو جاتے۔ رام لال نے ہمت کی اور آگے بڑھ کر دونوں کو تھام لیا اور پل پار لے جا کر زمین پر لٹا دیا اور استاد صاحب سے یوں گویا ہوا۔

حضور میں نے تو پہلے ہی عرض کی تھی کہ یہ بہت مشکل سفر ہے آپ نہ جائیں لیکن آپ نے میری ایک نہ مانی اب آگے پتا نہیں کیا ہوگا۔

رام لال کچھ بھی نہیں ہوا گا ہم نے ابھی تک اپنے اعمال شروع نہیں کیے اس میں بھی ایک مصلحت ہے استاد صاحب نے کہا۔

وہ مصلحت حضور رام لال نے پوچھا اگر ہم دریا پار کرتے ہی اپنے ورد شروع کر دیتے تو ہمیں وہیں رکنا پڑ جاتا اور مختلف قسم کے مراحل طے کرنے پڑتے حالانکہ ہماری منزل تو آگے ہے اس لیے ہم چلتے رہے اور تم نے قدم قدم پہ ہمارا ساتھ دیا میں تمہارا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں۔

استاد صاحب نے جواب دیا آگے وادی تک پہنچنے میں ہمیں اس طرح کے کتنے مراحل سے گزرنا پڑے گا میاں شاکر نے پوچھا۔

اب جس وادی سے آپ کا واسطہ پڑنے والا ہے اسے نیند کی وادی کہتے ہیں یہ وادی وادی المرگ کے لیے دفاعی طور پر ایک قلعہ کی حیثیت رکھتی ہے اس وادی کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس وادی میں جاتا ہے اسے خود بخود ہی نیند آ جاتی ہے اور پھر بے ہوش ہو کر جب وہ گرتا ہے تو پھر زندہ صحیح سلامت نہیں اٹھتا اس کے بعد ایک چٹان آئے گی جسے دیو مالائی چٹان کہا جاتا ہے اس کے بعد وادی المرگ ہے۔ آپ کا سفر رام لال یہاں تک کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔

۔میاں شاکر ہم ایک اچھے کام کے لیے جا رہے ہیں اس کام کا مقصد جانیں ضائع ہو رہی ہیں مقصد چونکہ اچھا ہے اس لیے ہمیں کامیابی کی امید رکھنی چاہئے استاد صاحب نے کہا۔

ہاں واقعی آپ درست کہتے ہیں۔ میاں شاکر نے ہاں میں ہاں ملائی۔

تھوڑی دیر کے آرام اور کھانا کھانے کے بعد ان عزم و ہمت کے پیکروں نے پھر سفر شروع کر دیا اور نشان منزل پر گامزن ہو گئے۔اب کی باران کا سفر بہت دشوار گزار تھا تنگ راستے جگہ جگہ خار دار جھاڑیاں مسلسل سفر کے باعث دونوں حضرات کی طبیعت بہت حد تک خراب ہو چکی تھی اس مشکل سفر کے بعد ایک مشکل ان کے انتظار میں کہ ان کے چاروں طرف لمبی لمبی نوک دار چٹانیں تھیں راستہ نوکیلے پتھروں سے اٹا پڑا تھا نوکیلے پتھروں نے دونوں کے پاؤں کا برا حال کر دیا تھا دونوں پاؤں زخمی ہو چکے تھے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل چلتے رہے اس پر خطر سفر سے واپسی کے بعد استاد صاحب جب بھی کسی کو یہ واقعات سناتے تو کہتے ہمیں ایسا لگتا تھا جیسے کوئی غیبی طاقت ہمیں اڑا کر لے جا رہی ہو ہمیں چاہئے جتنی مشقت آ جاتی ہے لیکن ہمارے عزم و حوصلہ میں کوئی کمی نہ آئی آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ وادی آ ہی گئی جس کا رام لال نے ذکر کیا تھا یعنی نیند کی وادی۔

اب یہاں سے ان کو گزر کر آگے جانا تھا یہ ایک ایسی وادی تھی جس نے ان کی عقلوں کو حیران کر ڈالا تھا انسانی رغبتیں اس کی کشش سے کھینچی چلی جاتی تھی اس وادی کا ایسا اثر تھا کہ بڑے سے بڑے غم زدہ انسان کے چہرے پر بھی اس کو دیکھ کر تمازت آ جاتی وادی سے تقریباً ایک کلو میٹر قبل راستے کے دونوں طرف، خوبصورت پھولوں کی قطاریں تھیں وہ یہ سب دیکھ کر حیران ہو گئے اور حیران کیوں نہ ہوتے کیونکہ یہ تو جنگل لگا ہوا تھا میاں شاکر یہ سب کچھ دھوکہ دینے کے لیے ہے ذرا سنبھل کے چلنا استاد صاحب نے کہا

ٹھیک ہے اپنی طرف سے کوشش کریں گے پر ہوگا وہی جو منظور خدا ہوگا۔میاں شاکر نے کسی قدر چونکتے ہوئے جواب دیا

وہ اس وادی کے حسن فریب میں کھو سا گیا تھا پھر جب انہوں نے وادی کو قریب سے دیکھا تو ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں وادی میں چاروں طرف رنگا رنگ بے پھول تھے پوری وادی میں سبز گھاس کی چادر بچھی ہوئی تھی استاد صاحب نے میاں شاکر کو مخاطب کر کے پوچھا۔

کیا آپ کو بھی نیند کا احساس ہو رہا ہے یا پھر صرف میرا وہم ہے۔

جی استاد صاحب یہ آپ کا وہم نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے میاں صاحب نے جواب دیا۔

تو کیا ہم نیند سے مغلوب ہو کر یہیں گر پڑیں گے اور ہمیں خوراک بنا لیا جائے گا

نہیں استاد صاحب ہمیں اس مصیبت سے نکلنے کے لیے جلد از جلد کچھ کرنا پڑے گا ورنہ ہم بدروحوں شکار ہو جائیں گے میاں نے جواب دیا۔دونوں کی حالت یہ تھی کہ بمشکل آنکھیں کھل رہی تھی

یہاں سے بھاگو جتنا ہو سکتا ہے۔

یہ کہہ کر استاد نے دوڑ لگا دی لیکن عجیب

معاملہ تھا وہ جتنا بھاگ رہے تھے اتنی ہی وادی بھی لمبی ہوتی جا رہی تھی جسم بے جان ہو چکا تھا عقل مغلوب ہو گئی تھی پھر ہوا یہ کہ بھاگتے بھاگتے استاد صاحبؒ کا سبزے والی زمین سے ہٹ کر خشک زمین پر پاؤں پڑا پاؤں زمین پر پڑتے ہی ان کی نیند غائب ہو گئی ذہن کو سکون آ گیا اور اصل معاملہ سمجھنے میں دیر نہ لگی۔

جھٹ سے میاں شاکر کو ہدایت کی سبزے کو چھوڑ دو اور خشک زمین پر چلو ایسا کرنے کی دیر تھی وہ جلد ہی وادی کے چنگل سے نکل کر صاف میدان میں جا پہنچے آخر صاحب یہ کیا عجیب معاملہ تھا مجھے سمجھ میں نہیں آیا گھاس پر چلنے کی وجہ سے کیفیت اور تھی اور صاف زمین پر اور آخر وجہ کیا تھی۔ میاں شاکر نے وادی سے باہر آ کر کہا

بات دراصل یہ تھی کہ جادو صرف وادی کے گھاس پر کیا گیا ہے صاف زمین اس سے بہتر ہے اس لیے گھاس پر چلنے سے نیند آتی ہے استاد صاحبؒ نے قدرے توقف سے جواب دیا
۔

وہ جوں جوں آگے بڑھتے جا رہے تھے توں توں خوف و ڈر میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن ان کے عزم و حوصلہ میں ذرا برابر فرق نہ آیا انہوں نے دیو مالائی چٹان سے بچنے کے لیے رام لال سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہمیں دیو مالائی چٹان سے نہ گزرنا پڑے اور ہم وادی امرت تک پہنچ جائیں۔

جی حضور ایسا متبادل راستہ ہے۔ رام لال نے جواب دیا۔

چلو ٹھیک ہے ہمیں وہ راستہ بتاؤ اگر ہم ہمت نہ ہارنے والے ہوتے تو کب سے واپس لوٹ چلے ہوتے استاد صاحبؒ نے کہا۔

رام لال نے متبادل راستے کی طرف ان کی راہنمائی کر دی اور اب جس راستے پر وہ جا رہے تھے اس پہ چوڑائی میں دو قدم بیک وقت نہیں آ سکتے تھے اتنا دشوار راستہ تھا کہ صرف ایک پاؤں رکھنے کی جگہ تھی اور نیچے ہزاروں میل کی گہرائی جس میں گر کر بندے کے اعضا بھی بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ آخر کار یہ مشکل ترین راستہ بھی طے ہو گیا سامنے دو بلند ترین پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں بہت اوپر جا کر آپس میں ملتی تھیں جو پہاڑ آپ کو سامنے نظر آ رہے ہیں ان سے اس پار وادی امرت ہے رام لال نے کہا۔

اف کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو نا۔ استاد صاحبؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ جہاں تک پہنچنے کے لیے انہوں نے سارے دکھ اٹھائے تھے وہ منزل آنکھوں کے سامنے تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے حضور آپ واقعی وادی امرت کے قریب پہنچ چکے ہیں لیکن مجھے یہ حیرت ہے کہ آپ ڈرنے اور خوف کرنے کے بجائے خوش ہو رہے ہیں رام لال نے کہا

رام لال جو چیزیں بہت مشقت و تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہیں ان کی قدر اور خوشی اور ہوتی ہے میاں شاکر سے بتاؤ ایک اور مشورہ وہ ہمارے لیے کون سی جگہ موزوں رہے گی کارروائی کرنے کے لیے استاد صاحبؒ نے پوچھا۔

میرے خیال میں وہیں جہاں سامنے والے دونوں پہاڑ کی چوٹیاں آپس میں مل رہی

ہیں اس پر ایک میدان نما ہموار ٹکڑا ہے وہ صحیح رہے گا اس طرح بلندی پر ہونے کی وجہ سے آپ اپنا پورا دفاع کر سکیں گے استاد صالح کو رام لال نے ہمیشہ کی طرح بہترین اور عمدہ مشورہ دیا تھا۔

رام لال تم ہمیشہ ہمارے وفادار رہے ہو اس لیے اس بار بھی تمہارے مشورے پر عمل کرتے ہیں اب ایسا کرو اسی ہوائی سواری کے ذریعے جس کے ساتھ تم نے ہمیں دریا پار کروایا تھا میں اس ہموار جگہ پر پہنچا دو استاد صالح نے کہا۔

رام لال چٹ جھپکنے میں وہی سواری لے آیا استاد صالح اور میاں شاکر شاہانہ طریقے سے ان کرسیوں پر براجمان ہوئے اور اپنی مطلوبہ جگہ پر جا پہنچے یہ جگہ ان کے لیے واقعی انتہائی موزوں تھی اس جگہ اب دونوں روحانی طاقتوں کے جوہر دکھانے تھے اور یقیناً اسی موقع کے لیے انہوں نے اپنی طاقت کو سنبھال کر رکھا تھا وہاں پہنچنے کے بعد استاد صالح نے سب سے پہلے اپنی حفاظت کے لیے ایک حصار کھینچا جو اس دفعہ انوکھے انداز سے کھینچا گیا تھا استاد صالح نے ورد پڑھ کر اپنے چاروں طرف پھونک ماری تو دیکھتے ہی دیکھتے ہی گاڑی میں کہر سے سفید ٹکڑے کی شکل اختیار کر گیا اس کے بعد انہوں نے اپنے سامان سے ایک شاپر نکالا جس میں بڑے سائز کی کیلیں تھیں ان کیلوں پر کچھ پڑھ کر ان کو بھی اس ٹکڑے کے چاروں طرف گاڑ دیا رام لال یہ سب دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کیلیں گاڑنے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے

سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگیں ہر طرف سے ایسا شور تھا کہ کانوں کے پردے پھٹنے کو آ رہے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ داود المرگ کے رہائشی چوکنے ہو گئے ہیں اور ہر آنے والی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

استاد صالح اور میاں شاکر کو حصار کے اندر بیٹھے ہوئے بھی پسینے چھوٹ رہے تھے کہاں وہ ایک ایک کا مقابلہ کرتے اور کہاں سب کا مقابلہ بیک وقت کرنا پڑ گیا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنے عزم پر ڈٹے رہے کیونکہ انہیں فتح یا موت کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا دونوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

ورد زبان پر جاری تھا کہ دفعتاً انہیں محسوس ہوا کہ پہاڑ زور زور سے ہل رہا ہے اور پھر اس کے حرکت کرنے میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ انہوں نے یقین کر لیا کہ ہم ابھی گر پڑیں گے اسی اثنا میاں شاکر نے ایک بھی میخ نکالی اور اس پر پھونک مارنے کے بعد پہاڑ میں زور سے گاڑ دی اور ایک ناممکن کو ممکن بنا دیا کیونکہ میخ گاڑتے ہی پہاڑ اپنی جگہ پر سکون سے ہو گیا تھا اس فعل میں کامیابی سے ملتے ہی دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور حوصلے اور بلند ہو گئے تھے یوں تو ہر مشکل پہلے والی سے بڑھ کر تھی ہر مصیبت دوسرے سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن جہاں ہمتوں اور حوصلوں کے بلند مینار ہوں وہ مخالف ہواؤں اور سرکش فضاؤں سے کیسے گھبرا سکتے ہیں پر یہاں تو مشکلات کی دنیا آباد تھی نئی آنے والی مصیبت نے ان کے رونگٹے کھڑے کر

دیئے تھے اگر ان کے ہوش وحواس برقرار نہ
رہتے تو یقینا وہ پھسل جاتے اور بدروحوں کی
خوراک بن کر رہ جاتے وہ اچانک ان کے
سامنے وادی میں نسوانی چیخیں بلند ہونے لگیں
غور کرنے پر معلوم ہوا یہ وہ سمیرا کی آوازیں
تھیں ساتھ ہی زاہد کی چیخوں نے بھی ان کے
اوسان خطا کر دیئے سمیرا اور زاہد ان کی طرف
بھاگے آ رہے تھے اور ان کے پیچھے لمبے لمبے
ناخنوں والی مردہ خوفناک شکلیں لگی ہوئی تھیں
جب وہ تھوڑی قریب آ گئے تو یکدم ایک توی
ایک ہیکل دیو ظاہر ہوا اور اس نے آتے ہی
دونوں کو گردن دے دبوچ کر ایسے اٹھالیا جیسے
انسان زمین سے کوئی چھوٹا سا تنکا اٹھاتا ہو۔

میاں شاکر اور استاد صالح دونوں کے
ہوش اڑ گئے آخر ان کی اولاد ان کے سامنے
لٹ رہی تھی قریب تھا کہ وہ دائرہ سے نکل
جائیں ایک طاقت نے ان کے قدموں کو اٹھنے
سے روک لیا استاد صالح فوراً ہی معاملہ سمجھ گئے
اور میاں شاکر کو مخاطب کر کے کہنے لگے یہ سب
نظر کا دھوکہ ہے حقیقت میں کچھ بھی نہیں آپ
اپنا ورد تبدیل کرو اور آنکھیں بند کر لو

دونوں نے اب بلند آواز سے ورد
کرنا شروع کر دیا اور اب ایسے ورد پڑھتے جا
رہے تھے کہ جن کا کوئی جادوئی طاقت مقابلہ
نہیں کر سکتی تھی دیکھتے ہی دیکھتے ایک حملہ ہوا جو
کہ آخری حملہ تھا ایک بہت بڑا جن فضا میں
ظاہر ہوا اور کہنے لگا۔

ہاہاہا۔ میں اب سب شیطانی طاقتوں کا
سردار ہوں میں بہت عرصے سے انسانی خون
کی تلاش میں تھا۔ آج میری خواہش پوری ہو
گئی میں تمہارے خون کو پی کر اپنی خشک رگوں
کو تر کروں گا۔ ہاہاہا۔ میں تم کو نہیں چھوڑوں گا
اور ساتھ ہی اس نے اپنے منہ سے ایک آگ
کا گولہ ان کی طرف پھینکا جو پہاڑ کے دامن
میں گرا اور جس سے پر موجود تھے آگ کا گولہ
اب پہاڑوں کے طرف ان کی طرف پیش
قدمی کرنے لگا رفتہ رفتہ وہ درمیان تک پہاڑ
تک آ پہنچا عجیب کیفیت تھی فضا میں سردار جن کا
شور برپا تھا بدبو کے ہلے آ رہے تھے جو ختم
ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے پھر غضب یہ کہ
نیچے چاروں طرف آگ اور پہاڑ کے اوپر فقط
دو انسانی جسم دیکھنے کو عجیب منظر تھا جوں جوں
آگ قریب آ رہی تھی دونوں کی زبانوں پر
ورد بھی اسی رفتار سے تیز ہو رہا تھا اب آگ
ان کے اتنے قریب آ چکی تھی وہ ان کے جسم کے
بال آگ کی تپش کی وجہ سے جل رہے تھے
حرارت اتنی زیادہ تھی کہ جسم پگھل رہے تھے
پورا پہاڑ آگ کا آلہ بن چکا تھا اور میاں شاکر
اور استاد صالح نے اپنی موت کا یقین کر لیا تھا
کوئی صورت بظاہر نجات نہیں آ رہی تھی اتنے
میں فضا میں استاد نیک بخت کی آواز گونجی۔

میرے پیارے شاگردو تم نے میری
وصیت کو پورا کرنے کے لیے تمام تکالیف
برداشت کی مجھ سے کیے ہوئے وعدے کو نبھایا
اب میرا بھی فرض بنتا ہے کہ تمہاری مدد کروں
خبر اذمت یہ لو پیالہ پہاڑ کے چاروں طرف
اس سے پانی کے چھینٹے مارو اور اس عذاب
سے نجات پالو۔

استاد صالح نے وہ پیالہ جلدی سے لیا اور
پہاڑ کے چاروں طرف پانی کو چھڑک دیا بس

پھر کیا تھا آگ کا نام ونشان بھی نہ تھا اس طرح ہی انہوں نے مصیبت سے نجات پالی۔

میرے خیال میں اب ہمیں اپنا کام مکمل کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے وظیفہ تو مکمل ہو ہی گیا ہے اگر ہم اسی طرح ہی پہاڑ پر بیٹھے رہے تو یہ شیطان صفت لوگ اپنے مکروفریب سے باز نہ آئیں گے تمہاری کیا رائے ہیں استاد صالح نے میاں شاکر سے پوچھا

ہاں آپ نے ٹھیک کہا ہے میری طبیعت تو بہت خراب ہو چکی ہے میاں شاکر نے ہمیشہ کی طرح ہاں میں ہاں ملائی چنانچہ دونوں بیک سے دو دو چھریاں نکل کر ان پر کوئی وظیفہ پڑھنے کے بعد فضا میں ان چھریوں کو ضرب کا نشان بنایا پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں مضبوطی کے ساتھ بھینچ لیا کچھ دیر اس حالت میں رہنے کے بعد دونوں نے اپنی اپنی مٹھیوں میں زور سے پھونکا اور آگ کی موٹی لکیر پھوٹ پڑی جو سیدھا وادی میں جا کر گری دونوں اسی کیفیت میں کچھ دیر ٹھہرے اور آگ برساتے رہے تھوڑی دیر بعد ہاتھوں کو کھول دیا۔اور ورد شدہ چھریوں کو وادی میں پھینک دیا گیا۔

اب پوری وادی آگ کی لپیٹ میں تھی اور فضاء میں گویا قیامت برپا تھی ہر طرف سے ہی چیخ و پکار تھی نظر نہ آنے والی مخلوق ان کے اوپر سے دائیں بائیں سے گولی کی سپیڈ میں بھاگ رہی تھی یہ دور کچھ دیر کے لیے قائم رہا آخر رفتہ رفتہ آگ بجھ گئی میاں شاکر اور استاد صالح دونوں سجدہ شکر میں گر پڑے مارے خوشی کے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں دونوں بے اختیار گلے مل کر ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے اتنے میں رام لال کا خیال آیا تو انہوں نے اس کو پکارا رام لال نے حاضر ہو کر مبارک باد دی اور یوں کہنے لگا۔

پہلے میں انسانی ہمدردی اور ان کا بلند پایہ عزم سے ناواقف تھا آپ نے میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا ہے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ آیئے میں آپ کے لیے شاہانہ سواری لایا ہوں تاکہ آپ بنا کسی مشقت کے گھر پہنچ جائیں

گھر پہنچنے کے بعد فوراً انہوں نے میرا اور زاہد کی شادی کی اور دونوں گھرانے کے افراد ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔ پہلی مرتبہ کہانی لکھنے کی جسارت کی ہے اگر قارئین کو یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اچھے لگیں تو ضرور حوصلہ افزائی فرمائیں اور تحریر میں لفظی و کتابی غلطی ہونے کی صورت میں ضرور مطلع کریں۔

غزل

[illegible]

یوں رُنی تھی بے وفائی ... محبت پہ بہت ... [illegible]

[illegible]

یوں رُنی تھی بے وفائی کیوں محبت پہ بہت ... [illegible]

[illegible]

طلسمی جادوگر

۔۔تحریر۔ازمیراعوان۔گل ڈھونگ۔۔

ہاہاہا۔اچانک ایک زوردار آواز آئی واہ لیلی واہ مجنوں پیاری باتیں ہو رہی ہیں انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو وہاں پر ایک ڈائن کھڑی تھی اس ڈائن کے دو دانت باہر کی طرف نکلے ہوئے تھے وہ زور زور سے قہقہہ لگا رہی تھی۔ہاہاہا۔ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔واہ رانی واہ کیا بات ہے کیوں اس نوجوان کی زندگی برباد کر رہی ہو کیوں اس کو جھوٹا پیار کر کے اس کی زندگی اس کے لیے عذاب بنا رہی ہو یہ کہہ کر وہ ڈائن آگے بڑھنے لگی اور کہنے لگی آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی ہو۔رانی چڑیل آج میں تم سے مقابلہ کر کے اس لڑکے کو تم سے حاصل کر کے اس کا لذیذ گوشت کھاؤں گی خون پیوں گی۔رانی کے چہرے پر پریشانی اور غم ساتھ ساتھ ڈر کے تاثرات اکٹھے نمایاں ہونے لگے کیونکہ اس کو علم ہو گیا تھا کہ وہ اس چڑیل کا مقابلہ نہیں کر پائے گی اور وہ اپنے پیار کو چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی۔اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ایک خونی پتھر اس کر چڑیل کو مارا مگر چڑیل کو کچھ نہ ہوا وہ اب دوسرا وار چڑیل کا تھا جبکہ رانی تھر تھر کانپنے لگی تھی دوسرا وار چڑیل کا تھا جب چڑیل نے کچھ پڑھ کر رانی کی طرف پھونکا تو اس کو آگ لگ گئی اچانک ایک دھماکہ ہوا ایک خوبصورت سی عورت حاضر ہوئی اس نے آتے ہی کچھ پڑھ کر چڑیل کی طرف پھونکا تو کالے رنگ کا ایک جن حاضر ہوا جس نے آتے ہی چڑیل کو نگل لیا جب کہ نبیل بے ہوش ہو گیا۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک ڈراؤنی کہانی۔

ہر روز کی طرح آج ساتواں دن تھا سخاوت چلہ میں مصروف ہو گیا تھا تو اچانک ایک خوفناک قسم کا اژدھا حاضر ہوا اور سخاوت کو کہا انسانی آواز میں۔

اے پیر نکل آ اس حصار سے۔ورنہ تیری موت یقینی ہے سخاوت۔روزانہ جن بھوت چلہ میں دیکھ دیکھ کر عادی ہو گیا تھا مگر آج اسے اس اژدھا کو دیکھ کر ڈر لگ رہا تھا وہ اژدھا ڈرا رہا تھا مگر سخاوت نے ثابت قدم رہ کر اپنا چلہ پورا کیا تھا۔

جب چلہ ختم ہوا تو ایک دم آندھی چلنے لگی اور سخاوت ہوا میں اڑنے لگا اڑتے اڑتے وہ ایک انجان منزل کی طرف جانے لگا اور آگے ہی آگے جا رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے سخاوت کے پیچھے کوئی بلا لگی ہوئی ہو اور سخاوت کا ذہن کنٹرول سے باہر ہوتا جا رہا تھا آخر وہ بے ہوش ہو گیا جب اس کو ہوش آیا تو جنگل کے میں پڑا ہوا تھا مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے جسم پر بالکل بھی اثر نہیں ہو رہی تھی پھر ایک دم وہ جادو گر حاضر ہوا حیرت کی بات یہ تھی کہ جادوگر کے منہ کو بھی آگ لگی ہوئی تھی۔سخاوت یہ سب حیرانگی سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا پتا نہیں یہ کیا معاملہ ہے نجانے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

دوسری طرف جادوگر کے قہقہے کی آواز آئی اور کہا۔ بیٹا بالک مجھے بڑی شکتی مل گئی ہے اب میں دنیا کا بڑا جادوگر بن گیا ہوں۔

سخاوت یہ سن کر ڈر گیا اور سوچنے لگا کہ اتنا بڑا دھوکہ میرے ساتھ کیا گیا اور مجھے پتا بھی نہیں چلا تو جادوگر کہنے لگا۔

بیٹا میں تمہاری مدد ضرور کروں گا اس جادوگر کو تو ضرور ختم کرو گے مگر تم بھی اس دنیا میں نہیں رہو گے پانچ منٹ اس کے بعد تم کو یہی آگ جھلس کر بھسم کر دے تم سمجھتے کیا ہو کہ تم مجھ سے فائدہ اٹھا لو گے ناممکن میرے بالک ناممکن ہے۔

سخاوت یہ سن کر ڈرنے لگا اور شیطان کے بیچے مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے تمہاری باتوں میں آ کر مجھے اپنے رب پہ پکا یقین ہے کہ وہ اپنے گناہگار بندے کو ضرور معاف کر دیتا ہے خدا تو معاف کرنے والی ذات ہے۔ خدا نے سخاوت کو بھی معاف کر دیا اچانک وہاں پر ایک پری حاضر ہوئی اور سخاوت سے کہا۔

آنکھیں بند کرو۔

جب سخاوت نے آنکھیں بند کیں تو اس کو ایسے لگا کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے پھر اس کو اسی پری کی نرم اور دلکش آواز آئی۔

آنکھیں کھولو تو وہ ایک علیحدہ ہی دنیا میں تھا اور وہ لڑکی سخاوت کے سامنے ہی کھڑی تھی سخاوت کو اس نے کہا۔

اے سخاوت مجھے پتہ تھا کہ تم ایک مصیبت میں پھنس گئے ہو تو میں ایک دم آپ کی مدد کے لیے پہنچ آئی تھی اس جادوگر کو ختم کرنا ہو گا تم فکر نہ کرو اس کو تم ختم کر دیں گے پہلے تم ایسا کرو تم کلمہ پڑھو اور تم کہ تم نے شیطانی الو کے خون سے چلا کیا ہے چونکہ اسلام کے خلاف ہے خیر تم کلمہ پڑھو اور اس نے بہت ذہن پہ زور دیا مگر کلمہ تو اس کے بھول گیا تھا اس کو پری نے کلمہ پڑھایا۔ سخاوت کو دلی سکون ملا پری سے سخاوت نے پوچھا۔

تم کون ہو اور کیوں میری مدد کی۔ اور تم کو کیسے پتا چلا۔ سخاوت نے سب سوال اکٹھے ہی اس سے پوچھے تو پری نے کہا۔

تم اس وقت پرستان میں ہو میں ایک پری ہوں میرا نام سندس پری ہے اور میں اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی تو شیطانی دنیا میں تم کو جلتے دیکھا تو تم پر مجھے رحم آ گیا تھا اس لیے میں نے تمہیں بچانے کی کوشش کی اور پھر تم کو یہاں پر لے آئی ہوں میرے دکھ بہت ہیں مگر تم کو دیکھ کر مجھے امید کی ایک کرن نظر آئی ہے خیر اب میں پر سکون ہوں تم کو دیکھ کر سخاوت ایک دم بول اٹھا۔

کیا میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لیے۔

سندس پری رونے لگی اور کہنے لگی۔

کچھ عرصہ پہلے میرا بھی گھر آباد ہوا کرتا تھا میری ماں ہر وقت مجھے پیار کرتی تھی مجھے پیار بھری باتیں کر کے دل کو سکون دیا کرتی تھی میرے بھائی میرا بابا اور پھر رونے لگی۔ سخاوت نے اسے تسلی دی اور کہا۔

مت رو سندس پری جی مجھے تو بتاؤ کیا ہے ان کو تو پری نے کہا۔

کچھ عرصہ پہلے ایک جن مجھ پہ عاشق ہو گیا تھا وہ دراصل کافر جن تھا وہ مجھے روزانہ ڈراتا دھمکاتا تھا کہ تم میرے ساتھ آ جاؤ ورنہ میں تمہیں زبردستی اٹھا کر لے جاؤں گا تم میرے ساتھ شادی کرو میں ہر بار اسے بے عزت کر دیتی تھی۔۔ ایک دن اسی طرح ہی پھر مجھے اس نے کہا تم مجھ سے شادی

کرنے کے لیے راضی ہو جاؤ تو میں غصے میں آ گئی اس کو ایک تھپڑ مار دیا اور پھر وہ فوراً غائب ہو گیا پھر کچھ عرصہ تو خیریت سے گزر گیا پھر ایک دن وہی جن آیا میرے گھر والوں کو سب کو اٹھا کر لے گیا اور اب کیا ہو سکتا ہے وہ روزانہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ تم شادی کے لیے مان جاؤ ورنہ میں تمہارے گھر والوں کو سب کو مار دوں گا وہ میری قید میں ہیں۔ پھر ایک دن ایسے ہی میں پریشان نہر کے پاس بیٹھی تھی تو ایک بزرگ آ گئے مجھے پریشان دیکھ کر وہ مجھے کہنے لگے۔

بیٹی تمہاری مدد ایک آدم زاد کر سکتا ہے اس کے ہاتھ میں اس جن کی موت لکھی ہوئی ہے پھر میں انتظار کرنے لگی پھر آخر تم مل گئے اور اب تم ہی ہو جو میری خوشیاں واپس لا سکتے ہو۔

سخاوت نے کہا میں حاضر ہوں آپ جو کہیں گی میں تیار ہوں مگر میرے پاس کوئی طاقت نہیں ہے میں کیسے طاقتور جن کو ختم کروں گا

پری نے سخاوت کو چلے کا ورد بتایا اور کہا کہ تم یہ تلوار لو اور یہاں سے دو میل کے فاصلے پر ایک کالے رنگ کا مکان ہے وہاں پر تم نے جا کر وہ طلسم پڑھنا ہے وہ جن حاضر ہو جائے گا تم نے یہ تلوار سے اس کے دائیں کندھے پر فوراً وار کرنا ہے تلوار لگتے ہی وہ جل جائے گا۔

سخاوت بڑی ہی دشوار جگہ سے جا رہا تھا مگر حیریت کی بات یہ ہر جن بھوت سخاوت کو نظر آ رہے تھے مگر سخاوت کسی کو بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

دوسری طرف ونام جادوگر حیران تھا کہ سخاوت کدھر غائب ہو گیا ہے اس نے چھ چھ مرتبہ اپنے اوپر پھونکا تو ... ختم ہوئی اس نے چھو چھو نکا تو شیلہ چڑیل حاضر ہو گئی، اس نے کہا۔

شیلہ سخاوت غائب ہو گیا ہے کچھ دیا ہے۔

شیلہ نے کہا۔ وہ ایک پری کے پاس ہے جو اس سے اپنا کام لینا چاہتی ہے سخاوت بھی مان گیا ہے اس کی بات سخاوت دوبارہ مسلمان ہو گیا ہے سندس پری اسے طاقتور جن سے مقابلے کے لیے بھیج دیا ہے۔

آقا ایسا کریں تم رات کو چلہ کر کے سخاوت کا ذہن کنٹرول میں کر لو اور سخاوت کو اپنے طلسم سے اپنے پاس کھینچ لو۔

ونام جادوگر نے اثبات میں سر ہلا اور کہا۔ بیشک ہے میں کچھ کرتا ہوں تم ایسا کرو کہ کسی لڑکی یا سندس کے روپ میں جا کر اسے کہا۔

تم چھوڑو جن کو ختم کرنا اس نے میرے گھر والوں کو آزاد کر دیا ہے اور تم واپس لوٹ جاؤ۔

شیلہ چڑیل یہ سن کر واپس لوٹ گئی جبکہ ونام جادوگر اپنے ٹھکانے کی طرف آ گیا وہاں پر پہنچ کر ونام جادوگر نے سخاوت ... لائی ہوئی لڑکیوں والے تہہ خانے میں آ گیا اور ایک لڑکی کو زبردستی شیطان بت کے قدموں میں لے آیا اور اس کو شیطان کے قدموں میں ذبح ... نے لگا۔

اویس اور سہیل اس جن کو ایک بابے کے پاس لے گئے بابا نے سب کو خاموش دیکھا تو جن کی طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

جن زادے کیا مسئلہ ہے کیوں پریشان ہو اویس اور سہیل کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ بابا کو کیسے پتا ہے کہ یہ جن ہے اور ہم نے بتایا بھی نہیں بابے نے کہا۔

سوہ ... مجھے سب پتہ ہے میرے بچو تم

یہ کیا چکر ہے سندس پری جی یہ کون تھی۔

اس نے کہا۔ تمہیں یاد ہی ہوگا جب تم اس جادوگر کے پاس تھے تمہارے پاس ایک لڑکی آئی تھی دراصل وہ یہی چڑیل تھی۔ یہ چڑیل شیلا اس جادوگر کی ایک سب سے بڑی طاقت تھی جو ہم نے گنوا دی ہے اب وہ جو مرضی کرے وہ تم کو دوبارہ نہیں اغوا کر سکتا کیونکہ اس کی جتنی بھی معلومات ہوتی تھی اس چڑیل کے ذریعے ہی ہوتی تھی اب یہ کچھ نہیں کر سکتا تم بے فکر ہو کر اپنے راستے پر جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہے جاؤ۔ سندس پری غائب ہوئی سندس پری سوچ رہی تھی کہ اگر بروقت میں وہاں پر نہ جاتی تو آج پتہ نہیں کیا ہو جاتا اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ایک کبوتر حاضر ہوا اس نے اس کو کسی دوسری زبان میں کچھ کہا اور پھر وہ کبوتر سر ہلاتا ہوا غائب ہو گیا۔

اویس اور تہمیل اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے چلتے چلتے وہ ایک جنگل میں پہنچ گئے جنگل دیکھنے میں کافی خوبصورت تھا لیکن بھیانک بھی تھا ہری ہری گھاس لمبے لمبے درخت جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے بہت سے دیو ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں وہ چلتے ہی جا رہے تھے باتوں باتوں میں ان کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ جنگل میں پہنچ آئے تھے۔

جب وہاں پر ایک زور سے آواز سنائی دی تو تہمیل تو ڈر گیا کیونکہ چیخ کی آواز تھی وہ دیکھنے لگے۔ یہ کیا حساب کتاب ہے آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

جب وہ آگے گئے تو ان کو ایک لڑکی دکھائی دی جو کہ زور زور سے رو رہی تھی اویس کو آواز دی اور کہا تم اس بیابان جنگل میں بیٹھ کر کیوں رو رہی ہو کیا بات ہے ہم تمہاری کوئی مدد کر سکتے ہیں تو ہم حاضر ہیں مگر آپ اس طرح نہ روئیں۔

اس لڑکی نے کہا کیوں نہ روؤں میرے ماں باپ دونوں مر چکے ہیں اور ایک بھائی تھا اس کو ایک جن اٹھا کر لے گیا ہے اس کے بعد میرا شوہر جو میرا آخری سہارا تھا وہ بھی ایک دن انجان طریقے سے غائب ہو گیا تھا اب میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اب روؤں نہ تو کیا کروں۔

اویس نے کہا۔ آپ کی کہانی تو بہت دکھی ہے مگر آپ حوصلہ رکھیں سب بہتر ہو جائے گا اس لڑکی نے کہا۔

خاک بہتر ہو جائے گا اب صرف مجھے مرنا ہوگا اور اس کے علاوہ میرے پاس کوئی حل نہیں ہے اویس نے کہا۔

ایسی باتیں نہیں کرتے بہن خدا بہتر کرے گا تم آؤ ہمارے ساتھ۔ اویس اس کے قریب گیا اس کے ہاتھ سے پکڑا ہی تھا کہ وہ چیخ اٹھی اس کو آگ لگ گئی تھی تو اویس سمجھ گیا کہ یہ چڑیل ہے کیونکہ اس کے پاؤں بھی پیچھے کی طرف تھے وہ خوفناک شکل میں بدل گئی اور اویس نے فوراً تلوار نکالی اور اس کے سر پر وار کیا اور وہ ایک ساتھ ہی اس کا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی۔ اویس اور تہمیل دوبارہ چلنے لگے جبکہ تہمیل تو بہت ہی ڈرا ہوا تھا اویس اتنا زیادہ نہیں ڈرا تھا اور آخر ایک درخت کے پاس ستانے لگے وہاں پر ہی انہوں نے کھانا کھایا جو ساتھ لائے تھے کھانا کھانے کے بعد تہمیل کو نیند آنے لگی تھی وہ سونے لگا اویس بھی اپنی چادر بچھا کر لیٹ گیا گرمیوں کا موسم تھا اس لیے انہیں کافی سکون آ رہا تھا انہیں چپکے سے درخت کی چھاؤں میں

اویس ساتھ ساتھ یہ بھی گنگنا رہا تھا۔

پیار کے رشتے دشوار ہوتے ہیں
پیار کی جو بھی انجان ہوتے ہیں
نہ کرو پیار دنیا سے ورنہ جسم کا ہر عضو
مگن ہوتا ہے اس پیار میں

اویس یہ شعر گنگنانے گنگناتے سو گیا۔

دوسری طرف جب جادوگر کو پتہ چلا کہ اس کی غلام چڑیل شیلہ کو ختم کر دیا گیا ہے تو وہ بھڑک اٹھا اور فوراً اپنے اوپر چھونکا اور غائب ہو گیا۔ وہ نام جادوگر تیزی سے ہوا میں پرواز کر رہا تھا اس کی منزل پرستان تھی وہ جلد از جلد سندس پری کو ختم کرنا چاہتا تھا وہ اپنی شیلہ چڑیل کا انتقام لینا چاہتا تھا مگر اس کو کیا پتا تھا کہ جس کو وہ عام پری سمجھ رہا تھا وہ بہت بڑی طاقت کی مالک تھی۔ وہ اتنی تیزی سے جا رہا تھا کہ اس کو دنیا جہاں کا کوئی ہوش نہیں تھا بس وہ اپنے انتقام کی کوشش میں جا رہا تھا۔ جب اس نے تھوڑا سا ہی سفر کیا تھا تو وہ ہوا میں اڑ اڑ کر تھک گیا تھا اس نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس ویرانے میں اتر کر آرام کر لوں وہ ایک درخت کے پاس جا کر لیٹ گیا اور نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

اویس اور سہیل درخت کی چھاؤں میں نیند کے مزے لے رہے تھے کہ ایک خوفناک چیخ کی آواز سن کر وہ ایک دم جاگ گئے تو انہوں نے جلدی جلدی اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے ملتے ہوئے دیکھنے لگے کہ یہ کون ہے اور کیسی آواز ہے اور کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ پھر ایک نسوانی چیخ کی آواز آئی تو وہ ایک دم اس جگہ پہنچے جہاں سے چیخ کی آواز آئی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پر ایک لڑکی خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی وہ لڑکیاں اسے تیر سے اس کا کچومر نکال رہی ہیں اویس نے ایک دم اس لڑکی کی طرف دیکھا اور لڑکی آنکھوں سے شعاعیں خارج ہو کر اویس کی آنکھوں میں پیوست ہو رہی تھی اویس بے ہوش ہو گیا جبکہ سہیل نے جب ان لڑکیوں کی طرف دیکھا تو وہ چڑیل کا روپ اختیار کر چکی تھی سہیل یہ دیکھ کر ایک طرف بھاگنے لگا اس کو اپنے پیچھے قدموں کی آواز زور زور سے آ رہی تھی سہیل اندھا دھند بھاگنے لگا آخر اسے ایک گھر نظر آیا اس جنگل میں اویس کے بارے میں وہ سوچ کر شرمندہ ہو رہا تھا اس نے زندگی اور موت کے حوالے کر کے وہ کیوں بھاگ آیا کیا اس نے سوچا جان سے پیاری کوئی چیز نہیں ہے وہ اس گھر کے بالکل قریب پہنچ گیا اور جب اس نے دستک دی تو ایک لڑکی نے سہیل کا استقبال کیا سہیل نے سب کہانی اسے سنائی تو لڑکی نے کہا۔

آ جاؤ میں۔

جب سہیل کمرے میں داخل ہوا تو اس کو ایک بوڑھی عورت دکھائی دی سہیل نے سوچا شاید اس لڑکی کی ماں ہو گی جب بوڑھی عورت نے سہیل کو دیکھا تو اس کو کہا۔

آؤ بیٹا بیٹھو۔

لڑکی نے سہیل کو تعارف کروایا تو اس کی ماں نے کہا بیٹا تم یہاں ہی رہو یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے وہ بوڑھی عورت سہیل کو کچھ پراسرار لگ رہی تھی مگر سہیل نے اس بات پہ کوئی خاص توجہ نہ دیا تھا۔

بوڑھی عورت نے سہیل کو کہا۔

تم بیٹھو میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں

سہیل نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ بوڑھی عورت چلی گئی مگر سہیل کچھ پریشان لگ رہا تھا

کیونکہ بوڑھی عورت ایک بار ہی باتوں میں ہنسی مگر اس کی ہنسی بہت ہی پراسرار تھی۔

سخاوت جنگلی جھاڑیوں میں جا رہا تھا ہر طرف جھیروں کی سیٹوں کے ساتھ دیگر حشرات الارض کی آوازیں آ رہی تھی سخاوت بہادر تو بہت تھا مگر اس کا دل اس مقام پر بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے اس کے سینے کی ہڈیاں توڑ کر ابل پڑیں گی۔ سخاوت بہت سہما ہوا تھا اس کے ہر عضا سے پسینہ بہہ رہا تھا ڈر کے مارے وہ انتہائی خوفزدہ نظروں سے ہر طرف دیکھ رہا تھا اس کے کان ایک معمولی سی آواز سننے کے لیے بے چین تھے ۔آخر چلتے چلتے اس کو ایک پہاڑ نظر آیا وہ پہاڑ پر چلنے لگا جب اس نے پہاڑ پر قدم ہی رکھا تو اچانک اس کو ایک سانپ نظر آیا اف خدایا اتنا لمبا سانپ اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا سانپ نے اس کا راستہ روک لیا سخاوت نے کچھ پڑھ کر سانپ پر پھونکا مگر سانپ پر پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا سخاوت پریشان ہو گیا تھا۔ اچانک وہ ہوا جس کے بارے میں سخاوت نے سوچا بھی نہیں تھا پتہ نہیں کہاں سے ایک سرخ رنگ کا کبوتر نمودار ہوا اس نے نیچے آ کر سخاوت کے سر پر منڈلانے لگا کچھ ٹائم اسی طرح ہی وہ ہوا میں اڑ رہا تھا پھر وہ نیچے کی طرف آنے لگا سانپ بھی حیرت سے اس کبوتر کو دیکھ رہا تھا خوفزدہ ہو کر وہ سرخ کبوتر تیزی سے ساتھ نیچے کی طرف پرواز کرنے لگا آخر کار وہ نیچے زمین پر آ گیا اور سانپ کی جانب اپنی آنکھیں قابض کرنے لگا جب کچھ ٹائم اس کبوتر نے کچھ ٹائم سانپ کی آنکھوں کو گھورا پھر سانپ کی آنکھوں سے کالے رنگ کی ایک شعاع نکل کر کبوتر کی آنکھوں میں پیوست ہوئی مگر اچانک ہی وہ ہوا جس کا سانپ کے فرشتوں کو بھی ہوش نہ تھا اس کبوتر کی آنکھوں سے ریڈ شعاعیں دوبارہ نکلی اور سانپ کی آنکھوں میں پیوست ہو گئی جو سانپ کی آنکھوں میں پیوست ہوتے ہی سانپ کو آگ لگ گئی آخر وہ ڈھیر ہو گیا کبوتر نے ایک نظر سخاوت کو دیکھا اور غائب ہو گیا۔

سخاوت کی سوچ سے سب کچھ اوجھل تھا وہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں یہ کیا چکر ہے وہ دل ہی دل میں خوش بھی تھا کیونکہ اس کی جان چھوٹ گئی تھی اس زہریلے سانپ سے وہ کبوتر جو کوئی بھی تھا اس کا محسن تھا اس کا دوست تھا وہ یہی سوچ رہا تھا پہاڑ پہ چڑھنے لگا اور تیزی کے ساتھ اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

اویس کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک معلوم جگہ پر پایا اس کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے باندھے ہوئے تھے اور چاروں طرف سرخ شعلے پھیلائی ہوئی آگ لگی ہوئی تھی اویس ڈر کے مارے کانپنے لگا کیونکہ آگ چاروں طرف سے شعلوں کی صورت میں آ رہی تھی سخاوت کے بارے میں وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہو گا اور سہیل اس کا جگری دوست کیسا ہو گا اور اس کا جب اپنے جتنا آج بےبس تھا اتنا زندگی میں پہلے کبھی بےبس نہیں ہوا تھا حیرت کی بات تھی کہ آگ کی تپش اتنی زیادہ نہیں تھی جیسی ہونی چاہیے تھی وہ دل ہی دل میں خدا کو یاد کرنے لگا۔

سہیل اپنی ہی سوچوں کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں اویس کا کیا حال ہو گیا ہو گا اور وہ سوچوں میں ہی مصروف تھا

ریزا سمجھتے ہو تو مجھے آزاد کر میں تم کو وہ سبق سکھاؤں گا کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گے۔

جنابر جن ہنسنے لگا۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ یہ تو اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو جنابر جن اور اویس دونوں ہی غائب ہو گئے۔

سہیل کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ آج پھر وہ بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہوئی اور سہیل کے قریب آ کر زور زور سے ہنسنے لگی تو سہیل نے سوچا کہ شاید یہ پاگل ہے اس کا ذہن کام کرنا چھوڑ گیا ہو تب ہی یہ ہنس رہی ہے۔ اس بوڑھی نے یک دم ایک چڑیل کا روپ دھار لیا اور کہنے لگی۔

بچے آج تم بچ نہیں سکتے ہو تم کیو سمجھتے ہو تم اتنی آسانی سے چڑیلوں کے چنگل سے نکل جاؤ گے تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے یہاں آ کر میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔

وہ سہیل کی طرف بڑھنے لگی سہیل ڈر کے مارے پیچھے ہٹنے لگا۔ اچانک کمرے میں رانی آ گئی اور کہا۔

دفع ہو جاؤ شانتی چڑیل یہ میرا پیار ہے اس کو میں کبھی آپ کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گی اس سے بہتر یہی ہے کہ میں آپ کو ہمیشہ کے لیے اپنی ماں سے گم نہیں سمجھا آپ اس لڑکے کو چھوڑ دیں۔

وہ چڑیل بھڑک اٹھی اور کہا۔

میں اس لڑکے کو آقا کے پاس ضرور لے کر جاؤں گی جو مرضی ہو جائے۔ چھوٹی چڑیل رانی نے کچھ پڑھ کر شانتی چڑیل کی طرف پھونکا تو اس کو آگ لگ گئی مگر وہ ایک دم آگ بجھ گئی جب شانتی چڑیل نے کچھ پھونکا تو رانی کو آگ لگنے لگی وہ زور زور سے چلانے لگی سہیل یہ دیکھ کر ڈر گیا تھا اور شانتی چڑیل آگے بڑھنے لگی اس کے بعد رانی چڑیل آگ میں جل رہی تھی شانتی چڑیل ہنس رہی تھی سہیل ڈر کے مارے کانپنے لگا تھا سہیل کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اسے یہ چڑیل کسی بھی حال میں نہیں چھوڑے گی اچانک وہ چڑیل یعنی رانی غائب ہوتی جاتے ہوئے یہ کہہ گئی کہ سہیل کو کچھ نہیں ہو سکتا جب تک میں زندہ ہوں شانتی چڑیل دانت نکالنے لگی اور کہنے لگی۔

آپ تم اب تم مرنے والی ہو شانتی چڑیل نے کچھ پڑھ کر پھونکا اور سہیل کے ساتھ ہی غائب ہو گئی۔

دوسری طرف جنابر جن اویس کو ایک تہہ خانے میں بند کر رہا تھا۔ شانتی چڑیل نے سہیل کو کہا۔ اے آدم زاد ایک شرط پر میں تمہیں چھوڑوں گی سہیل نے کہا۔

کیا شرط آپ کا مقصد کیا ہے۔

شانتی چڑیل نے کہا۔ تم اپنا خون مجھے پینے دو میں تمہارا خون پینا چاہتی ہوں میں تم سے وعدہ کرتی ہوں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی صرف تمہارا تھوڑا سا خون پیوں گی وہ بھی تمہاری مرضی ہے۔

ادھر جب اویس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو تہہ خانے میں بند پایا پاس وہی جنابر جن کھڑا مسکرا رہا تھا آپ بتاؤ اب بھی مجھ سے مقابلہ کرنے کا جنون ہے تمہارے اندر بے بس لڑکے۔

اویس نے کہا۔ خدا بھی اپنے بندے کو بے بس نہیں چھوڑتا اے غلیظ جادوگر کے باشندے عام جادوگر کے نوکر جن۔

جنا بر جن یہ بات سن کر بھڑک اٹھا اور کچھ پڑھ کر اویس پر اس نے پھونکا اویس کے ساتھ خونی زنجیر لٹکنے لگی اور اویس کے پورے جسم سے لپیٹ گئی۔ سہیل نے شانتی چڑیل کو کہا۔

ہاں مجھے آپ کا ہر فاصلہ منظور ہے مگر آپ مجھے چھوڑ دے سہیل بہت ڈر رہا تھا۔

سخاوت اپنی منزل کی طرف تیزی سے جا رہا تھا کہ اچانک اُس کے اردگرد آگ لگنے لگی اور آگ نے سب کچھ جلا ڈالا اور سخاوت کی طرف بڑھنے لگی مگر سخاوت نے وقت ضائع کیے بغیر ہی کچھ پڑھ کر آگ کی طرف پھونکا تو آگ غائب ہوئی اور سخاوت مسکرا کر آگے جانے لگا اور وہ بہت خوش تھا کیونکہ اُسکی طاقتیں کام کر رہی تھی۔ اور خوش وخروم میں آگے بڑھنے لگا آخر اس کو ایک سرخ رنگ کا مکان نظر آیا اس نے سندس پری کو ذہن ہی ذہن میں سوچا اور سندس پری کی آواز سخاوت کے کانوں میں ٹکرائی۔

سخاوت تم آگے بڑھو یہی جن کا ٹھکانہ ہے اندر اور اندر جاتے ہی سرخ رنگ کے طوطے کو قابو کرنا وہ پنجرے میں بند ہے اور ایک نیلے رنگ کے کمرے میں ہوگا فوراً جاؤ اور اس طوطے میں جن کی جان ہے۔

سخاوت نے بغیر کوئی آہٹ کیے دروازہ کھولا اور سیدھا اس نیلے دروازے کی طرف گیا جو کہ ایک سائیڈ پر تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر اس پنجرے کو ڈھونڈنے لگا آخر اسے وہ پنجرہ مل گیا۔

اس نے اس پنجرے کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ زمین ہلنے لگی تو پری کی آواز آئی۔

سخاوت کلمہ پڑھ کر اس طوطے کو نکال لو اس کا خاتمہ کر دو۔

سخاوت نے ایسا ہی کیا تو وہ جادوگر کا غلام جن حاضر ہو گیا سخاوت سے معافی مانگنے لگا سخاوت نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ٹانگ توڑ دی جن کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی پھر اس نے اس کی گردن مروڑ دی تو جن کو آگ لگ گئی اور وہ مر گیا تو ہر طرف ہی چیخوں کی آواز آنے لگی تھی پھر ایک دم دو جن اور دو چڑیلیں حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا

اے نوجوان شکر ہے کہ تم نے ہم کو اس قید سے نجات دلائی ہم کو اس نے اپنا غلام بنا رکھا تھا ہم سے ناجائز کام کرواتا تھا۔ اے بندے ہم اپنی مرضی سے آپ کے غلام بنتے ہیں جو کام مرضی ہم سے کروانا اور ہم آج سے آپ کے غلام ہیں اور آپ ہمارے آقا ہیں

یہ کہہ کر وہ سب آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے سخاوت نے انہیں اجازت دے دی اور وہ غائب ہو گئے۔

دوسری طرف سندس پری بھی حاضر ہو گئی تھی مگر افسوس کہ سندس پری کے ماں باپ کو اس غلام جادوگر نے مار دیا تھا وہ بے چاری رو رہی تھی اور وہ روتے ہوئے بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی سخاوت نے اس پری کو تسلی دی اور کہا۔

خدا کے لیے رومت میں آپ کے ساتھ ہوں اور آپ مت رو میں تو اس پری کو سخاوت کی باتوں سے کچھ سکون ملا اور وہ خوش ہوئی کیونکہ سخاوت کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے تھے اس پری کو روتے ہوئے دیکھ کر پری نے سوچا کہ کوئی تو ہے نہ اس دنیا میں مجھے عزیز ہمیشہ سے وہ اپنے لیے نہ سہی مگر سخاوت کے لیے چپ ہو گئی تھی مگر اس کے

دل میں ایک گہرا زخم ہو گیا تھا۔

وشال جادوگر اپنے چلے میں مصروف تھا اس کے پاس ایک بھیانک جن حاضر ہوا وشال جادوگر کو کہنے لگا۔

اے آقا غضب ہو گیا

وشال جادوگر نے تڑک کر پوچھا کیا ہوا ہے جن زاد۔

جادوگر کے اس غلام نے کہا کہ۔

آقا نور یہ جن کو ایک آدم زاد نے ختم کر دیا ہے اور اس پری کی حدود سے اور دوسرا غضب یہ ہوا کہ سندس پری نے جادوگر یعنی وتام جادوگر کو بھی قید کر دیا ہے۔

یہ سن کر وشال جادوگر غضب ناک آواز میں گرجا اس پری کی ایسی کی تیسی۔ میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا اس کو میں اپنے قبضے میں کروں گا اس کو ایسا مزہ چکھاؤں گا۔ وہ ساری زندگی یاد رکھے گی وہ سمجھتی کیا ہے مجھے اور جن کو کہا کہ تم جاؤ ان کی سکیورٹی کرو اب تم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں جلدی جاؤ دفع ہو جاؤ۔

اویس کو ہوش آیا تو اس کو کافی جلن ہو رہی تھی کیونکہ اس کا جسم سے خونی زنجیر لپٹا ہوا تھا اور اس کی تپش سے اس کا جسم جل رہا تھا اس نے دل ہی دل میں خدا سے معافی مانگی اور دعا کی اے میرے خدا مجھے اس مشکل سے نکال دے اور اس خونی زنجیر سے نجات دلوا دو اے اللہ مجھے غائب سے طاقت عطا فرما اس دیس میں اس جادوگر کو ختم کر سکوں یہ دنیا میں ہر طرف ہی تباہی پھیلا رہے اے میرے خدا اس جادوگر کی موت کا راز مجھے پتہ چل جائے۔

یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ خدا کی رحمت جوش میں آئی تو ایک دم ہی وہاں پر ایک چوہا حاضر ہوا جس کی زبان سے اللہ ہو اللہ ہو کا ورد تھا اس نے آتے ہی زنجیر کو منہ سے لگایا اور وہ زنجیر پراسرار کو توڑ کر غائب ہو گیا اویس آزاد ہو گیا حیران و پریشان اس چوہے کو دیکھنے لگا مگر یہ کیا چوہا ایک دم غائب ہو گیا اویس حیران و پریشان تھا اپنے آپ کو پھر جس جگہ پر چند منٹ پہلے چوہا تھا اس جگہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

سہیل اپنے ہی فاصلے پر پریشان تھا کیونکہ اس سے بہت ہی غلط فیصلہ لے لیا تھا اس کو شانتی چڑیل کی بات نہیں ماننا چاہئے تھی کیونکہ اس کے علاوہ اس کا کوئی مناسب حل بھی نہیں تھا سہیل کا شانتی چڑیل خون پی رہی تھی مگر سہیل اس کی اس بات پر بہت نادان تھا چڑیل اس کا خون پیتی جا رہی تھی مگر وہ اس کا اپنا منہ سہیل کی گردن سے دور کیا اور کہا۔ بس میرا انتہائی کام تھا تم کو میں چھوڑ رہی ہوں تم جاؤ جہاں مرضی ہے چلے جاؤ کیونکہ میں تم کو اپنے پاس بھی نہیں رکھ سکتی اگر وشال جادوگر کو پتہ چل گیا تو تم کا خراب ہو جائے گا۔

سہیل ایک انجان منزل کی طرف روانہ ہو گیا اس کو کسی بات پر بھی کوئی دریغ نہ تھا کیونکہ اس نے سن لیا تھا جان بچے سے جو مرضی ہے بند دیا کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک مشکل میں پھنس گیا تھا اس کو اس مشکل سے نکلنا تھا۔

سندس پری اور سخاوت سندس پری کے محل کی لان پر ٹہل رہے تھے کہ سخاوت کچھ پریشان سا

دکھائی دے رہا تھا سندس پری نے اس خاموشی کو توڑا۔

کیا بات ہے مسٹر سخاوت کیوں پریشان ہو

کیا بات ہے سخاوت نے کہا۔

میرا ایک مقصد تو حل ہو گیا ہے مگر وشال جادوگر کو ختم کرنا ہے یہی سب سے بڑی پریشانی ہے اب تو سندس پری نے کہا۔

اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے میں ہر پل آپ کے ساتھ ہوں میں وشال جادوگر کو ختم کرنے میں آپ کی مدد کروں گی۔

سخاوت پہلے مطمئن ہو گیا اور کہا۔

ایک بات کہوں آپ خفا تو نہیں ہوں گے مطلب میری بات کا برا تو نہیں مانو گے۔

سخاوت نے کہا بولو آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں بلا جھجک بتاؤ کیا بات ہے۔

سندس پری نے کہا سخاوت میں تم سے بہت پیار کرنے لگی ہوں پہلی ہی بار تمہیں دیکھ کر تم سے پیار ہو گیا تھا میرے خوابوں میں میری سوچوں میں میرے دل میں ہر خوشی کے دروازے پر صرف اور صرف تم ہی ہو خدا کے لیے اب میری بات کو برا مت ماننا۔

سخاوت نے کہا میں آپ کی اس بات کا ابھی جواب نہیں دے سکتا کچھ دنوں بعد آپ کو سوچ کر بتاؤں گا۔

اور سخاوت فوراً کمرے سے نکل گیا جبکہ سندس پری سوچوں میں پڑ گئی۔ پھر دوسری طرف سخاوت کو شنا کا پیار یاد آ گیا تھا اس نے سوچا اب پری کو کیا جواب دوں پری کو میں انکار کر دوں تو اس کا دل پریشان ہو جانے کا ڈر خیر سخاوت نے آخر ایک فیصلہ کیا تھا کہ اس پری کا وہ دل نہیں توڑے گا اس کے ساتھ وہ دوستی کرے گا سخاوت کمرے سے باہر آیا اور پری کچھ پریشان تھی۔

سخاوت نے کہا کیوں پریشان ہو۔

سندس پری بات کو ٹال مٹول کر گئی کہا جادوگر کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کو کیسے ختم کریں کیونکہ وہ بعد میں ہمارے لیے کوئی مسئلہ بنا دیں سخاوت نے کہا۔

کوئی بات نہیں ہم اس کو مارنے کے لیے کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے آپ پریشان مت ہوئے اگر میں جب تک زندہ رہوں تو اس خبیث جادوگر کو انجام تک پہنچا کر رہوں گا۔

دوسری طرف پری کے دل میں جو بات تھی وہ دراصل یہ تھی اور تھی کہ وہ اس وقت سخاوت کو بتا نہیں پائی تھی وہ اس کا غم بہت ہی عجیب قسم کی سوچ میں ڈوبی تھی۔

دوسری طرف کٹیل جلدی جلدی کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں بھاگ رہا تھا کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ کہیں اور ... شیشے میں نہ چڑھ جائے اس لیے وہ بہت زیادہ خوفزدہ حالت میں تھا۔

ایک کرب دار دل دہلا دینے والی خوف سے کرب میں بھاگنے والی آواز آئی

اے آدم زاد اپنا شوق پورا کر لو جتنا بھاگنا ہے بھاگ لے مگر تم کو میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا اگر جو مرضی ہے کرنا ہے کر لے آدم زاد مگر تم شیطان کے قدموں تلے آ کے اپنا خون دو گے جو میری مرضی پر تمہارے پاس صرف دو گھنٹے ہیں تم سے جتنا مرضی ہے بھاگ لو مگر یہ یاد رکھنا تم اس وقت طلسمی دنیا میں ہو جہاں پر ایک ایک لمحہ موت ہی موت ہے اس موت سے آج

تک کوئی نہیں بچ سکا مگر تم نہیں بچ سکو گے جو کرنا
ہے کر لے آدم زاد کیونکہ اب ہر لمحہ موت بے تم
سے قریب از قریب آتی جا رہی ہے پھر آواز آنا بند
ہو گئی۔

اچانک ایک طرف سے رانی سہیل کو آتی
ہوئی نظر آئی اور بہت زیادہ خوش تھی سہیل پریشان
تھا کہ رانی زندہ کس طرح بچ گئی یہ تو مر چکی تھی کیو
نکہ شانتی چڑیل نے اس کو آگ جو لگائی تھی رانی
سہیل کے پاس آتے ہی اسے کہا
مجھے پتہ تھا کہ تم اس جنگل میں ہی ہو گے
سہیل نے کہا تم تو مر چکی تھی
پری کے روپ میں وہ پیاری لگ رہی تھی
بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی اس نے کہا نہیں
شانتی نے مجھے آگ لگائی تھی مگر ایک بزرگ نے
میرے اوپر کچھ پھونکا تو میری حالت ٹھیک ہو گئی
تھی اور ہاں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے
میرے پاس بھی کچھ علم ہے کچھ طاقتیں ہیں جو میر
ے نانا نے مرتے وقت مجھے دی تھیں اس وجہ سے
میں غائب ہو گئی تھی پھر سہیل کے ساتھ جو ہوا وہ
سب اسے بتایا خون کا سن کر چڑیل رانی کے چہر
ے پر غصے کے تاثرات ظاہر ہونے مگر اس
نے اس بات کو ٹال دیا تھا کیونکہ دل ہی دل میں
اس کو بہت غصہ آ رہا تھا شانتی چڑیل پر پھر ادھر
ادھر کی باتیں ہوئی پھر رانی چڑیل نے سہیل کو کہا
کہ ایک بات سے تم کرنی ہے۔
سہیل نے کہا ہاں بتاؤ۔
رانی نے کہا۔ میں تم سے پیار کرنے لگی ہوں
سہیل جب تمہیں دیکھا تھا تو پیار ہو گیا ہے مجھے
سہیل نے کہا نہیں میں صرف آپ کو ایک اچھی
دوست سمجھتا ہوں پیار کے چکروں میں نہیں پڑنا
چاہتا۔
سہیل میں اپنے پیار کے لیے کچھ بھی کر سکتی
ہوں انسانی خون اور موت سے ٹکراؤں سب کچھ
کر گزروں گی آج میرے ساتھ تم وعدہ کرو اگر تم
نے میرے ساتھ پیار نہ کیا تو زندگی کے کسی حصے
میں کسی سے پیار نہیں کرو گے۔
سہیل ایک انجان الجھن میں پھنس چکا تھا اس
نے کہا۔ ہاں میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں رانی
مگر تم کو کہہ نہیں پایا لیکن مجھے تم سے ایک وعدہ کرو
کہ بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑو گی۔
اس نے کہا وعدہ۔ اور ہاں میری بات بھی
غور سے سنو آج میں تم سے وعدہ لینا چاہتی ہوں
کہ میرے علاوہ تم نے اپنی زندگی میں کسی کو مت
آنے دینا اگر تم نے ایسا کیا تو اچھا نہیں ہو گا۔
سہیل نے کہا۔ ٹھیک ہے جیسا آپ کہو گی
ویسا ہی کروں گا میں آپ کے علاوہ کسی کو اپنی زند
گی میں نہیں آنے دوں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔
ہاہاہا۔ اچانک ایک زوردار آواز آتی واہ کیا
واہ کیوں پیاری باتیں ہو رہی ہیں انہوں نے اس
کی طرف دیکھا تو وہاں پر ایک ڈائن کھڑی تھی
اس ڈائن کے دو دانت باہر کی طرف نکلے ہوئے
تھے دو زوردار سے قہقہے لگا رہی تھی۔
ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ واہ رانی واہ کیا بات
ہے کیوں اس نوجوان کی زندگی برباد کر رہی ہو
کیوں اس کو جھوٹا پیار کر کے اس کی زندگی اس کے
لیے عذاب بنا رہی ہو
یہ کہہ کر وہ ڈائن آگے بڑھنے لگی اور کہنے لگی
آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی ہو رانی چڑ
یل آج میں تم سے مقابلہ کر کے اس لڑکے کو تم سے
حاصل کر کے اس کا لذیذ گوشت کھاؤں گی خون

ہوں گی۔۔

رانی کے چہرے پر پریشانی اور غم ساتھ ساتھ ڈر کے تاثرات اٹھنے نمایاں ہونے لگے کیونکہ اس کو علم ہو گیا تھا کہ وہ اس چڑیل کا مقابلہ نہیں کر پائے گی اور وہ اپنے پیار کو چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ایک خونی پتھر اٹھا کر چڑیل کو مارا مگر چڑیل کو کچھ نہ ہوا اب دوسرا وار چڑیل کا تھا جبکہ رانی تھر تھر کانپنے لگی تھی دوسرا وار چڑیل کا تھا جب چڑیل نے کچھ پڑھ کر رانی کی طرف پھونکا تو اس کو آگ لگ گئی اچانک ایک دھماکہ ہوا ایک خوبصورت سی عورت حاضر ہوئی اس نے آتے ہی کچھ پڑھ کر چڑیل کی طرف پھونکا تو کالے رنگ کا ایک جن حاضر ہوا جس نے آتے ہی چڑیل کو نگل لیا جبکہ سہیل بے ہوش ہو گیا تھا۔۔

سندس پری اور سخاوت اب بھی اس گھر میں پرستان میں رہتے تھے ان کا ارادہ تھا کہ وشال کے پاس طاقت زیادہ تھی جبکہ پری کے پاس اتنی طاقت نہ تھی اس وجہ سے وہ پریشان رہتی تھی سخاوت پری کے بارے میں سوچنے لگا تھا کہ اب کیا کیا جائے ایک طرف ثنا تھی اور دوسری طرف پری تھی اب وہ بے بس ہو گیا تھا اس نے پری کو ساری حقیقت بتا دی تھی۔

سندس پری اس کی محبت کی داستان سن کر دکھی ہوئی اس کا ارادہ تھا کہ اس کی زندگی میں میرے سوا کوئی نہ آئے مگر تقدیر کا کس کو کیا پتہ تو تب یہی سوچ کر اس نے صبر کر لیا تھا۔

آگے کیا ہوتا ہے سب جاننے کے لیے اگلہ شمارہ ضرور پڑھئے گا اور اپنی قیمتی ضرور دیجئے گا شکریہ۔

ب دن دے ساری دنیا نوں
اساں پیار تیرے نال پچھندیا
بن تکیاں تینوں سدا دل چوں تو
اساں ایسا چندرا نا پچھندیا
نال تے تتی ہوا تینوں
تیرے نی اساں جان منگ لیئے تیں
تیرے ہر تے سایہ عشقن نی
مینوں وانگ تندور جلا لینا
اس زندگی سانواں سوچاں نوں
بساں تیرے تانویں پچھندیا
نال دور ہوں دا سوچیں توں
تیری راہواں وچ مرجاواں نی
میں ہون تی سے تجھ نی اے
ناں عشقن کے وچ پچھندیا
اس دنیا تو بن ڈرنا تیں
اسیں پیار نداں نے رنج بن سے
اے وے دی باجب چھڑ سے مرن
اسیب دیکھو نوں دیکھیں پچھندیا
شوزن۔ ننکانہ

کما کے تیر جو دیکھا کمیں گاہ کی طرف
تو اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

قیصر صدیق۔ لاہور

جب بھی دیکھو گے آئینے میں صورت اپنی
میری محبت کے کچھ رنگ نظر آئیں گے تمہیں

رانا نبیل ارشاد۔ لاہور

بھول کر بھی کاندھا نہ دینا میری میت کو
کہیں پھر زندہ نہ ہو جاؤں تیرا سہارا سمجھ کر

فیصل صدیق۔ لاہور

کوئی چاند رکھ میری شام پر

خواجہ عاصم سرگودہا

ماروی کو اس بات پر مکمل یقین تھا کہ زندگی کا ایک مخصوص لمحہ ایک مخصوص مدت میں کسی مخصوص شخص کے لیے ہوتا ہے۔ آج اگر وہ لمحہ آیا تو ماروی کے احساسات کو بے دردی سے کچل رہا تھا۔ ماروی کو اس کی حیثیت یاد دلوا رہا تھا۔ اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی تو ماروی اپنے خیالات سے چونک اٹھی۔

آنے والی ذوباریہ تھی۔ اس کے ہاتھ میں ویسا ہی فریم تھا جو سامنے کی دیوار پر موجود تھا۔ جس میں دو سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ذوباریہ نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ میں موجود وہ فریم سامنے کی دیوار پر لگے اس فریم کے عین نیچے موجود ایک میز پر متوازی رخ میں رکھ دیا۔ جو تصویر ذوباریہ کے ہاتھ میں تھی وہ بھی کسی حسین کا پرتو تھی۔

میڈم یہ آغا ہیں، ذوباریہ نے ماروی کے قریب آ کر دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

ماروی سمجھ نہ سکی کہ وہ اشارہ اوپر والی تصویر کی طرف تھا یا نیچے والی تصویر کی طرف، اس لیے اس نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ اوپر والی تصویر کی بات کر رہی ہو؟

میڈم وہ تو آغا ہیں۔ نیچے والی تصویر آغا کی ہے۔ میں کئی بار سوچ چکی تھی کہ آغا کے کمرے سے ان کی تصویر لا کر آپ کے کمرے میں رکھ دوں، مگر بھول جاتی تھی اب یاد آیا تو میں فوراً لے آئی۔ ذوباریہ محبت بھرے لہجے میں بتا رہی تھی۔

ماروی کے اندر کوئی چیز چھن کر کے ٹوٹ گئی تھی۔

ماروی کے دل کو دھچکا لگا تھا تو وہ واقعی شہزادہ سلیم تھا۔ رلجہ اندر تھا اور ایسا کوہ نور تھا جو ماروی کی پہنچ سے بہت دور تھا۔ نہ جانے کیوں دل اس قدر پژمردہ ہو گیا تھا کہ ماروی کو ایک پل بھی اس کمرے میں مزید ٹھہرنے کی اجازت نہ دے رہا تھا۔ اس نے طاؤس کا نام سننے کے بعد دوسری نظر اٹھا کر بھی اس تصویر کو نہ دیکھا۔ جانے کیوں اسے یہ نام سنتے

ہی وحشت سی محسوس ہوئی۔ شاید وہ خود کو اپنی حیثیت باور کرانا چاہتی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ شہزادہ سلیم اور انارکلی میں کتنا فرق تھا اور اس کا دل کس قدر روایتی تھا۔ بہتر تھا کہ وہ لوٹ جاتی۔ دل کوئی غلط قدم نہ اٹھا لیتا۔ مگر واپس جانا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ بہادر خان کے ڈر کی ننگی تلوار اس کے دل پر لٹکتی محسوس ہوئی اور وہ بوجھل دل لیے کمرے سے نکل آئی۔ ذوہا ریہ اس کی کیفیت نہ سمجھ سکی۔ اس کے پیچھے نکل آئی۔

کیا ہوا میڈم آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟

ہنہ۔ ٹھیک ہے، بس دن بھر مصروف رہی نا اس لیے کچھ تھکن ہوگئی ہے۔ پڑھائی کل سے کریں گے، ٹھیک ہے، ماروی زبردستی مسکرا کر بولی۔

او کے میڈم، ویسے یہ کمرہ آ کا کا ڈرائنگ روم ہے آگے ان کا بیڈروم ہے جو اکثر لاک رہتا ہے۔ ذوہا اسے بتاتی ہوئی اس کے ساتھ چلتی اپنے کمرے میں آگئی اور ماروی نے اسے چھوڑنے کے بعد اپنے کمرے کا رخ کیا۔

کس قدر تکلیف دہ احساس تھا۔ وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ اٹھی تھی۔ جانے کیوں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ کیوں بلا تھا وہ ایسے کمزور لمحوں میں جب ماروی کو اپنی ہی ذات پر مکمل اعتبار نہ تھا۔ اس کے دل میں جنگ سی ہو رہی تھی وہ خود سے سوال کر رہی تھی کہ اسے پہلے کس نے متاثر کیا تھا۔ طاؤس خان نے یا پھر اس کی امارات نے اور اس کے اس حسین تاج نے بہت دیر بعد وہ پھٹ پڑی۔

کسی نے بھی نہیں۔ بس اچھی چیز کو اچھا کہنا میری عادت ہے اور پھر اتفاق سے یہ دونوں شباہتیں میری پسند میں رہی ہیں۔ مگر پسند کا کیا ہے پسند تو مجھے آسمان کا چاند بھی ہے۔ مگر کیا میں اسے پا سکتی ہوں؟ کیا وہ مجھے مل سکتا ہے؟۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں خود کو اس قدر گرا نہیں سکتی۔۔۔۔ کہ ایک شخص کی صورت اور امارت سے اس قدر متاثر ہو جاؤں۔

اس نے بے اختیار ہو کر اسفند کی بھیجی ہوئی اس انگوٹھی کو چوم لیا جو اس وقت اس نے پہن رکھی تھی۔

مت بنانا میرے لیے کوئی ایسی حسین عمارت۔۔۔۔ ہاں! اسفند تم جیسے بھی ہو اپنے آپ کو میرے قابل نہ سمجھو مگر میں تو تمہاری حسین باتوں کی اسیر ہوں۔ ہاں اسفند

ہاں۔ کاش تم مجھے کبھی موقع دیتے کہ تمہاری سیاہ آنکھوں کی چمک کو اپنے دل کے قریب محسوس کرتی تو طاؤس خان کی آنکھوں کی یہ چمک میری آنکھوں کو کبھی خیرہ نہ کرسکتی۔۔۔ کبھی نہیں۔

اس کا ذہن جو کہہ رہا تھا اس کا دل اس کی نفی کر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے جس حسین کا چہرہ دیکھ کر دل میں کوئی جذبہ محسوس کیا تھا اس چہرے کو وہ کبھی بھلا بھی سکے گی یا نہیں۔ یہ اس نے وقت پر چھوڑ دیا تھا مگر اتنا ضرور تھا کہ پہلی بار اس نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا تھا کہ شہزادہ سلیم اور انارکلی کا فرق دنیا کو کیوں کھٹکتا تھا۔ اگلے دن وہ پرسکون تھی۔ آج اس کا رزلٹ بھی آرہا تھا۔ رات کے کھانے کی طرح صبح کا پرتکلف ناشتہ بھی ماروی نے اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی ڈیوٹی ذوباریہ کو اسکول چھوڑنے کی تھی۔ اسے اس کے ساتھ جانا تھا۔ ماروی نے ناشتے سے فارغ ہوکر کپڑے تبدیل کیے۔ سادے سفید سوٹ کے ساتھ سادی سی سیدھے بالوں کی چٹیا گوندھے وہ باہر آگئی۔

اس کی سادگی ہی تو اس کا سب سے بڑا زیور تھی۔ اس کا چاند جیسا روشن چہرہ دن کی روشنی اور اس کے سفید سوٹ کے عکس میں اس اتنے بڑے تاج محل کی عمارت سے کہیں زیادہ حسین جلوے لٹا رہا تھا۔

گڈ مارننگ۔ ماروی اسے دیکھتے ہی دھیرے سے مسکرا کر بولی۔ وہ گاڑی کے قریب ہی اسکول یونیفارم میں تیار کھڑی تھی۔

گڈ مارننگ میڈم۔۔۔ ذوباریہ نے مسکرا کر کہا۔

گڈ مارننگ۔۔۔ ماروی نے بھی خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

آپ مجھے اسکول چھوڑنے چل رہی ہیں نا۔ ذوباریہ نے بے چینی سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔ یہ میری ڈیوٹی میں شامل ہے۔

ماروی نے سادگی سے جواب دیا۔

ذوباریہ نے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اس سے پہلے کہ وہ اندر بیٹھتی کالے رنگ کی بڑی سی گاڑی ماروی کے قریب،

آ کر تیزی سے رکی، یہ گاڑی شاید پیچھے سے آئی تھی جو ماروی پہلے نہ دیکھ سکی تھی۔ گاڑی رکی اور پچھلی سیٹ سے جو شخص باہر آیا اسے دیکھ کر ماروی کی پلکیں جھک سی گئیں۔ وہ یقیناً طاؤس خان تھا۔ دن کے اجالے میں اس کی گہری سیاہ آنکھیں ایک پل میں ہی ماروی کی آنکھوں میں بجلی سی دہکا گئی تھیں۔ وہ سفید براق کرتا شلوار کے ساتھ بڑی سی کالی لوئی میں ملبوس تھا۔ جو شان اور تمکنت ماروی نے اس کی تصویر میں محسوس کی تھی وہی تمکنت اس کی ذات کا خاصہ تھی۔ وہ باہر تو آ گیا مگر اس کے چہرے پر سختی کے آثار تھے۔

ذوبا۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے ڈائریکٹ ذوباریہ سے سوال کیا۔

آ کا یہ میری ٹیچر ہیں۔ ذوباریہ نے دو قدم طاؤس کی طرف بڑھ کر ماروی کا تعارف کروایا تھا۔ جب کہ ماروی نظریں جھکائے بے خود سی کھڑی تھی۔ نہ جانے کل کے فیصلے کے بعد بھی کون سا جذبہ تھا جس نے اسے اس بدتمیز شخص کے سامنے چور سا بنا کر پیش کیا تھا۔

ہنہ۔۔۔ ٹیچر، طاؤس نے ایک اچٹتی نظر ماروی پر ڈالی اور پھر ذوباریہ کی طرف دیکھ کر بولا اور دروازہ تم کھول رہی ہو۔۔۔۔ ڈرائیور مر گیا ہے کیا؟ اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

آ کا۔۔۔۔ ذوباریہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا کہ طاؤس پھر بول اٹھا۔

جس کا کام ہوتا ہے اسے ہی کرنے دیا کرو۔۔۔ آرام سے گاڑی میں بیٹھو۔۔۔ ڈرائیور بے بی کو اسکول لے جاؤ، وہ پھر سخت لہجے میں بولا اور دوبارہ اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ ذوباریہ کی گاڑی نکلنے سے پہلے ہی طاؤس کی گاڑی نکل چکی تھی۔

کوئی چیز ماروی کے اندر بڑے زور سے ٹوٹی تھی۔ یہ اس کا غرور تھا یا انا کی کوئی ناکام خواہش تھی یا غلط امید جو کچھ بھی تھا بے تحاشا دلبرداشتہ کر گیا تھا۔ اس نے خود کو جمع کیا اور ذوباریہ کے ساتھ آ بیٹھی۔ یہ اس کا کام تھا جس کے اسے پیسے ملتے تھے۔

کیا یہ ممکن تھا کہ وہ ٹی زیڈ ہاؤس میں رہتی اور طاؤس کی نظروں سے آزاد رہتی۔ یہ تو نہیں ممکن تھا کہ طاؤس جیسا مغرور انسان اسے نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کہ ماروی جیسی روایتی لڑکی اس کی موجودگی نظرانداز کر دیتی۔ وہ تو روایتوں کی

گود میں پلی تھی۔ پہاڑوں کی بیٹی تھی۔ دل کی مرضی پر جان دے سکتی تھی۔ ارادوں کی اٹل تھی مشکلات سے ڈرنا اس کی سرشت میں نہ تھا۔ پھر جہاں دل ہی بے قابو ہو جائے ذہن کی گرفت سے آزاد اور منچلا ہو جائے اور قربت کے لمحے بھی ہوں وہاں جہاں کی ہر چیز سے اس کی خوشبو آئے اس کا لمس محسوس ہو وہاں رہتے ہوئے راجہ اندر تو اپنی کنیز بھول سکتا تھا۔ مگر کنیز کے بس میں یہ سب کہاں تھا۔

اس لمحے ماروی نے خود کو ہر قسم کی منفی سوچ سے آزاد کر لیا تھا۔ شاید یہ کوئی نیا ہتھکنڈہ تھا جسے وہ استعمال کرنا چاہ رہی تھی۔ کیونکہ وہ مسکرا رہی تھی اس نے دل میں جو محسوس کیا تھا وہ اس پر قائم تھی اور جانے کیوں قائم رہنا چاہتی تھی۔

ذوباریہ کو اسکول چھوڑ کر واپسی پر ماروی کے چہرے پر مسکراہٹ سجی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو فیصلہ اس کا دل کرے گا مان کر ضرور دیکھے گی۔ زندگی میں پہلی بار اگر دل نے کسی کو قبول کیا تھا تو اسے رد کرنے والی وہ کون تھی۔ اسے طاؤس خان کے رویے سے غرض نہیں تھی۔ غرض تھی تو اس محبت سے جو بخش دو دنوں میں اس کے دل میں دفن ہو بیٹھی تھی۔ زندگی نے کبھی بھی کوئی ازلی خوشی جھولی میں نہیں ڈالی تھی۔ تو ایک اور ایسی خوشی کی تلاش کرنے میں کیا حرج تھا جس کا انجام تو کچھ نہ تھا البتہ کچھ عرصے کے لیے وہ اپنی مرضی سے جی سکتی تھی۔ وہ شاید اسی جذبے کے تحت یہ سوچ رہی تھی جس پر کئی برسوں سے کہانیاں لکھی جا رہی تھیں جو شاعروں کی شاعری کی وجہ بن چکی تھی۔

ماروی نے راستے میں رک کر اپنا رزلٹ معلوم کیا تو توقع کے عین مطابق ماروی کے ساتھ ساتھ صدف بھی بہت اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی تھی۔ اتنی خوشی کا دن تھا، مگر قریب کوئی بھی نہ تھا، جس کے ساتھ وہ یہ خوشی بانٹ سکتی، انیتا کی طرف دھیان گیا تو اس نے ڈرائیور سے کہا۔

مجھے ہاسٹل چھوڑ دو، میں ذوباریہ کے آنے سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔

ڈرائیور اسے ہاسٹل کے گیٹ پر چھوڑ کر چلا گیا۔ ماروی اپنے کمرے میں آئی تو خالی کمرہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں برابر والے کمرے میں چلی آئی۔ برابر والے کمرے میں موجود لڑکی فاطمہ شاید آفس جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

ہیلو۔۔۔ماروی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

ارے ماروی!۔۔۔آؤ، آؤ، بھئی کیا واپس آ گئی ہو؟ فاطمہ نے خوش دلی سے پوچھا۔

نہیں میں تو انیتا سے ملنے آئی تھی، کچھ جانتی ہو کہ وہ کہاں چلی گئی ہے، ماروی نے کھڑے کھڑے سوال کیا۔

شمائل چلی گئی، تم چلی گئیں تو انیتا بھی چلی گئی، کل تمہارے جانے سے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے بھی ہاسٹل چھوڑ دیا۔۔۔

کیا! میرے جاتے ہی۔۔۔کیا واقعی؟

ماروی خوشی اور حیرت سے ملی جلی کیفیت میں بولی۔

ہاں، فاطمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

اتنی جلدی۔۔۔اس نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ واپس جا رہی ہے۔

بتایا تو مجھے بھی نہیں۔۔۔ہاں! اتنا ضرور ہے کہ پنجرہ خالی ہو گیا ہے جو چیں چیں کی آوازیں آتی رہتی تھیں نا بالکل بند ہو گئی ہیں۔ اور یہ اداسی بالکل اچھی نہیں لگ رہی، فاطمہ ماجیہ انداز میں بول رہی تھی۔

ہاں فاطمہ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہو کچھ اور جاتا ہے انسان کی حقیقت بلکہ حد اسی وقت پتہ چلتی ہے جب اس کا مضبوط ارادہ ٹوٹتا ہے۔ مجھے دیکھو جب میں آئی تو سوچا تھا شاید اسی کمرے میں گزر جائے گی۔ مگر کیا پتہ تھا کہ چند دن بھی گزار نہیں پاؤں گی۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ انیتا میرے لیے کوئی میسج چھوڑ گئی ہے۔

نہیں مجھے تو کچھ نہیں کہا، البتہ نیچے میڈم سے یا چوکیدار سے پوچھ لو۔

اچھا بہت شکریہ۔۔۔چلتی ہوں۔۔۔خدا حافظ۔

خدا حافظ، فاطمہ نے خوش دلی سے جواب دیا۔

آفس سے اسے پتہ چلا کہ انیتا نے کوئی میسج نہیں چھوڑا، چوکیدار بابا کو دیکھنے کے لیے ماروی نے نظر دوڑائی تو وہ کہیں نظر نہ آیا۔ البتہ سامنے کے باغ کے گیٹ پر اپنی مخصوص جگہ کھڑا سلطان ضرور نظر آ گیا۔ جو ایک بچے کو چنے دے رہا تھا ماروی دھیرے

سے مسکرائی اور اس کے قریب چلی آئی۔

سلطان کی باچھیں ماروی کو دیکھتے ہی کھل گئیں۔

آؤ بی بی آؤ ۔۔۔۔۔ پتہ ہے تو پورے تین دن بعد آ رہی ہے، کہاں تھی بی بی، تیری طبیعت تو ٹھیک تھی وہ کھوجتا ہوا بولا۔

ہاں سلطان میں ٹھیک ہوں، بس میں نے یہ ہاسٹل چھوڑ دیا ہے۔ ماروی نے کھڑے کھڑے جواب دیا۔

چھوڑ دیا ہے، کہاں؟ کہاں لیا ہے تو نے گھر! مجھے بتا میں بھی یہ سڑک چھوڑ دوں گا، بتا کہاں ہے تیرا گھر۔ سلطان نے تیزی سے سوال کیا۔

میرا گھر۔ وہ دھیرے سے مسکرائی پھر چند لمحے بعد بولی۔ تم بہت بھولے ہو سلطان، کیا تم نہیں جانتے کہ عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔ جو گھر چھوڑ آئی وہ بھی اپنا نہیں تھا۔ یہ ہاسٹل بھی میرا نہیں تھا۔ اب جہاں گئی ہوں وہ بھی میرا گھر نہیں ہے۔ میرا تو کوئی گھر نہیں ہے۔

مجھے بتا جاتی تو میں روز تیرا انتظار نہ کرتا۔ سلطان سادگی سے کچھ سوچتا ہوا بولا۔

تم بہت اچھے ہو سلطان تم نے بہت سے کمزور لمحوں میں میرا ساتھ دیا ہے۔ مگر میرا انتظار نہ کیا کرو، میں تو اپنی خوشیوں کی تلاش میں ناکام ہو چکی ہوں۔ تمہیں بھلا کیا دے سکتی ہوں ۔۔۔۔۔ دیکھو نا آج بھی میں انیتا سے ملنے آئی تھی کہ میں امتحان میں پاس ہو گئی ہوں۔ میں جن سے بھی دل کے رشتے باندھتی ہوں وہ مجھے بہت جلد چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو سلطان کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ خدا مجھے قدم جمانے کے لیے تھوڑی سی زمین دیتا ہے اور پھر کھینچ لیتا ہے۔ میں اپنی اس بے مصرف زندگی کا آخر کیا کروں؟ کوئی بھی نہیں جس کے آگے اپنی خوشی بیان کر سکوں کہ میں پاس ہو گئی ہوں اور وہ میرا ماتھا چوم کر مجھے مزید کامیابی کی دعائیں دے۔ جو میرے دکھ پر دکھی اور میری خوشی پر خوش ہو سکے۔ میں بہت اکیلی ہوں، سلطان بہت اکیلی۔ ماروی دیوار سے ٹیک لگائے اردگرد کا احساس کیے بغیر بولتی جا رہی تھی اور بغیر اس بات کا احساس کیے بولتی جا رہی تھی کہ اس کی درد بھری باتیں سن کر سلطان کا دل درد سے بھر گیا تھا۔ سلطان کا دل

چاہ رہا تھا کہ وہ ماروی کا سارا درد سمیٹ کر اپنی جھولی میں ڈال لے اور اپنی ساری خوشیاں اس نازک سی ہستی کے نام کر دے۔ مگر اس کے لبوں پر چپ تھی وہ یک ٹک ماروی کے شفاف اجلے اور پاکیزہ چہرے کو دیکھتا جا رہا تھا۔ نہ جانے دونوں کے درمیان کون سا رشتہ تھا کہ ایک کچھ چھپا نہ سکتا تھا اور دوسرا کچھ بتا نہ سکتا تھا۔

بی بی۔۔۔میں ہوں نا۔۔۔مجھے بول دے۔۔۔سلطان کے لب کپکپائے۔

ماروی نے سلطان کو نظر بھر کر دیکھا اور پھر بے بسی سے نظریں جھکا لیں۔

کاش سلطان میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی۔ اپنا دل کھول کر رکھ سکتی۔ مگر وقت اور حالات نے بہت کچھ چھین لیا ہے اور خاموش رہنے پر بھی مجبور کر رکھا ہے وگرنہ تو آنکھوں سے کٹ کٹ کر بہنے کا موسم بھی اس زندگی میں آیا مگر میں مجبور تھی آنکھیں جلا بیٹھی مگر غم کو بہنے نہیں دیا۔

سلطان کیا تم ایسا منتر کوئی ایسا جادو جانتے ہو۔ جسے پڑھتے ہی میں کچھ لمحے سکون اور خوشی کے حاصل کر سکوں؟ کیا تم مجھے کھل جا سم سم والا منتر نہیں بتا سکتے جسے پڑھنے کے بعد علی بابا دنیا کا ہر غم، خوشی، احساس اور تعلق بھول گیا تھا۔ ایک ایسی دنیا کا دروازہ کیا میرے لیے نہیں کھل سکتا؟ ماروی بولتے ہوئے رک گئی اور سلطان کو دیکھنے لگی۔

نہیں نا۔۔۔میں ہی اس قابل ہوں۔۔۔وہ خود ہی سوال جواب میں مصروف تھی۔

اچھا بی بی۔۔۔میں چلتا ہوں۔۔۔آج دیر ہو گئی، بڑی سڑک پر بھیڑ ہو گی مجھے وہاں پہنچنا ہے۔

سلطان کوئی جواب دیئے بغیر اپنا سامان اٹھا کر چل پڑا۔

ماروی نے بوجھل دل کے ساتھ نظر اٹھا کر چوکیدار بابا کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر موجود تھا وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بابا کے قریب آ پہنچی۔

بابا کیا انیتا نے میرے لیے کوئی پیغام چھوڑا ہے؟ ماروی نے سوال کیا۔

مجھے؟ نہ بیٹی مجھے تو وہ ملی ہی نہیں، ہاں کل رات دو آدمی آئے تھے وہ تمہارا پوچھ رہے تھے۔

چوکیدار بابا نے اطلاع دی۔

آدمی کون آدمی بابا، ماروی نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ خیال فوراً بہادر خان پر گیا تھا۔

عجیب سے ہٹے کٹے لوگ تھے مجھے شہری نہیں لگ رہے تھے۔ سرخ رنگ کی گاڑی تھی۔۔۔ تمہارا نام لے کر تمہارا پوچھ رہے تھے میں نے بتا دیا کہ تم یہاں رہتی تھیں مگر اب نہیں رہتیں۔۔۔ تمہارا پتہ پوچھا تو مجھے معلوم نہیں تھا۔

ان کا حلیہ کیسا تھا بابا، ماروی نے پریشانی سے پوچھا۔

ان میں ایک لمبے قد کا تھا، سرخ سفید رنگت تھی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ عمر یہی کوئی پینتیس چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اور دوسرا ذرا چھوٹے قد کا درمیانہ سا انسان تھا۔

یہ حلیہ سنتے ہی ماروی کا حلق خشک ہو گیا وہ فوراً بولی۔ اچھا بابا اب وہ کبھی آئیں تو انہیں ڈانٹ دینا، میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتی۔

اچھا بیٹی۔۔۔ چوکیدار بابا تابعداری سے بولا۔

ماروی نے فوراً ٹیکسی روکی اور جلدی سے بیٹھ کر ٹی زید ہاؤس آ پہنچی۔ یہی چھت تو اس کا آسرا تھی۔ ہاشمی صاحب اس کے کمرے کے باہر ہی مل گئے تھے ماروی کو دیکھتے ہی مسکرا کر بول اٹھے۔ مس ماروی مجھے آپ کے کام کے متعلق کچھ بات کرنی تھی۔

ان کا شفقت بھرا لہجہ سن کر ماروی پگھل سی گئی وہ ابھی تک بہادر خان کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ان کا ملائم لہجہ سن کر اس کا دل بوجھل سا ہو گیا۔ کہیں کوئی جان کا دشمن ہوا تھا اور کہیں کوئی اپنوں کی طرح پکارتا تھا۔ مگر اپنے پرائے کی پہچان تو ابھی باقی تھی۔

ہاشمی صاحب آپ مجھے مس کہہ کر مخاطب نہ کیا کریں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔ آپ مجھے میرے نام سے پکاریں۔ ماروی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ بھی اداس تھا۔

اگر ماروی بیٹی کہوں تو؟ انہوں نے دھیمے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

تو یہ سب سے اچھا ہوگا۔ ماروی نے خوش دلی سے جواب دیا۔

ہاں تو بیٹی آ ؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں، وہ بھی اسی انداز میں بولے۔

چلیے ماروی ان کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ اب وہ پچھلے خیال کو فراموش کرنا چاہ رہی تھی وہ لان کے ایک گوشے میں آ بیٹھے ہلکی سنہری دھوپ نے سردی کی شدت کو بہت حد تک کم کر رکھا تھا۔ چمک دار دن میں اطمینان ہی اطمینان تھا ماروی بھی اطمینان سے ہاشمی صاحب کے سامنے بیٹھ گئی۔

ہاں تو ماروی۔۔۔۔ بیٹی۔۔۔۔ بات دراصل یہ ہے کہ ذوباریہ کے لیے تمہاری اپائمنٹ کسی ٹیچر کی ضرورت کے تحت نہیں ہوئی، اس کے لیے کئی ٹیچر آتے ہیں۔۔۔۔ آیا بھی موجود ہے جس نے چھوٹی سی ذوباریہ کو اتنا بڑا کیا ہے۔ وہ بولتے ہوئے رک گئے۔

تو پھر میرے لیے کیا حکم ہے وہ تابعداری سے بول اٹھی۔

ہاں میں بتا رہا ہوں، دراصل ذوباریہ بڑی ہو رہی ہے۔ اس کی ضروریات بڑھ رہی ہیں اب وہ کھلونوں سے زیادہ انسانوں کو ترجیح دیتی ہے پہلے تو وہ طاؤس سے اس کا وقت نہیں مانگتی تھی۔ مگر اب وہ گلہ کرنے لگی ہے۔ کہ طاؤس اسے نظر انداز کرتا ہے۔ اس کی باتوں میں ناپختگی کا احساس بڑھ رہا ہے جس کی وجہ ڈاکٹرز کے خیال میں بھی یہ ہے کہ وہ کسی کو بھی اپنے بہت قریب محسوس نہیں کرتی۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو ایک ماں ایک بہن کی طرح اس کی چھوٹی چھوٹی سوچوں اور خواہشوں کا احترام کرے۔ اس کی تنہائی کی ایک ایک سوچ میں اس کا ساتھ دے۔ وہ آیا اور اپنے ٹیچرز سے زندگی گزارنے کے اصول ضرور سیکھتی ہے مگر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتی۔ بلکہ آہستہ آہستہ لاپرواہ ہوتی جا رہی ہے۔ وہ پھر رک گئے۔

میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں۔۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ بات میں نے کل ہی ذوباریہ سے باتوں کے درمیان محسوس کر لی تھی کہ بے شک وہ ماں یا بہن کی کمی کو زبان پر نہیں لاتی، مگر کسی اپنے کی تلاش ضرور ہے۔ جو ہر پل اس کا ساتھ دے سکے ماروی بول اٹھی۔

ویری گڈ۔۔۔۔ تم بالکل ٹھیک سمجھی ہو۔ دراصل طاؤس چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ضرور

ہونا چاہیے جو چوبیس گھنٹے ذوباریہ کے ساتھ رہے۔ اسے ایک پل بھی تنہائی کا احساس نہ ہونے دے وہ خود بھی اگر کہیں دور جائے تو اسے پل پل ذوباریہ کا خیال اس کی تنہائی کی فکر پریشان نہ کرے۔ وہ ہر ٹیچر اور آیا سے اس کے بارے میں الگ الگ پوچھنے کے بجائے کسی ایک سے ذوباریہ کی خیریت اس کی ضرورت دریافت کر سکے۔ یوں بھی سمجھ لو کہ تمہیں ذوباریہ کے ساتھ ساتھ ذوباریہ کے ٹیچر کی اس کی آیا اور دوسرے تمام لوگوں کا بھی دھیان رکھنا ہے ان کا واسطہ ذوباریہ سے رہتا ہے کہ وہ اپنا کام ٹھیک طریقے سے نبھا رہے ہیں یا نہیں۔ تم سمجھ رہی ہو، وہ پوچھنے لگے۔

بالکل سمجھ رہی ہوں۔

ذوباریہ کو اسکول چھوڑنا اسے اسکول سے لانا ویک اینڈ پکنک کرنا، اسے ساتھ گھمانا اس کی شاپنگ، شام کی سیر، اس کے تمام شوق حتیٰ کہ اس کے کھانے پینے کا خیال بھی تمہیں رکھنا ہے۔

تو ہاشمی صاحب یوں کہیے نا کہ مجھے ایک ماں کی طرح اس کا خیال رکھنا ہے۔ وہ بول اٹھی۔

بلکہ ماں سے زیادہ۔۔۔ کیونکہ طاؤس اس معاملے میں ذرا غفلت برداشت نہیں کرتا اور پھر مائیں کبھی کبھار غفلت برت لیتی ہیں مگر تمہیں کوئی غفلت نہیں برتنی۔

آپ بے فکر ہو جائیں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، مجھے بچوں کو ہینڈل کرنا آتا ہے اور بچوں کی ضروریات سے بھی واقف ہوں۔ ویسے بھی ذوبا تو بہت معصوم اور بے ضرر بچی ہے پہلے ہی دن سے مجھ سے بہت اٹیچڈ ہے۔

That's good، اچھا اب سے ٹھیک آدھا گھنٹہ بعد تمہاری طاؤس کے ساتھ ایک میٹنگ ہے وہ تم سے ملنا چاہتا ہے اپنے آفس روم میں او کے، وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

طاؤس کا نام سنتے ہی ماروی کی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی اس کے دل میں ہلچل سی ہو رہی تھی بہت دیر تک وہ خود کو سمجھاتی رہی آخر وہ اسی کے گھر میں ایک ادنیٰ سی نوکری کرنے آئی تھی بھلا خود کو کب تک چھپا سکتی تھی۔ پھر سوچا بھی کہ ہاشمی صاحب کو منع کر

دے مگر یہ سوچ کر رہ گئی کہ وہ کیا کہہ کر منع کرے گی۔ سو اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

طاؤس شاید آفس سے واپس آ گیا تھا۔ اس کا ایک آفس اس گھر کے پچھلے حصے میں بھی تھا۔ وہ احتیاط سے مقررہ وقت پر آفس کے باہر آ گئی۔ چوکیدار نے اسے کمرے کا دروازہ دکھا دیا۔ باہر سخت سردی تھی مگر ماروی کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ ساری خود اعتمادی ہوا ہو گئی تھی کس قدر مجبور ہو گئی تھی کہ اپنی ہی حالت پر قابو نہیں تھا۔ لاکھ طرح سے سمجھا کر، بلا انداز کہ یہ جانے اتنی گھبراہٹ کیوں طاری تھی۔ بڑی مشکل سے خود پر قابو پا اور دروازے پر دستک دے دی۔ اندر سے کم ان کی آواز آئی پر وہ اندر داخل ہو گئی۔ اندر شاید ہیٹر چل رہا تھا اس لیے باہر کی نسبت اندر کا ماحول کافی پُرسکون تھا۔ سفید اور براؤن فرنیچر کے شاہانہ ملاپ نے کمرے میں ڈرامائی سا تاثر پیدا کر رکھا تھا۔ کمرے کے عین وسط میں بڑی سی میز کے دوسری جانب بیٹھا طاؤس خان کسی فائل پر نظریں جھکائے انہماک سے مطالعے میں مصروف تھا۔ سفید ٹی شرٹ میں وہ صبح سے بہت مختلف نظر آ رہا تھا۔

بیٹھیے، وہ سر جھکائے ہوئے ہی بولا تھا۔

ماروی نے ان لمحوں میں خود کو مضبوط کر لیا۔ آج نور محمد کی کی ہوئی نصیحت کام آ رہی تھی کہ اسے سب کے آگے سر اٹھا کر بات کرنی تھی۔ سر جھکا ہو گا تو کبھی بھی آسانی سے قلم کیا جا سکتا تھا۔

ماروی اطمینان سے بیٹھ گئی اب وہ خود پر قابو پا چکی تھی اور طاؤس کی ہر بات کا جواب دینے کے لیے تیار تھی۔ چند لمحوں بعد طاؤس نے فائل بند کی اور سر اٹھا کر ماروی کی طرف دیکھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔ ماروی نے اب بھی پلکیں نہ اٹھائی تھیں۔

مس ماروی، وہ اسے دیکھتے ہی بولا اور ایک دوسری فائل اپنے سامنے کھول لی۔

ماروی اندازہ کر چکی تھی کہ یہ ماروی کے ہی ڈاکومنٹ تھے۔

یہی نام ہے نا آپ کا، وہ فائل دیکھتے ہوئے سادگی سے بولا۔ صبح کی نسبت اس کا لہجہ عام اور دھیما تھا۔ ماروی کا سر ضرور اٹھا ہوا تھا مگر پلکیں انجانے سے احترام میں جھکی

تھیں۔ ماروی جانے کن سوچوں میں ڈوبی تھی کہ طاؤس کی بات کا جواب نہ دے سکی۔

مس ماروی؟ اب کی بار وہ سختی سے بولا۔

جی ماروی نے پلکیں اٹھا کر اعتماد سے جواب دیا۔

نظریں چار ہوئیں تو عجیب سی بجلی ماروی کی آنکھوں میں کوند گئی۔ ان آنکھوں کی سیاہی کی چمک جانے کیوں ماروی کو ڈرا رہی تھی۔ مگر وہ بھی پہاڑوں کی بیٹی تھی۔ ایک بجلی کی کوند سے راکھ ہو جانا اس کی سرشت میں نہ تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوبارہ بولی۔

جی میرا نام ماروی ہے۔۔۔ انٹر کر چکی ہوں۔۔۔۔ جانتی ہوں کہ تعلیم کم ہے مگر بچوں کے معاملے میں تجربہ کافی ہے۔۔۔ تہذیب اور اخلاق کی گارنٹی نہیں دے سکتی جلد اندازہ ہو جائے گا ویسے بھی مجھے جاب کے ساتھ ساتھ رہائش کا مسئلہ بھی درکار تھا۔ اس لیے مجھے یہ جاب بہت سوٹ کی اور میں نے حامی بھر لی۔ ماروی کے چہرے پر اسی ماروی کا غرور اور تمکنت لوٹ آئی تھی جس نے کسی کے آگے نہ جھکنے کا سبق زینب کی گود سے سیکھا تھا۔

ہنہ۔۔۔ وہ اس کی باتوں پر لمبی سی ہنہ کر کے رہ گیا چند لمحوں بعد پھر بولا۔ مگر میری اطلاع کے مطابق آپ ہاسٹل میں رہتی تھیں۔ اور نوکری بھی کرتی تھیں۔ پھر اچانک رہائش کا مسئلہ اور وہ نوکری چھوڑنے کی وجہ کیا ہوئی؟ وہ سخت لہجے میں سوال کر رہا تھا اس کے چہرے کی سختی نے ماروی کو سلگا سا دیا تھا۔

میرا خیال ہے کہ وجہ بتانے کی میں پابند نہیں ہوں۔ ماروی نے بھی سخت لہجے میں جواب دیا تھا۔

دیکھیے محترمہ ذوبار یہ کی تربیت کے لئے اس کے ساتھ رہنے کا مطلب ہے آپ کا اس گھر سے ناطہ اور اس ناطے مجھے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ آپ نے ہاسٹل کیوں چھوڑا اور نوکری کیوں چھوڑی' آپ کا میری اکلوتی بہن سے دن رات کا واسطہ ہے اور میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ کہیں آپ اپنے پیچھے کوئی ڈر یا کوئی جرم؟

طاؤس صاحب ماروی اس کی عجیب بات سن کر نسبتاً اونچی آواز میں بول اٹھی۔

مس ماروی ماروی کی اونچی آواز سن کر طاؤس کی سیاہ آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں دوڑ گئی تھیں وہ اونچی آواز میں بول اٹھا۔ مس ماروی ان دیواروں کو صرف میری اونچی آواز سننے کی عادت ہے اور آپ کو اپنی حیثیت کا خیال رکھ کر بات کرنی چاہیے۔ اگر یہ آداب ابھی نہیں سیکھے ہیں تو پھر پہلے اپنی ٹریننگ کرو نوکری کے لیے پھر آنا۔۔۔۔ جا سکتی ہو، وہ سخت لہجے میں انگارے برساتا گیا۔

ماروی اس کے لہجے سے نہیں بلکہ اس کی بات سے ڈر گئی واپسی کا ہر راستہ بند ہو چکا تھا۔ ہاسٹل واپس جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بہادر خان نے اسے کھوج لیا تھا۔ فی الحال وہ اس گھر سے نکلنا افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کا ایسا لہجہ برداشت کیا اور آنکھوں میں آئے آنسو اندر ہی اتار لیے۔ مجبوری کیا کیا کروا سکتی تھی۔ اچھی طرح سمجھ میں آ رہا تھا زندگی کی جتنی تلخ حقیقتوں سے سامنا ہوا تھا وہ اس طرح کی تو نہ تھیں۔ آج پہلی بار کسی نے ذلت کا تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا جو اسے گوارا بھی کرنا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی پھر بھی کم تھا۔ مگر وہ خاموش ہو گئی وہیں بیٹھی رہی سر تو اب بھی جھکا ہوا نہ تھا مگر پلکیں ضرور نیچی تھیں۔

میں نے کہا آپ جا سکتی ہیں، طاؤس پھر تیزی سے بولا۔

تنخواہ نے مجھے سب سے زیادہ اٹریکٹ کیا تھا، ویسے بھی میں ایک بڑے خاندان سے آئی ہوں، ہاسٹل کے تنہا کمرے میں رہنا مشکل ہو گیا تھا، ماروی نے جھوٹ کا سہارا لے کر دھیمے لہجے میں بات بنا دی تھی۔

ہنہ، طاؤس کی ہنسی کی ہنسی میں اس کے لیے حقارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی مگر چپ رہنا اس کی مجبوری بنی ہوئی تھی۔

تو اتنے بڑے خاندان نے آپ کو اکیلے کیوں چھوڑا؟ اس نے پھر سوال کیا۔

ماروی پھر کشمکش میں پڑ گئی کہ اب کیا کہنا تھا یہ اس نے نہیں سوچا تھا وہ جلدی میں سوچنے لگی۔

میں نے کچھ پوچھا ہے؟ وہ چند ثانیے بعد تیز لہجے میں بولا۔

دراصل وہ میرے اپنے نہیں تھے۔ میری بڑی بہن کی وہاں شادی ہوئی تھی چونکہ

میرا کوئی اپنا نہیں تھا اس لیے میں ان کے ساتھ رہنے لگی۔ بہن کی وفات کے بعد انہوں نے مجھے گھر چھوڑنے کو کہہ دیا۔ ماروی اپنی کہانی بیچ میں لے آئی۔

کس جگہ کی رہنے والی ہیں؟ وہ فائل بند کرتا ہوا ماروی کے چہرے پر نظریں گاڑھ کر بولا۔

اسی شہر سے کچھ دور ایک چھوٹا سا گاؤں نما شہر ہے، مراد آباد، ماروی نے اندازے سے کہہ دیا۔

شاید نام سنا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے میں آپ کی بات پر اعتبار کرتا ہوں لیکن ایک بات یاد رہے میں کبھی بھی جھوٹے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اب کی بار اس کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

جی بہتر۔۔۔ ماروی نے بھی نظریں اٹھا کر جواب دیا۔

اور نہ ہی اونچی آواز میں بات کرنے والوں کو اس نے شاید کچھ دیر پہلے والی بات پر طنز کیا تھا۔ ماروی کی نظریں میز پر تھیں۔

معاف کیجئے گا میں اپنی اوقات بھول گئی تھی، ماروی نے دل کاٹ کر یہ جملہ ادا کیا اور کھڑی ہو گئی۔

ٹھیک ہے آپ جائیے یہاں ہر طرح کی سہولت ملے گی۔ ایڈوانس چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا۔ کام کی نوعیت ہاشمی صاحب نے سمجھا دی ہو گی۔ اور ہاں میں اپنے گھر میں کام کرنے والے ہر شخص کو بہتر لباس میں دیکھنا پسند کرتا ہوں اور پھر آپ کو تو زوبا کے زیادہ قریب رہنا ہے اس لیے۔ اس نے ماروی کے سادہ کاٹن کے لباس پر تنقید کی۔

میں آپ کی بات سمجھ گئی ہوں، ماروی نے سنجیدہ لہجے میں بولا۔

ماروی بوجھل قدموں سے واپس آ گئی۔ زوبا کو اسکول سے واپس لائی، شام کو اس کے ڈیڈ آئے تو ماروی نے اس بات کا دھیان بھی رکھا کہ وہ اپنی ڈیوٹی نبھا رہے ہیں یا نہیں۔ رات کے کھانے اور اسے سلانے تک، روی اس کے ساتھ رہی۔ زوبا بھی اس کی کمپنی میں خوش دکھائی دے رہی تھی۔ خود ماروی بھی اس کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر مطمئن ہو جاتی۔ مگر جونہی وہ نظروں سے اوجھل ہوتی اسے اپنی زندگی کے نت نئے رنگوں پر غور کر

کے رونا آجاتا۔ دوسرے ہی پل وہ سنبھل جاتی۔ رات سوتے وقت وہ بہت پریشان ہوگئی تو ذوباریہ کے پسندیدہ لان کے اس گوشے میں آبیٹھی جہاں نرگس اور رات کی رانی مہک رہی تھیں اسے اپنی سانسوں سے بھی رات کی رانی کی مہک آرہی تھی شاید چودھویں کی رات تھی۔ چاند پورا تھا اور اتنا ہی حسین جتنا ماروی کا دل تھا۔ یا پھر اس نے دل کا چور تھا۔ مگر اس چور کو قید کیا جا چکا تھا۔ اس سنگ مرمر کے تاج محل میں جہاں وہ اس وقت بیٹھی تھی۔ کیا تاج محل واقعی محبت کی مردہ یادگار ہی بن سکتا ہے؟ میری محبت کی مردہ یادگار بھی کیا یہی ہوگا؟ کیا میں اس کی قسمت نہیں بدل سکتی؟ اتنی حسین عمارت کو کسی نامکمل اور نامراد یاد سے منسوب کر کے بنانے والے نے کتنا ستم ڈھادیا۔

جانے کیوں وہ اسفند کو بالکل بھولتی جارہی تھی ہاتھ میں پہنی اس انگوٹھی کا خیال ہی نہ آتا جس پر اسفند کا نام لکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ صرف طاؤس کے متعلق سوچ رہی تھی۔ آج طاؤس کی باتوں نے دل پر جو زخم لگائے تھے انہیں بھولنا بہت مشکل تھا۔

میں تمہیں پانا نہیں چاہتی طاؤس مگر میں تم سے اس سلوک کی توقع بھی نہ کرتی جو تم میری جھولی میں ڈالتے ہو۔ تم ایک بار مسکرا کر تو دیکھو میں تمہارے راستے میں پلکیں تک بچھادوں۔ مگر شاید مسکرانا تمہاری فطرت میں نہیں ہے۔ کاش طاؤس تم اس محل کے طاؤس خان نہ ہوتے، کاش تم طاؤس خان نہ ہوتے۔ کاش تم مجھے میری وادی کے ایک چھوٹے سے جھونپڑے میں رہنے والے بن کر ملتے۔ کاش تم سفیر کے روپ میں چلے آتے۔ میری دنیا سنور جاتی۔ کاش تم میری طرح زمین کی مخلوق ہوتے۔ کاش تم بھی اسی مٹی سے بنے ہوتے جس سے خدا نے مجھے بنایا۔ کاش تم بھی میری طرح مٹی کی حقیقت کو پہچانتے تو میں کب کی تمہارے کچے جھونپڑے کی چوکھٹ پر قربان ہو چکی ہوتی۔ مگر تم نے نہ جانے کون سی دشمنی نبھانی تھی کہ اس محل میں قید ہو بیٹھے۔ ماروی آنکھیں بند کیے دونوں پاؤں اوپر کیے سوچ رہی تھی۔ وہ سوچتے سوچتے چونک اٹھی۔

مگر میں ایسا کیوں سوچتی ہوں؟ کیا میرا اختیار میرے اپنے دل سے بھی اٹھ گیا ہے؟ نہیں نہیں۔

ہاں ماروی، ہاں ماروی ایسا ہی ہے، تمہارا رواں رواں اس کی محبت میں گرفتار ہو

چکا ہے۔ جس کو تمہاری قدر بھی نہیں تم جس کے قابل بھی نہیں۔ وہ جو سنگ دل ہے پتھر کے محل میں رہتا ہے۔ کاش طاؤس تم اس محل کے بجائے ایک جھونپڑے کے مالک ہوتے میں اپنا آپ خود تم پر قربان کر دیتی۔ مگر تم تو راجہ اندر ٹھہرے۔ گل بکاؤلی ہوئے، کوہ نور بن گئے۔۔۔

رات وہ دیر سے سوئی تھی مگر صبح وقت پر اٹھ بیٹھی۔ ذوبا کو چھوڑ کر آئی تھی کہ راستے میں ایک نوکر نے روک لیا۔

بی بی یہ آپ کے نام کا خط ہے۔۔۔ اس نے ماروی کی طرف لفافہ بڑھایا اور آگے بڑھ گیا اس کے ہاتھ میں دوسرے خطوط بھی تھے جو شاید طاؤس کی ڈاک تھی۔

سفید لفافہ۔ ماروی نے فوراً پہچان لیا کہ وہ اسفند کا خط تھا۔ ماروی سوچ میں پڑ گئی۔

تو کیا اسفند کو پتہ ہے کہ میں یہاں ہوں وہ مجھ سے اتنا باخبر ہے، وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

وہ جلدی سے اپنے کمرے میں چلی آئی اور اطمینان سے بیٹھ کر لفافہ چاک کیا۔

وہی خوب صورت موتیوں جیسے لفظ تھے۔

ڈیئر ماروی۔۔۔ اب کی بار انداز تخاطب بدلا ہوا تھا ماروی دھیمے سے مسکرائی اور پھر پڑھنا شروع کیا۔

سب سے پہلے تمہیں بے تکلفی سے پکارنے پر معذرت چاہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم مصروف تھیں سوچا کہ میرا خط تمہیں ڈسٹرب نہ کرے۔ اسی لیے چند دن رابطہ نہ کر سکا۔ مگر تم سے ہر حال میں باخبر رہا ہوں۔ مگر دیکھو تم مجھ پر ایک احسان کر دو تا عمر نہیں بھولوں گا ہمیشہ تمہارے لیے دعا کروں گا کہ تم خوش رہو۔ میرا کام یہ ہے کہ خوش رہا کرو۔ ماروی کو خوش رکھا کرو۔ کیونکہ ماروی کی آنکھوں کی اداسی میرے دل کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے۔ تمہاری آنکھوں کا ایک آنسو اس دل پر کتنی قیامتیں برپا کرتا ہے۔ اگر تم جان لو تو شاید ہمیشہ کے لیے رونا بند کر دو۔ تمہارا دکھ مجھے اتنا پریشان کرتا ہے کہ دیواروں سے سر ٹکراتا پھرتا ہوں میں اس زمین پر ہوتے ہوئے بھی تمہارے آنسو نہیں پونچھ سکتا۔ میری

زندگی کا سب سے بڑا دکھ یہی ہے کہ میری ذات میرا وجود تمہارے دکھوں کا مداوا نہیں بن سکتا۔۔

وعدہ کرو ماروی کہ آئندہ تم دکھی نہیں ہوگی تم خوش رہنا۔کل سلطان سے باتوں کے درمیان تمہاری آنکھوں کا دکھ میرے دل کو ویران کر گیا تھا۔ایسا دوبارہ مت کرنا ورنہ تمہیں اسفند نہیں راکھ کا ڈھیر ملے گا جو تمہارے دکھ میں جل کر فنا ہو چکا ہوگا۔

خدا حافظ

اسفندیار

ماروی نے خط پڑھا۔ایک بار دوبارہ اور پھر کئی بار وہ میرے لیے اتنی محبت رکھتا ہے مگر مجھ سے کبھی ملتا کیوں نہیں۔اسفند اگر تم سچ کہتے ہو تو مجھ سے ملتے کیوں نہیں۔ ماروی اپنے دل میں سوچ رہی تھی۔

کل کی طاؤس کی باتوں کے بعد اسفند کی ان میٹھی باتوں نے اسے پھر سے جینے کا حوصلہ دیا اس نے خود کو توانا محسوس کیا۔وہ کمرے سے باہر نکل کر لان میں گھومنے لگی۔ سبھی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔کچن سے کھانا پکنے کی خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ٹی زید ہاؤس کی پچھلی جانب اس جگہ کام کرنے والوں کے کوارٹر تھے وہاں ایک الگ ،بہ مختلف سی زندگی موجود تھی۔مالی کیاریوں میں شائید نئی قلمیں لگا رہا تھا۔چوکیدار گیٹ پر الرٹ کھڑے تھے۔ڈرائیور ایک کونے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔اور اونچا سا ٹی زید ہاؤس جس کا مین گیٹ بالکل بیچ میں تھا اور دونوں طرف بڑے وسیع باغات اور دو گیٹ اور بھی تھے سردی کی سفید اور خوبصورت دھوپ میں عمارت میں لگا سنگ مرمر بہت شفاف خوبصورت اور اجلا دکھائی دے رہا تھا۔ماروی کی نظریں چندھیا سی گئیں وہ مسکرا کر پلٹ آئی اب اس کا ارادہ لان میں دھوپ میں بیٹھ کر سردی کی دھوپ کا مزہ لینے کا تھا کہ اسے ہاشمی صاحب اپنی جانب آتے نظر آئے۔

ماروی بیٹی۔۔۔انہوں نے مسکرا کر اسے رسانت سے پکارا تو ماروی اپنی جگہ رک گئی۔

جی ہاشمی صاحب۔۔۔وہ ادب سے بولی۔

یہ لے لو۔۔۔۔انہوں نے ایک سفید پیکٹ اسے تھمایا۔

یہ۔۔۔یہ کیا ہے ہاشمی صاحب۔۔۔۔ماروی نے حیرت سے لفافے کو دیکھا۔

یہ تمہاری تنخواہ میں سے کچھ ایڈوانس ہے۔انہوں نے سادگی سے جواب دیا۔

ایڈوانس۔۔۔مگر میں نے تو ایڈوانس نہیں مانگا۔۔۔ماروی اسی لہجے میں بولی۔

ہاں۔۔۔مگر طاؤس کا خیال ہے کہ لباس کے معاملے میں اس گھر کے ہر فرد کو الرٹ رہنا چاہیے۔تم نے نوٹ کیا ہوگا کہ خانساماں سے چوکیدار تک سب باوردی ہیں خود مجھے بھی یہی آرڈر ہیں جو تمہیں دیے جا رہے ہیں۔اور پھر تم تو ہر وقت ذوبا کے ساتھ ساتھ ہوگی۔۔۔تو۔۔۔

بس۔۔۔میں سمجھ گئی ہاشمی صاحب۔۔۔ماروی نے بات سمجھتے ہوئے لفافہ تھام لیا۔

سمجھ تو تم گئی ہو مگر مجھے بھی تمہارا اس طرح ہاشمی صاحب کہنا اچھا نہیں لگتا بیٹی۔۔۔اب کی بار وہ پھر مسکرا کر بولے۔

ماروی دھیرے ہنس دی۔تو آپ بتا دیجئے میں آپ کو کیا کہوں؟ اس نے سوال کیا۔

ہاں۔۔۔ایسا ہے کہ طاؤس تو ذرا طبیعت اور مزاج کا سخت ہے وہ نوکروں اور خود کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل رکھنے کا قائل ہے۔مگر میں چونکہ اس کے والد کے زمانے سے اس کے والد اور خود اس کے ساتھ ساتھ ہوں تو طاؤس،طہماس اور ذوبا بھی مجھے انکل کہتے ہیں۔طہماس نے مجھے انکل کہنے کا رواج ڈالا تھا دراصل وہ بہت خوش مزاج،ملنسار اور غریب پرور شخصیت کا مالک تھا۔بہت پیارا اور زندہ دل بچہ تھا۔۔۔وہ ایک لمحے کو رکے تو ان کے چہرے پر جیسے بادلوں کا سایہ سا آ گیا مگر وہ خود ہی سنبھل گئے اور پھر بولنے لگے۔تمہیں پتہ ہے ماروی وہ گیٹ پر چوکیدار کے سٹول پر بیٹھ کر چائے پی لیا کرتا تھا۔۔۔تم طاؤس کے سامنے مجھے ہاشمی صاحب کہہ لیا کرو لیکن باقی وقت مجھے انکل کہہ سکتی ہو۔انہوں نے ٹکڑوں میں بات مکمل کی تھی طہماس کے ذکر پر ایسا لگا جیسے وہ اسے بہت کچھ بتانا چاہتے ہوں لیکن بات بدل گئے۔

شکریہ ہاشمی صاحب۔۔۔ارے سوری۔۔۔شکریہ انکل۔ ماروی نے مسکرا کر انہیں مخاطب کیا تھا۔

نہیں بیٹا اس میں شکریہ والی کوئی بات نہیں ہے تم میری بیٹیوں جیسی ہو۔۔۔ انہوں نے شفقت سے جواب دیا۔

انکل اگر آپ کے پاس وقت ہو تو۔۔۔ماروی نے چلتے چلتے سوال کیا وہ اپنے کمرے کے قریب آ پہنچے تھے۔

وقت۔۔۔کس لیے۔۔۔ہاشمی صاحب نے سوال کیا۔

اگر ابھی آپ فارغ ہوں تو۔۔۔اس نے پھر سوال ہی کیا۔

میں تو فرصت سے ہوں کچن میں ہدایات دے آیا ہوں طاؤس جا چکا ہے دوپہر کے بعد آفس جانا ہو گا۔۔۔تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔۔۔

آپ بیٹھیے نا۔۔۔ماروی نے برآمدے میں بچھی کین کی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو ہاشمی صاحب اپنا موبائل اور ڈائری ٹیبل پر رکھ کر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گئے۔ ماروی بھی ان کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی دھوپ کی شدت نے سردی کی شدت کم کر دی تھی اور اس دھوپ میں ہر پھول پتہ اور ہر ذی حیات بے حد حسین اور نکھری نکھری لگ رہی تھیں خود ماروی پر اس شفاف موسم نے بڑا شفاف اثر ڈالا تھا۔ ذہنی سکون کے ساتھ موسم نے اسے بہت اطمینان دیا تھا اس کا گلابی اور سفید رنگ اپنے جوبن پر آ پہنچا تھا شفاف آنکھیں اور گھنے بال جن کی لٹیں اس کے چہرے پر کھیل رہی تھیں اس کے دل کی سچائی پاکیزگی اور شفاف ہونے کی عکاسی بھی تھیں لاپرواہ من موجی اور کھلنڈری بچی کی طرح ایک ایسی ماروی جو بہت عرصہ پہلے پہاڑوں کے بیچ زینب کی گود میں کھیلتی تھی لیکن اب اس کے اندر متانت اور سنجیدگی بھی در آئی تھی اور اس سنجیدگی نے اس کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کیا تھا۔۔۔جو بے حد خوبصورت تھا۔

کہنا کچھ نہیں ہے انکل صرف پوچھنا ہے۔۔۔وہ سادگی سے بولی۔

پوچھنا ہے۔۔۔کیا۔

طہماس کے بارے میں ان کی ڈیتھ کیسے ہوئی۔ ابھی آپ بتا رہے تھے کہ وہ

بہت اچھی نیچر کے انسان تھے۔ تو کیا ہوا بھری جوانی میں کس کی بدنظر لگ گئی۔۔۔ ماروی نے سوال کر ڈالا۔

ہنہ۔۔۔ طہماس۔۔۔ ہاشمی صاحب لمبی سی ہنہ کے بعد پشت سے سر لگا کر چند لمحے آسمان کو دیکھتے جانے کیا سوچنے لگے اور ماروی ان کے جواب کے انتظار میں انہیں ہی دیکھ رہی تھی کہ وہ اچانک بول اٹھے۔

بہت اچھا بچہ تھا وہ۔۔۔ لہجہ نم تھا اور چہرے پر دکھ کے سائے منڈلا رہے تھے ۔۔۔ شائید تم نہیں جانتیں کہ آج سے بارہ سال پہلے جب ذوبا پیدا ہوئی تو ہماری میڈم یعنی طاہرہ ذوالفقار وفات پا گئیں وہ بہت عرصے سے بیمار تھیں۔ ذوالفقار خان صاحب کا انتقال جونی زیڈ اینڈ سنز کے مالک تھے ان کی وفات کے دو سال بعد ہوا جب ذوبا ریہ دو سال کی تھی۔ ہاں بدنظر ہی لگ گئی تھی اس گھر کو تین بچے اکیلے رہ گئے تھے۔ ذوالفقار صاحب کے انتقال کے وقت طہماس کی عمر اٹھارہ برس اور طاؤس کی سولہ برس تھی۔ تم نے ذوباریہ کی زبان سے بگ برادر کا نام سنا ہوگا وہ طہماس اور طاؤس کا جگری اور بچپن کا دوست اور ساتھی ہے ان بچوں کی پرورش میں موسیٰ کے والدین نے بہت مدد کی۔ ذوالفقار خان صاحب اپنے والدین کی اکیلی اولاد تھے جو چند رشتے دار تھے وہ بہت دور کسی گاؤں میں تھے جو جوانی میں ہی ایک انگریز عورت سے شادی کے جرم میں ذوالفقار خان سے موت اور زندگی کا ناطہ ختم کر چکے تھے میڈم طاہرہ ذوالفقار جو شادی سے پہلے فلورنس سمتھ ہوا کرتی تھیں شادی کے بعد مسلمان ہو گئی تھیں اس لئے ان کے رشتے داروں نے بھی ان سے اپنا تعلق ختم کر دیا تھا۔ یہ بچے اس بھری دنیا میں تنہا کیسے پروان چڑھے ہیں مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ میں اس خاندان کا بہت پرانا خادم ہوں میں اس وقت یہاں آیا تھا جب ذوالفقار صاحب کی شادی نہیں ہوتی تھی میں اور ذوالفقار ایک ہی کالج اور ایک کلاس میں پڑھتے تھے لیکن ذوالفقار تعلیم کے لئے بیرون ملک چلا گیا اور میں یہیں ایک محکمے میں معمولی ملازم واپسی پر میرا اور ذوالفقار صاحب کا ساتھ دوبارہ ہو گیا اور انہوں نے مجھے بہت عزت اور محبت دی۔۔۔ وہ ایک لمحے کو رکے جیسے اچانک بہت تھک گئے ہوں۔۔۔ لیکن بیٹا یہ قصہ تو ایک الگ ہی قصہ ہے بچے بڑے ہو گئے طہماس

نے ایک لڑکی پسند کی۔ بیلا نام تھا اس کا طہماس اسے بے تحاشہ چاہتا تھا۔ ان کے چہرے پر اب کی بار کرختگی کے آثار آ گئے ماروی خاموشی سے سنتی جا رہی تھی وہ انہیں کہیں بھی ٹوکنا نہیں چاہتی تھی۔ حالانکہ وہ اچھے خاصے کھاتے پیتے گھر کی تھی مگر شادی کے بعد اس کی نظر بس ٹی زیڈ انڈسٹریز اور اس کی جائیداد پر تھی اس نے بہت آغاز میں یہ نظریہ پیش کر دیا کہ طہماس اور طاؤس کو اپنے حصے الگ کر لینے چاہیے اور ذوبار یہ کو وہ صرف اتنا حق دینا چاہتی تھی کہ ایک بھائی اس کی پرورش کرے جب کہ دوسرا اس کی شادی کا حق نبھائے اور بس۔ بیلا کے آنے پر طاؤس نے اس محل کو سچ مچ محل کی طرح سجا دیا تھا۔ ایک ہی تو ایک عورت کا روپ جس کا ہمیشہ وہ تقدس کرتا تھا۔ اس کے لیے بھی اور طہماس کے لیے بھی۔ بیلا کا آنا بہت اہم تھا۔ طہماس کو تو اپنی پسند اپنی محبت پا لینے کی خوشی چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی۔ اس نے بیلا کے لیے بہت کچھ کیا۔۔۔ لیکن اس نے طاؤس اور طہماس کی نظر میں عورت کے تقدس کو مجروح کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج ذوبا پر اس قدر پہرہ ہے کہ وہ اکیلی اس گھر کے دروازے تک نہیں جا سکتی۔ مگر اس بچی کی سرشت میں محبت ہے وہ سب کا ساتھ چاہتی ہے۔ الگ رہنا خود اسے اچھا نہیں لگتا۔ تمہاری اپائنٹمنٹ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

طہماس کی موت کے بعد طاؤس بہت سخت اور محتاط ہو گیا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ کل شام تمہاری طاؤس سے ملاقات کچھ بہت خوشگوار نہیں ہوئی۔ مگر بیٹی برا نہ منانا۔ وہ ایسا نہیں تھا وہ تو بہت خوش مزاج اور خوش اخلاق بچہ ہوا کرتا تھا۔ بیلا کے اس گھر میں آنے اور بعد میں چلے جانے کے بعد ہر طرح کی خوشی اس گھر سے روٹھ گئی ہے۔ طہماس اپنے ساتھ خوشیاں بھی لے گیا ہے۔۔۔ وہ ایک دم روہانسے سے ہو گئے لیکن پھر خود ہی خود پر کنٹرول بھی کر لیا۔

لیکن انکل طہماس کی موت کی وجہ۔۔۔ ماروی کے چہرے پر سوال اُمڈ آئے۔

اندر کی بات کو حقیقتاً میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن اندازے اور شواہد کہتے ہیں کہ اس کی وجہ بیلا ہی تھی۔۔۔

بیلا۔۔۔ ماروی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ہاں۔۔۔۔شروع میں سب ٹھیک تھا پھر آہستہ آہستہ طہماس کے کمرے سے ان کے جھگڑنے کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔۔۔۔میں نے تو مداخلت نہیں کی لیکن ہوا کا رخ بتا رہا تھا کہ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ طاؤس کی آنکھیں جو بھائی کی خوشی پر چمکتی اور ہنستی تھیں بجھ سی گئیں۔۔۔۔اور پھر ایک دن طہماس بھی بجھ گیا۔۔۔۔وہ لمبی سانس بھر کے رہ گئے ایسا لگا اس لمحے ان کا چہرہ اور لہجہ بھی بجھ گیا ہو۔

اس عرصے میں ذوباریہ کو موسیٰ جعفری اور اس کی وائف کے پاس امریکہ بھجوا دیا گیا اور طہماس کے چالیسویں کے بعد واپس بلایا گیا۔ طاؤس نے ذوباریہ سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ ہر حقیقت اس کے سامنے عیاں کر دی۔۔۔۔ماروی بیٹی تمہیں بتاؤں۔۔ جانے وہ طاؤس کہاں چلا گیا ہے جو ہنستا تھا میٹھی میٹھی باتیں اور کومل شرارتیں کرتا تھا۔ اس گھر میں ہر وقت اس کے قہقہے گونجتے تھے۔۔۔۔آج اس نے خود کو ایک ایسے خول میں بند کر لیا ہے جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔

کیا وجہ ہوئی ہوگی۔ آخر بیلا نے اس ہنستے بستے گھر کو کیوں برباد کیا۔ طہماس نے گولیاں کیوں کھائیں۔۔۔۔ماروی سوال اٹھا رہی تھی ہاشمی صاحب بھی فرصت میں لگ رہے تھے اور بات کرنے کے موڈ میں بھی تھے سو ماروی ہر بات جاننا چاہ رہی تھی۔

نہیں۔۔۔۔طاؤس کہتا ہے کہ طہماس نے گولیاں نہیں کھائیں بلکہ اسے کھلائی گئی تھیں مگر اس بات کا کوئی بھی ثبوت اس کے پاس نہیں ہے اس لئے وہ بیلا پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اب طاؤس کا صرف عورت ذات پر ہی نہیں مرد ذات پر سے بھی بھروسہ اٹھ گیا ہے۔ کیونکہ اس سارے عمل میں بیلا کا ساتھ دینے والا اس کا ایک کزن بھی شریک رہا ہے۔۔۔۔یہ تو موسیٰ کا دم ہے جو طاؤس زندگی میں سانس لے رہا ہے ورنہ ایک وقت تھا جب طاؤس نے خود کو ایک کمرے میں قید کر لیا تھا وہ کسی سے نہیں ملتا تھا۔۔۔۔اس سب میں طاؤس اور ذوباریہ کے جذبات کس قدر مجروح ہوئے ہیں۔ اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے ماروی۔۔۔۔بہت مشکل۔۔۔۔شائید تم بھی نہ سمجھ سکو۔

نہیں انکل سمجھ سکتی ہوں۔ بلکہ بہت اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں۔ انہوں نے جس غم کا غم میں نے اپنی پلکوں پر اٹھایا ہے۔ اپنے دل پہ سہا ہے۔۔۔۔ماروی دل ہی دل میں سوچ

رہی تھی۔

آج اسے طاؤس کے درست رویے کی وجہ پتہ چلی تھی مگر ایسا کیوں تھا کہ یہ درشتگی یہ وحشت صرف اس کی ذات کا حصہ تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں کی کہانی ماروی کو کچھ الگ دکھائی دیتی تھی۔ ایک الگ طاؤس اس کی آنکھوں میں بیٹھا نظر آتا تھا۔

ماروی رہ رہ کر سوچ رہی تھی کہ اس کی آنکھوں کی چمک اور اطمینان ان حالات سے کونسا موتی کشید کر کے لائے ہیں۔ اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی کہ محض دو دن میں وہ طاؤس کے اس قدر قریب پہنچ گئی تھی۔ جس کا علم خود طاؤس کو بھی نہیں تھا۔ اس کی سخت مزاج طبیعت کے باوجود نہ جانے وہ کونسی کشش تھی جو ماروی کو ہمیشہ کھینچتی تھی۔ نہ جانے اس کے پاس کون سا منتر تھا جس کو پڑھ کر وہ ماروی پر پھونک چکا تھا اور ماروی دنیا کا ہر غم بھولنے کو تیار ہو گئی تھی۔ اسفند کی میٹھی باتوں اور سچے جذبے کی اہمیت کم ہوتی جا رہی تھی اسے اپنا اور طاؤس کا غم سانجھا لگا اپنے اور طاؤس کے دکھ ایک جیسے لگے اپنا اور طاؤس کے درد کا چشمہ ایک ہی زمین سے پھوٹتا نظر آیا تو وہ بھی اسی چشمے پر تھکن اتارنے بیٹھ گئی جس پر طاؤس اپنی تھکن بھرے پاؤں دھونے آیا تھا۔

ہاشمی صاحب کے منہ سے یہ حالات سن کر ایک لمحے کے کسی ہزارویں حصے میں اس نے اپنے دل میں یہ اقرار تو کر لیا کہ وہ طاؤس سے محبت کرنے لگی ہے۔ ورا گر طاؤس اسے اس محل سے مبرا اپنی شان و شوکت سے بے نیاز ایک غریب نوجوان بن کر ملے تو وہ سجدے کے طور پر کروڑ بار خدا کے آگے جھکے گی مگر کہیں سے انارکلی اور شہزادے سلیم کا فرق عود آیا تو اس کی سانسوں میں پھندے پڑنے لگے۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے ہاشمی صاحب کو دیکھا اور شکر کیا کہ وہ اپنے کسی خیال میں غرق تھے۔ اس نے اپنے دل کا حال چھپانے کے لیے فوراً بات بدلی۔

اس کا مطلب ہے کہ حالات نے طاؤس صاحب کو ایسا کر دیا ہے۔۔۔۔

ارے نہیں بیٹی اب تو اس کی سختی اس کی لاپرواہی اور زندگی سے بیزاری ختم ہو چکی ہے۔ میں نے کہا نا کہ اس کی زندگی میں خوشی سکون اور اطمینان کا آغاز موسیٰ کی بدولت ہو چکا ہے۔ وہ طاؤس جو ایک زندہ دل انسان تھا۔ اب ایک میچور اور سمجھدار انسان بن چکا

ہے۔ حالانکہ ابھی اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس نے اپنے والد اور بھائی کے کاروبار کو بہت احسن طریقے سے سنبھال لیا ہے۔ ایسے کہ کبھی کبھی حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ اس نے وقت سے پہلے زندگی کو جینا سیکھا ہے تو اس کی وجہ کیا تم جانتی ہو۔۔۔ ہاشمی صاحب اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکرائے تھے۔

موسیٰ جعفری۔۔۔۔ یہی نام بتایا نا آپ نے طاؤس صاحب کے دوست کا۔ ماروی اطمینان سے بولی۔

نہیں بھئی موسیٰ تو صرف وسیلہ بنا۔۔۔۔ یہ سب تو دعا کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔۔ وہ پھر شفقت سے بولے۔

دعا۔۔۔۔ ماروی نے سرسری لہجے میں لفظ دہرایا۔۔۔ کس کی دعا انکل۔۔۔۔ کس کی دعا میں ہے اتنا اثر۔۔۔۔ وہ مسکرا کر بولی تھی۔

ذوباریہ کی دعا۔۔۔ اور سچ پچ طاؤس کی دعا۔۔۔ وہ معنی خیز لہجے میں بولے تھے۔

جی انکل۔۔۔۔ دعائیں تقدیریں بدل دیتی ہیں۔۔۔۔ وہ پھر بول اٹھی۔

دعائیں نہیں ماروی بیٹی۔۔۔۔ دعا ایک بہت پیاری اور بہت میٹھی لڑکی جس سے طاؤس بہت محبت کرتا ہے۔

بالکل ایسے جیسے بجلی کڑکی آسمان شق ہوا اور زمین پھٹ گئی ہو۔ بالکل ایسے، جیسے ماروی زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتی چلی جارہی ہو۔ پہاڑوں کی بیٹی بہت سارے پہاڑوں کے ریزوں اور سنگ ریزوں کی زد میں تھی۔

میں ابھی دعا سے نہیں ملا۔ لیکن ذوباریہ اس سے مل چکی ہے اس نے بتایا تھا کہ دعا بہت پیاری ہے۔ طاؤس کے لئے زندگی کا نیا پیغام لانے والی اس گھر کے دروازے تو خوشیوں کے لیے بند ہو گئے تھے انہیں کھولنے والی دعا ہے۔۔۔ خدا ان دونوں کی خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگائے۔۔۔۔ میری تو بس یہی دعا ہے۔۔۔

ماروی ایک ٹک ہاشمی صاحب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ماروی بہت انہماک سے ان کی باتیں سن رہی ہے لیکن ماروی کے دل کی دنیا ان لمحوں میں جس شکست و ریخت کا عمل بن رہی تھی اس کا احساس اس دنیا میں صرف زینب کر سکتی تھی جو اس دنیا میں

یہ موجود ہی نہیں تھی۔

تم نے کبھی اس گھر کے نقشے پر غور کیا ہے۔ یہ بالکل ایک چھوٹا سا تاج محل لگتا ہے نئی زیڈ ہاؤس پہلے ایسا نہیں تھا پچھلے کچھ عرصے میں اس کی شکل اس طرح تبدیل کی گئی ہے اور یہ دعا کی پسند اور پلاننگ سے ہوا ہے کیونکہ دعا کو یہ عمارت بہت پسند ہے۔ یہ ذکر میں تم سے اس لیے کر رہا ہوں کہ میں نے تمہارے سامان میں ایک چھوٹا سا تاج محل دیکھا ہے۔۔۔۔ طاؤس اس کی ہر بات پر لبیک کہتا ہے اور یہ بات مجھ سے بڑھ کر اور کون جان سکتا ہے کہ عنقریب دونوں شادی کرنے والے ہیں۔

ہاشمی صاحب اس جملے کے بعد اور بھی کچھ بولے لیکن ماروی کو آگے کچھ سنائی نہ دیا۔

کچھ دیر بعد ہاشمی صاحب اٹھ کر کسی کام سے چلے گئے اور گم صم سی ماروی بہت دیر بعد اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کیونکہ اسے سردیوں کی کومل نرم اور اجلی دھوپ جلانے لگی تھی۔ وہ بہت دیر تک اپنے کمرے میں بیٹھی خالی الذہن خود پر خاموش بیٹھی رہی تھی۔ ماتم کا کونسا طریقہ اپناتی کہ سبھی فرسودہ اور استعمال شدہ تھے۔ رو رو کر اس کے آنسوؤں کا خزانہ زینب کی موت پر خالی ہو چکا تھا اب وہ کچھ بھی سوچنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ فون کی گھنٹی بجی اور بجتی چلی گئی۔ اور پھر بند ہو گئی۔ ماروی میں جنبش نہ ہوئی اور کچھ دیر بعد پھر سے گھنٹی بجی۔ اب کی بار ماروی کچھ حواسوں میں واپس آئی تو بڑھ کر فون اٹھایا۔

ہیلو۔۔۔۔ اس کے منہ سے بمشکل نکلا۔

ہیلو ماروی۔۔۔۔ یہ انیتا تھی ماروی ایک دم پہچان گئی۔ انیتا یہ تم ہو۔ وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

ہاں میں ہی ہوں لیکن تم اس قدر پریشان کیوں Sound کر رہی ہو۔ وہ فوراً بھانپ گئی۔

پریشان۔۔۔۔ یہ تو بہت چھوٹا لفظ ہے انیتا۔۔۔۔ وہ اسی لہجے میں بولی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ انیتا اڑ کر اس کے سامنے آ جائے اور وہ اپنا دل کھول کر انیتا کے سامنے رکھ دے حالات جہاں تک بھی پہنچ تھے ایسے تو نہ تھے کہ وہ واپس نہ پلٹ سکتی

اس لمحے اسے کسی اپنے کی ہمدردی اور مدد کی ضرورت تھی۔

انیتا مجھ سے مل سکتی ہو تم۔۔۔۔ وہ بے قراری سے بولی۔

ہاں کیوں نہیں مل سکتی۔ انیتا نے جلدی سے کہا۔

میں تمہاری طرف آجاؤں یا تم آجاؤ۔۔۔ وہ بھی تیزی سے بولی۔

میری ساس کا تو تمہیں پتہ ہے۔ سو سوال کریں گی کون ہے کیوں آئی ہے۔ پھر یہاں تمہیں ذرا سی بھی Privacy نہیں ملے گی اور نیو ہاؤس میرے گھر سے دور بھی بہت ہے ایسا کرتے ہیں ہاسٹل کے سامنے والے پارک میں ملتے ہیں وہ بیچ میں پڑتا ہے۔

ٹھیک ہے۔

Okay۔۔۔ میں آتی ہوں۔ خدا حافظ۔۔۔ ماروی نے مان کر فون رکھ دیا۔

ڈرائیور سے کہا تو اسے فوراً ہاسٹل لے گیا اس نے کہا بھی کہ واپسی کے لیے رک جائے لیکن ابھی تک انیتا نہیں پہنچی تھی پتہ نہیں اسے کتنی دیر لگے یہ سوچ کر اس نے ڈرائیور واپس کر دیا کہ وہ خود واپس آجائے گی۔ انیتا کو آنے میں پندرہ بیس منٹ لگ گئے۔

خشک اور ٹھنڈا موسم تھا دوپہر کے وقت بھی لوگ پارک میں نظر آرہے تھے۔ کچھ دھوپ کا مزہ لے رہے تھے اور کچھ بچوں کے ساتھ تفریحاً پھر رہے تھے۔ وہ دونوں نسبتاً تنہا گوشے میں آبیٹھیں۔ انیتا نے ماروی کی شکل سے اندازہ لگا لیا تھا کہ کچھ بات ضرور ہے۔ وہ گویا ہوئی۔

جلدی بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔۔۔ خیریت تو ہے۔۔۔

مسئلہ۔۔۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔ اب جو ہمدرد میسر آیا تو ماروی کو لگا جیسے واقعی مسئلہ تو کوئی نہیں ہے سب اس کے دل کا فتور ہے جس پر اسے خود ہی قابو پانا چاہیے۔ لیکن وہ انیتا سے بہرحال ذکر ضرور کرنا چاہ رہی تھی۔ اس نے جوتے اتار کر دونوں پاؤں اوپر کر لیے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر انیتا کی طرف چہرہ کر کے اپنا سر بھی گھٹنوں پر رکھ دیا۔

اگر مسئلہ نہیں ہے تو چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔ انیتا حیرت سے بولی۔

یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔۔۔ بلکہ غلطی ساری میری ہے میں نے

ہی ریت کا محل بنایا اب اگر وہ ڈھے گیا، ٹوٹ گیا تو میں ہی رونے لگی۔ ریت کے محل تو ڈھے جاتے ہیں نا انیتا۔۔۔۔ ماروی اس کے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی بول رہی تھی۔

کچھ کھل کر بتاؤ۔۔۔۔ میں کچھ نہیں پا رہی۔

انیتا پہلے تم یہ بتاؤ کہ محض دو تین دن میں انسان کسی کی محبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔

اب کی بار وہ سر اٹھا کر اور حتمی انداز میں بول رہی تھی۔

انیتا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔ محبت۔۔۔۔ اور دو دن۔۔۔۔ ارے میری جان اگر محبت کو ہونا ہے تو یہ دو پل سے بھی پہلے ہو جاتی ہے ورنہ دو سال یا دو صدیاں بھی گزر جائیں نہیں ہوتی۔

دو پل سے پہلے۔۔۔۔ ہاں مجھے بھی تو دو لمحے ہی لگے تھے۔۔ زندگی کا پہلا اور آخری وردان ملنے میں۔ وہ بولی۔

تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔۔ انیتا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

انیتا ہم روزانہ کئی لوگوں سے ملتے ہیں ان میں سے کئی لوگ ہمیں اچھے بھی لگ جاتے ہیں دن رات میں کئی لوگ ہماری زندگی کا حصہ بنتے اور الگ ہوتے ہیں یہ چکر اسی طرح چلتا ہے لیکن کسی خاص وقت میں ایک خاص شخص نہ جانے کیوں خاص سا لگتا ہے اور انیتا بہت کچھ بلکہ سب کچھ اسے سونپ دینے کو دل کرتا ہے۔ میں نے جب طاؤس کی تصویر دیکھی تھی۔ یقین مانو انیتا میں اپنی اوی زینب کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے اسے طاؤس سمجھ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو میرے کسی خواب کا پرتو لگا تھا۔ وہ طہماس بھی ہو سکتا تھا۔ وہ کوئی خیالی Image بھی ہو سکتا تھا میں ہرگز نہیں جانتی تھی کہ وہ طاؤس ہے۔ بولتے بولتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

انیتا نے کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے اور ملیح لہجے میں بولی۔

طاؤس خان۔ طاؤس ذوالفقار خان۔۔۔۔ اس کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

ماروی نے مثبت میں سر ہلا دیا اور اپنا سر پشت سے ٹکا دیا۔

OH my God. وہ تو بہت بڑا بلکہ اس شہر کا سب سے بڑا Industrialist ہے

ہے۔۔ A great Buisness talcone میرے شوہر کی زبان پر کبھی کبھی اس کا ذکر اس لئے آ جاتا ہے۔ کہ ہمارا بھی چھوٹا موٹا تعلق ان کی انڈسٹری سے بن جاتا ہے۔ اس لئے میرے شوہر طاؤس کو تھوڑا بہت جانتے ہیں۔ لیکن ماروی وہ تو بہت مغرور اور اکھڑ مزاج مشہور ہے اور اس کی دولت اس کی جائیداد اور اس کا محل اس کے لیے بہت بڑی حیثیتیں ہیں اور تم ایک تنہا بے آسرا۔۔۔ تم۔۔۔ تم۔

ہاں۔۔۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں پاگل ہوں۔ لیکن انیتا وہ ہمیشہ سے ایسا اکھڑ مزاج نہیں تھا۔ وہ تو بہت اچھا تھا سنا ہے کہ۔۔۔ وہ تیزی سے بولی تو انیتا نے اس کی بات کاٹ دی۔

بس کرو ماروی۔۔۔ اتنا تو میں سمجھ گئی ہوں کہ اس جذبے میں دل اور دماغ دونوں پر اختیار نہیں رہتا۔ میں اس احساس کو سمجھ رہی ہوں جس نے تمہارے دل کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ تم دروازہ کھول بھی بیٹھیں۔ مگر افسوس آنے والے کا راستہ ہی دوسرا ہے۔۔۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔۔۔ اس نے سوالیہ نظروں سے ماروی کو دیکھا۔

تم کیسے جانتی ہو۔ ماروی اس کی بات کا مفہوم سمجھ گئی۔

سبھی حلقوں میں مشہور ہے کہ طاؤس اور دعا زبردست افیئر کے بعد شادی کر رہے ہیں۔۔۔ میں دعا کے بارے میں بھی جانتی ہوں میرے شوہر کے ایک دوست ہیں ان کے کسی دوست کی فیملی سے ہے Richest one کاش کاش میں یہ ساری باتیں تمہیں پہلے بتا دیتی۔۔۔ تو تم۔۔۔ ایسی کسی بات کے لئے پہلے سے مائنڈ بنا لیتیں۔

نہیں انیتا۔۔۔ جو ہونا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے مگر میری محبت کچھ مانگنے والی نہیں ہے۔۔۔ یہ تو دے سکتی ہے۔ بہت ساری دعائیں۔۔۔ طاؤس اور دعا کو۔۔۔ ماروی غم ناک لہجے میں دل کڑا کر کے بولی تو انیتا ایک لمحے کو ہل گئی۔

I am with u. مجھے اپنے غم میں شریک سمجھو ماروی۔۔۔

Thanks. اس نے بمشکل لہجے پر قابو پایا۔ لیکن چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بول ہی اٹھی۔ آخر میری قسمت میں اتنی کشمکش کیوں ہے انیتا۔ کیا میں ہی جلد باز

ہوں یا مجھے اچھے سپنے راس نہیں آ ئے۔

ایسا مت سوچو۔۔۔۔انیتا جلدی سے بولی وہ ماروی کے دل کا درد سمجھ رہی تھی جو اس کے معصوم اور شفاف چہرے پر پھیل رہا تھا۔تم تو بہت اچھی ہو طاؤس تو خوش قسمت ہے کہ تم جیسی پیاری لڑکی اس کے لئے ایسا سوچ رہی ہے۔لیکن بہت کچھ ہو چکا ہے اب تو کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں عنقریب شادی کر رہے ہیں۔وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی اس کا انداز بہت دوستانہ تھا لیکن ماروی کو یہ خلوص بھی کم لگ رہا تھا ماروی کو اس کا انہماک بھی کم لگا۔

تم نہیں سمجھ سکتیں انیتا۔۔۔۔میری کیفیت کوئی نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔خود کو کیسے سمجھاؤں۔۔۔۔دنیا کو سمجھا لینا کروڑوں لوگوں کو سمجھا لینا شائید آسان ہوتا ہے لیکن خود کو سمجھانا بہت مشکل۔۔۔۔بہت مشکل ہوتا ہے۔وہ بے چینی سے بولی۔

صرف یہ سوچ لو کہ وہ آسمان ہے اور تم زمین پر رہنے والی مخلوق ہو۔۔۔۔ماروی تم حسین ہو ہوشربا ہو۔۔۔۔مگر اگر تم سے پہلے اس کی زندگی میں کوئی آ چکی ہے تو آ چکی ہے۔اب کیا ہو سکتا ہے۔

انیتا میں بہت روایتی لڑکی ہوں بہت زیادہ۔۔۔۔اور پھر میں اس کے گھر میں رہ رہی ہوں دن رات کا واسطہ ہے۔جب تک میں وہاں ہوں۔اسے کیسے بھلا دوں۔۔۔۔

ماروی کے لہجے میں بے شمار خیالوں کے ساتھ بے بسی اتر آئی کیونکہ وہ یہ نوکری فی الحال کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتی تھی۔جو سایہ اسے نئی زید ہاؤس کی چھت کے تلے ملا تھا وہ اسے چھوڑنے کی ہمت کر کے واپس ہاسٹل اور بہادر خان کے ڈر کے سائے میں جانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔

تو نوکری چھوڑ دو۔۔۔۔انیتا نے راستہ دکھایا۔

نہیں انیتا۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔

کیونکہ۔۔۔۔اس سے فوری کوئی جواب نہ بن پڑا۔کیونکہ I am lonely

آگے پیچھے کوئی نہیں ہے میرا۔۔۔کہاں جاؤں جب تک دوسری نوکری نہ مل جائے یہ نوکری نہیں چھوڑ سکتی۔

سچ کہو۔۔۔خود نہیں چھوڑنا چاہتیں۔۔۔انیتا نے کریدا۔

کچھ بھی سمجھ لو لیکن یہ بھی ایک سچ ہے کہ کوئی دوسری نوکری اگر آج مل جائے جو اس طرح مجھے Safety دے سکے جس طرح ٹی زیڈ انڈسٹریز میں ملی ہے تو یقیناً چھوڑ دوں۔۔۔وگرنہ۔۔۔

ہاں یہ تو ہے۔۔۔یہاں مراعات تو بہت ہیں۔انیتا پھر سطحی لہجے میں بولی۔

مراعات کی میری کمال کو عادت نہیں ہے۔۔۔لیکن میرے لیے Safety اور Shelter کے فلسفے کو صرف میں ہی سمجھ سکتی ہوں۔۔۔اور تم اگر میرے لئے کچھ نہیں کر سکتیں تو خدارا تسلی تو دو۔۔۔ ہمدردی تو کرو۔۔۔ وہ پھر روہانسی ہو گئی۔

ہر گز نہیں۔۔۔یہ تسلیاں اور ہمدردیاں انسان کو Non Practical بناتی ہیں کہیں کا نہیں چھوڑتیں۔تم تو بہت ہمت والی لڑکی ہو۔بھئی حالات کا مقابلہ کرو اور اس کی پرواہ چھوڑ دو۔انیتا کی آنکھوں میں عجیب سی چمک امڈ آئی۔

ماروی سچ بتاؤ۔تم اس کی امارت سے مرعوب ہو۔۔۔

پلیز انیتا جب میں تم سے کچھ نہیں چھپا رہی تو ایسے تو مت کہو۔۔۔مجھے دولت سے بھی پیار نہیں تھا۔اس کا گھر میرے سپنوں کے محل جیسا تھا تب بھی میں نے اسے پانے کا نہیں سوچا تھا۔جب اس کی تصویر دیکھی تب بھی مجھے یہ ضرور لگا کہ میری تلاش اس کمرے کی اس دیوار کے اس فریم میں بند پڑی مسکرا رہی ہے۔لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ طاؤس ہے۔ٹی زیڈ انڈسٹریز کا مالک۔۔۔believe me۔۔۔وہ بولتے بولتے پھر رونے لگی تھی۔

نہیں پلیز ماروی I believe u پلیز تم رونا مت۔آنسو تمہیں سوٹ تو بہت کرتے ہیں کہ تم روتے وقت اور زیادہ حسین اور قاتل لگتی ہو۔۔۔ اس کی اس بات پر انیتا کے ساتھ ماروی کو بھی ہنسی آ گئی۔لیکن مجھ سے کسی کے آنسو نہیں دیکھے جاتے پلیز تم مت روؤ۔ہاں مگر دو صورتیں تو ہیں۔۔۔اب کی بار انیتا اس کا ہاتھ دبا کر شرارت سے

بولی تو ماروی نے اپنی آنکھیں صاف کر لیں۔

وہ کیا۔۔۔

بھئی یا تو میں اور تم ولن کا رول ادا کرتے ہیں اور اس دعا کو بیچ میں سے ہٹانے کی کوشش بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ انیتا سنجیدگی سے بولی تھی۔

تم پھر مذاق کر رہی ہو۔۔۔ ماروی حیرت سے بولی۔

ہرگز نہیں، بھلا یہ مذاق والی بات ہے۔۔۔ ڈیئر ماروی یہ دنیا چھین لینے کا نام ہے جو چیز پسند ہے چھین لو ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے لکیر پیٹتے رہ جاؤ گے۔ جو کرنا ہے جلدی کرو سوچنے میں بھی وقت ضائع مت کرو۔۔۔ انیتا سمجھانے لگی۔

نہیں انیتا مجھے چھیننے کی ہوس نہیں ہے۔ وہ میری نظروں کے سامنے ہے میرے لئے یہی کافی ہے۔۔۔ اچھا دوسری صورت بھی تو بتاؤ۔۔۔ ماروی آہستہ آہستہ بولی۔

دوسری یہ کہ تم اسے بھول جاؤ۔۔۔ اور بس۔۔۔ End of the story.

انیتا پھر سادگی سے بولی

بھول نہیں سکتی۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔ وہ میری پہلی اور آخری محبت ہے۔۔۔ وہ محبت انیتا۔۔۔ جو زندگی میں صرف اور صرف ایک بار ہوتی ہے۔ جو وحدانیت کے بہت قریب ہوتی ہے۔۔۔ بھول نہیں سکتی۔۔۔ ماروی حتمی لہجے میں بولی۔

تم واقعی بہت روایتی ہو۔ دنیا چاند پر جا پہنچی اور تم پہلی محبت میں اٹکی پڑی ہو۔

بہادر بنو۔۔۔ Reality کو مانو۔۔۔ وہ کسی اور کا ہو چکا ہے تو خود کو اس کے لیے پریشان کرنا بے وقوفی ہے۔۔۔ یہ صحیح نہیں ہے ماروی۔۔۔ اب کی بار وہ ہمدردی سے بول رہی تھی۔

شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ لیکن میرا Point بھی سمجھو محض دو دن میں میں نے محبت بھی کی ہے اور اس کی چوٹ بھی کھائی ہے۔۔۔ وہ پھر سنگین لہجے میں بول رہی تھی۔

مت کرو ایسی باتیں جنہیں سن کر ہول آتا ہو۔۔۔ انیتا ناک سکیڑ کر بولی۔

پھر کیا کروں رقص کروں، ناچوں، گاؤں یا ملہار اڑاؤں۔۔۔ وہ طنزیہ لہجے میں

بولی۔

Come on Brave بہادر بنو۔ تم تو کبھی تھیں تمہاری بہن نے تمہیں سر اٹھا کر چلنے کا سبق دیا ہے مشکل میں بھی جی جان سے لڑنے کا حوصلہ دیا ہے۔ کہاں ہے تمہارا حوصلہ اتنی محبت کرنے والی بہن کے درس کو بھول گئیں۔ وہ تمہاری ایسی حالت دیکھتی تو کیا خوش ہوتی بولو۔۔۔ انیتا اس کے روایتی پن پر پھٹ پڑی تھی۔

ادی۔۔۔ چہ۔۔۔ انیتا تم میری مجبوری کیوں نہیں سمجھتیں میں جب بھی کچھ کھو دیتی ہوں سب مجھے حوصلہ دینے لگتے ہیں۔ میں ایک معمولی انسان ہوں۔ اور ہر معمولی انسان کا حوصلہ ایک حد رکھتا ہے ایک Limit ہوتی ہے۔ اور میں ہمیشہ سب کچھ کھو دیتی ہوں۔۔۔ خالی ہاتھ۔۔۔ اور پھر کوئی مجھے رونے بھی نہیں دیتا۔ میرے اندر کوئی تو جھانکنے والا ہو، میرے زخموں پر بھی تو کوئی مرہم رکھے۔ کوئی آس۔۔۔ کوئی امید، کوئی کرن، کوئی اجالا۔۔۔ اس کی نظروں میں اب کی بار اپنی پچھلی زندگی کی تلخیاں عود آئیں۔ اجالا اور کرن کے لفظوں پر اس کا دل ہول گیا۔ اب کی بار وہ واقعی رونے لگی تو اب کے انیتا نے اسے نہ روکا۔

رونے سے دل کا غبار ہلکا ہو جاتا ہے۔ رو لو ماروی۔۔۔ آج تم اتنا رو لو کہ اب کی بار طاؤس کے سامنے جاؤ تو تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے ہمدردی نہ ہو بلکہ اپنے لیے سکھ ہو۔۔۔ کشید کیا ہوا سکھ۔۔۔ ایک سچ جو اس کے نہ ملنے کی صورت میں تمہیں تکلیف دے رہا ہے اس سچ میں سے زندگی کا راستہ نکالو۔ تبھی زندہ رہنے کی بنے گی ورنہ ایسے جینے اور مرنے کے کھیل روح تک گھلا دیتے ہیں اور ہاتھ ہمیشہ خالی رہ جاتے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں ماروی کہ تم کتنی بہادر ہو تم نے بتایا تھا کہ تم کسی گاؤں سے تعلق رکھتی ہو تو ماروی اسی گاؤں کی بچی اور پاکیزہ ہوا کی قسم ہے تمہیں۔۔۔ خود کو فراموش مت کرو اور نہ کسی بے فائدہ وقت کے لیے اپنا آپ داؤ پر لگاؤ۔ کیونکہ تم بہت قیمتی ہو اپنی بہت اچھی دوست صدف کے لیے اپنی پیاری شمائل کے لیے اور میرے لیے بھی۔ ہم تینوں کے لیے تم بہت قیمتی ہو۔۔۔ اس کی باتوں کے درمیان ہی ماروی نے خود اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔۔۔ اب کی بار اس کی آنکھوں میں کشمیر کی اجلی نیلی ہوا کی شفافی لہرا گئی۔ انیتا

ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہاری اتنی چاہنے والی دوست ہیں کچھ لوگوں کو تو زندہ رہنے کے لیے ایسی دوستیاں بھی میسر نہیں آتیں اور ان کے ہاتھ بھی خالی ہوتے ہیں تم تو پھر اہل دوست ہو ایک ایسے رشتے کی پابند جہاں کوئی غرض کوئی دکھاوا کوئی کھیل نہیں ہے۔ ایسے میں ماروی اس کے ایک ایک لفظ کو اپنے لیے مرہم پا رہی تھی۔

Sorry انیتا میں خواہ مخواہ میں جذباتی ہو گئی تھی۔ بس میں ہمیشہ سے ہی ایسی بے وقوف اور جذباتی ہوں۔ تمہاری باتوں نے بہت حوصلہ دیا ہے۔۔۔ Thanks۔۔۔۔

ہنہ۔۔۔ انیتا مسکرائی۔۔۔۔ ایک بات اور کہوں۔۔۔۔

ہنہ۔۔۔ ماروی نے مسکرا کر سر ہلایا۔

تم وہاں رہنا انجوائے کرو۔۔۔۔ انیتا پھر مسکرا کر بولی۔

انجوائے۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔ وہاں رہو۔۔۔۔ ہر مراعات سے فائدہ اٹھاؤ۔۔۔۔ بھئی انہوں نے تمہیں appoint کیا ہے تم اپنا حق استعمال کرو گی۔۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر ذرا طاؤس کو ٹٹولو۔۔۔۔ اتنی خوبصورت لڑکی کو اپنے سامنے پا کر وہ کیا محسوس کرتا ہے۔۔۔۔

انیتا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا تو ماروی کے ماتھے پر بل گہرے ہو گئے لیکن اب کی بار وہ بات کو مثبت طریقے سے اور ہلکے پھلکے انداز میں لے رہی تھی۔ اور کچھ نہیں تو Soft Cornar ضرور پیدا ہو سکتا ہے۔۔۔۔ وہ سب سے سختی سے بات کرتا ہے تم صرف یہ کوشش کرو کہ وہ تم سے مسکرا کر بات کرے اور بس۔۔۔۔ اس کے آگے کچھ نہیں۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔ انیتا نے شرارت سے بات مکمل کی۔ Okay۔۔۔۔

اچھا گیم سکھا رہی ہو۔۔۔۔ اب کی بار ماروی بھی مسکرا کر بولی۔ مگر میں کروں گی کیا؟ یہ طریقہ ماروی کو نوکری چھوڑنے سے بہتر لگا۔ اسے لگا جیسے اسی طرح وہ اس محبت کے پنجرے سے نکل پائے گی ورنہ اس سے دور بھاگ کر ہو سکتا ہے اس کی کشش کھینچے اس عمل میں عین ممکن تھا کہ وہ آہستہ آہستہ ساری حقیقتیں قبول کرے اور دعا سے ملاقات کے بعد حالات زیادہ واضح ہو کر اس پر اتریں۔

شہزادہ عالمگیر ہسپتال

شہزادہ عالمگیر صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل پوری ہونے جارہی ہے

قارئین کرام آپ حضرات کے تعاون سے ہم عالمگیر ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شہزادہ عالمگیر صاحب کے خوابوں کو پورا کیا جائے۔ یہ فیصلہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے امید ہے کہ آپ قارئین ہمارے اس فیصلہ کو ویلکم کہیں گے اور اپنے تعاون سے نوازیں گے اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپوں کی ضرورت ہے آپ کے تعاون سے ہم اس ہسپتال کی بنیاد میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ سے جو بھی ہوسکتا ہے اس ہسپتال کی تعمیر میں ہماری مالی مدد کریں آپ کی مدد سے ہی ہم اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک روپیہ اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمارے لیے بہت اہم ہوگا۔ بہت جلد ہم اس کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں آپ حضرات سے مالی تعاون کی پرزور اپیل کرتے ہیں امید ہے کہ آپ اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیں گے۔ چاہے سو روپے ہی سہی آپ ہمارے اس اکاؤنٹ میں ڈال سکتے ہیں۔ آپ کے ایک ایک روپے کی حفاظت کی جائے گی اس ہسپتال میں نہ صرف غریبوں کا فری علاج کیا جائے گا بلکہ ان کے لیے کھانے کا بھی بندوبست کیا جائیگا۔ یہ ہسپتال آپ کا ہسپتال ہوگا۔ آپ کے تعاون سے بننے والے اس ہسپتال کا کام جلد شروع کردیا جائے گا۔ تمام قارئین کرام اپنی رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کرواکر ہمیں شکریہ کا موقع دیں اور دعا کریں کہ ہم اس نیک کام میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

شہزادہ التمش عالمگیر

اکاؤنٹ 01957900347001 حبیب بنک کمرشل ایریا کیوٹری گراؤنڈ ا۔در

ایس۔امتیاز احمد (کراچی)

پر اسرار دھندلکا۔۔۔!

اگاتھا کرسٹی کا ڈرامائی انداز اور سپنس سے

بھرپور شاہکار جو آپ کو قدم قدم پر چونکا دے گا۔۔۔!

(مغرب سے درآمد شدہ)

یہ واقعہ سننے کے لیے آپ کو اپنا ذہن دوسری جنگ عظیم سے ذرا قبل کے زمانے میں لے جانا ہوگا۔ یہاں میں اپنے ایک نہایت قریبی دوست رابرٹ کا تعارف کراؤں گا۔ ہم کئی سال اکٹھے پڑھتے رہے اور اچھے دوست ہونے کے ناتے ہمیں ایک دوسرے کے نہ صرف ذاتی مسائل بلکہ خاندانی امور سے بھی آشنائی تھی۔ رابرٹ کا ایک چھوٹا بھائی ایلن اور بہن جین تھے۔ ایلن سے تو کئی بار سرسری ملاقات ہوئی تھی لیکن جین سے میں کبھی نہیں مل سکا تھا۔ وہ اپنے آبائی قصبہ فورٹ ٹاؤن میں رہتی تھی۔ رابرٹ ہر بار چھٹیوں کے آغاز میں یہ اصرار کرتا کہ میں اس کے ساتھ فورٹ ٹاؤن چلوں۔ بارہا میں نے تیاری باندھی لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی مجبوری آن پڑی اور مجھے رابرٹ سے معذرت کرنا پڑی۔

یہ ذکر ہے ۱۹۳۹ء کے اوائل سرما کا جب رابرٹ نے گویا مجھے فورٹ ٹاؤن لے جانے کی قسم کھالی۔ اس بار خوش قسمتی سے میں بھی فارغ تھا سو میں نے سامان باندھا اور رابرٹ کے ساتھ ہولیا۔ فورٹ ٹاؤن چھوٹا سا ہرا بھرا قصبہ تھا۔ شہر کی پرشور اور تیز رفتار زندگی سے نکل کر یہاں پہنچا تو بے حد سکون محسوس ہوا۔ رابرٹ کا حویلی نما مکان خاصا قدیم تھا۔ لمبی لمبی راہداریاں، بے شمار کمرے، دالان، پائیں باغ ناواقف آدمی کو اس حویلی کے راستے ذہن نشین کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا۔ رابرٹ کے دادا اس علاقے

کے ایک معروف زمیندار تھے۔ بدقسمتی سے ان کے بعد زمینوں کا کام کوئی بھی خوش اسلوبی سے نہ سنبھال سکا اور اب رابرٹ کے پاس تقریباً یہی ایک حویلی رہ گئی تھی اور اس میں بھی نوکر چاکر نہ دارد۔

وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حویلی میں آج کل مہمانوں کی ایک پوری فوج موجود ہے۔ حال ہی میں جین کی منگنی ہوئی تھی۔ رابرٹ نے مجھے بتایا کہ منگیتر اس سے عمر میں خاصا بڑا ہے لیکن ایک بڑا زمیندار اور علاقے کا بارسوخ آدمی ہے۔

جب ہم حویلی میں داخل ہوئے تو شام کا دھندلکا چھا رہا تھا۔ حویلی کی چھوٹی چھوٹی منقش برجیاں شفق کے پس منظر میں چمک رہی تھیں۔

''مجھے تو تمہاری یہ حویلی بڑی پراسرار لگ رہی ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

'ہاں، اس کے بارے میں بھوت پریت کی بہت سی روایات مشہور ہیں لیکن ہم تو ہنوز کسی بھوت کی ملاقات سے محروم ہیں۔'' رابرٹ مسکرایا اور مہمانوں سے تعارف کرانے سے قبل مجھے میرے کمرے میں لے آیا اور کہا کہ میں رات کے کھانے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ اچھا ہوگا اگر وہی مجھے کچھ دیر کے بعد کھانے کے کمرے تک لے جائے کیونکہ حویلی کی بھول بھلیوں میں کمرہ تلاش کرنا میرے لیے دشوار تھا۔ میں جانے کہاں بھٹکتا پھرتا۔ رابرٹ کے جاتے ہی میں نے جلدی سے اپنا سوٹ کیس کھولا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ جب میں آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا تو میری نگاہ غیر ارادی طور پر پیچھے دیوار پر پڑی۔ اس میں ایک دروازہ تھا جس کا عکس میں آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ جونہی میں نے ٹائی باندھی، سرسری طور پر میری نگاہ پھر آئینے میں دروازے کے عکس پر پڑی۔ مجھے محسوس ہوا وہ آہستہ آہستہ کھل رہا ہے۔۔۔ یہ عین فطری بات تھی کہ مجھے مڑ کر براہ راست دروازے کو دیکھنا چاہیے تھا مگر نہ معلوم

کیوں میں ساکت کھڑا آئینے میں اس کا عکس دیکھتا رہا۔ آہستہ آہستہ دروازہ پوری طرح کھل گیا۔ یہ ایک خاصے کشادہ کمرے میں کھلا اور پھر جو منظر مجھے دکھائی دیا اس نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ کمرے میں بچھی مسہری پر ایک لڑکی پڑی تھی اور ایک مرد اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ یہ منظر نہایت واضح تھا اور غلط فہمی یا وہم کا شائبہ بھی امکان سے باہر تھا۔ میں لڑکی کا چہرہ واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ اس کے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور اس کے خوبصورت چہرے پر دہشت کے آثار نمایاں تھے البتہ آدمی کی کمر چونکہ میری طرف تھی اس لیے میں اس کا چہرہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس کے بائیں رخ پر زخم کا ایک نشان بڑا واضح تھا جو چہرے کو چیرتا ہوا اس کی گردن تک آ گیا تھا۔

مجھے یہ تمام صورت حال بیان کرتے ہوئے تو کچھ وقت لگا ہے لیکن درحقیقت یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہوا۔ جیسے ہی میری یہ سکتے کی کیفیت ختم ہوئی میں فوراً مڑا تاکہ براہ راست یہ دہشتناک منظر دیکھ سکوں ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ میرے پیچھے تو محض ایک دیوار تھی اور ایک قد آدم کپڑوں کی الماری اس سے لگی کھڑی تھی۔ کوئی دروازہ تھا نہ قتل کا کوئی منظر۔۔۔ میں دوبارہ آئینے کی طرف مڑا لیکن اب تو وہ اسی کپڑوں کی الماری کو منعکس کر رہا تھا۔ اف خدایا! میں نے اپنا سر پکڑ لیا۔ پھر اسی کیفیت میں بیٹھا اور الماری دھکیلنے کو تھا کہ رابرٹ کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے الماری سے زور آزمائی کرتے دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں نے سوال داغ دیا:

"کیا اس الماری کے پیچھے کوئی دروازہ ہے؟"

"ہاں۔۔۔" وہ اس کمرے سے ملحق دوسرے سونے کے کمرے میں کھلتا ہے۔۔۔ مگر۔۔۔"

"اس کمرے میں آج کل کون قیام پذیر ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''یہ کمرہ آج کل میجر لنک اور ان کی بیگم کے استعمال میں ہے۔''

''کیا میجر لنک کی بیوی کا رنگ انتہائی سفید اور بال سنہرے ہیں؟'' میں بے حد پرجوش ہو گیا۔

''نہیں۔۔ان کے بال بالکل سیاہ ہیں اور رنگ بھی قدرے مدھم ہے۔'' رابرٹ نے انتہائی اکتاہٹ کے عالم میں جواب دیا اور میں نے مایوسی کے ساتھ اپنی یہ تفتیش بند کر دی۔ رابرٹ نے سرسری انداز میں اس کا مقصد پوچھا تو میں بات گول کر گیا۔ دراصل اب میں خود بے یقینی کا شکار ہو گیا تھا کہ یہ منظر کہیں محض میرے تخیل کی پیداوار تو نہیں۔ شاید میں اس واقعے کو اپنا وہم سمجھ کر فراموش کر ڈالتا لیکن جب تعارف کے دوران رابرٹ نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ''تم جین سے ملنے کے مشتاق تھے نا یہ ہے میری بہن جین۔'' اسے دیکھتے ہی میں مبہوت ہو گیا۔ بالکل وہی لڑکی جسے کچھ دیر پہلے میں نے آئینے میں ہلاک ہوتے دیکھا تھا۔ سنہرے بال، رنگ دودھیا گویا سنگ مرمر سے تراشا ہوا انتہائی پرکشش بت۔

اور پھر رابرٹ دوسری طرف مڑا۔

''اور یہ ہیں مسٹر چارلس پائن جین کے منگیتر'' جونہی میری نظر مسٹر چارلس پر پڑی میرا کلیجہ گویا اچھل کر حلق میں آ گیا اور مساموں سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ لمبا قد، سنولائی ہوئی رنگت اور بائیں گال پر زخم کا ایک طویل اور بڑا واضح نشان جو گردن تک آ گیا تھا۔

یہ سب کچھ کیا تھا۔۔۔؟ وہی لڑکی۔۔۔ ہو بہو وہی لڑکی اور وہی بائیں گال پر زخم کے نشان والا آدمی جو نہایت بے رحمی سے لڑکی کا گلا گھونٹ رہا تھا اور اب یہ دونوں ایک ماہ کے اندر اندر رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے تھے۔

کیا مجھ پر قبل از وقت ایک انکشاف نہیں ہوا تھا، ایک معجزہ۔۔۔ ایک ناقابل فہم صورت حال!! کیا

واقعی شادی کے بعد جین اور چارلس اس کمرے ٹھہریں گے؟ اور پھر یہ منظر واقعی حقیقت کا روپ دھار لے گا ؟ یہ سوچ کر میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی لیکن میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ اگر میں رابرٹ یا جین کو یہ واقعہ سناتا تو کیا وہ میرا تمسخر نہ اڑاتے اور بالفرض وہ اس پر یقین کر بھی لیتے تو کیا وہ مستقبل کی اس آفت کو روک پاتے۔ اور اگر میں یہ بات کسی کو نہ بتاؤں اور پھر واقعی چارلس یہ وحشیانہ اقدام کر گزرے تو کیا میرا ضمیر ساری زندگی مجھے ملامت نہیں کرتا رہے گا؟

غرض میں جتنے دن وہاں رہا؟ پرسکون زندگی کے لطف سے بے نیاز! اسی ادھیڑ بن میں الجھا رہا اور آخر واپسی سے ایک روز قبل میں نے یہ سب کچھ انتہائی سنجیدگی سے حرف بہ حرف جین کو سنا ڈالا۔

جین نے انتہائی تحمل سے یہ سب کچھ سنا۔ اس کے چہرے پر تمسخر کے آثار نمودار ہوئے نہ اس نے میری کہانی پر ایمان لانے کا اقرار کیا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک نہایت غیر معمولی تاثر تھا جو میں سمجھنے سے قاصر رہا۔ چلتے چلتے جب میں کسی دروغ گو کے مانند یہ دہرا تا رہا کہ میں ہرگز جھوٹ نہیں بول رہا اور میں نے واقعی یہ منظر دیکھا تھا تو جین نے بہت سنجیدگی سے کہا کہ اسے مجھ پر اعتبار ہے، اگر میں یہ سب کچھ بیان کر رہا ہوں تو میں نے یہ سب کچھ یقیناً دیکھا ہوگا۔

فورٹ ٹاؤن سے واپسی کے بعد میں اسی کشمکش میں تھا کہ میرا یہ اقدام اچھا تھا یا برا کہ یہ اطلاع ملی جین نے چارلس سے منگنی توڑ دی ہے۔

اس کے کچھ ہی بعد دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور پھر سوائے جنگ کے اور کوئی چیز گفتگو کا موضوع رہی نہ سوچ کا محور۔ کئی بار محاذ سے رخصت کے دوران میری مڈبھیڑ جین سے ہوئی۔ لیکن ہر بار میں نے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے احتراز کیا، مگر حقیقت یہ تھی کہ میں پہلی ہی نظر میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا

اور ہنوز اس کے سحر سے نکل نہیں پایا تھا، لیکن محبت کا اظہار کرنے میں وہ واقعہ میری راہ میں رکاوٹ رہا۔ یقیناً میرے وہ واقعہ سنانے کی بنا پر جین نے چارلس سے منگنی توڑ دی تھی۔ اب اگر میں اس کے سامنے شادی کی تجویز پیش کروں تو کہیں وہ اس واقعے اور منظر کو ایک چال اور من گھڑت افسانہ نہ سمجھے۔ یہ احساس اس قدر شدید تھا کہ میں نے ہر بار اس سے یہ بات کرنے سے گریز کیا۔

پھر ایک دن محاذ پر یہ جاں سوز اطلاع ملی کہ رابرٹ دشمن کے حملے کے دوران مارا گیا ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں اپنے بچپن کے دوست کے آخری رسومات میں شرکت کروں۔ میں تعزیت کے لیے جین کے پاس بھی گیا۔ وہ بھائی کے غم میں چپ چاپ بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ میں دیر تک اسے دلاسے دیتا رہا۔ اس دن افسردگی کے عالم میں وہ مجھے اتنی پرکشش لگی کہ کئی بار دل چاہا اپنا مدعا اس سے کہہ ڈالوں مگر ہر بار وہی خدشہ آڑے آیا۔۔۔ میں اس دعا کے ساتھ محاذ پر لوٹ آیا کہ خدا اگر مجھے جین کا قرب نہ دے تو موت دے دے کہ مجھے اس بے قراری سے تو نجات ملے۔ جین کے بغیر یہ تمام دنیا میرے لیے بے مقصد اور افسردہ و حزیں تھی۔ لیکن شاید دشمن کی کسی گولی پر میرا نام نہ تھا۔ بلکہ کئی بار تو میں حیرت انگیز طور پر موت کے منہ سے بال بال بچا۔ کبھی بارودی خندق صرف دس گز دور پھٹی تو کبھی گولیاں چند انچ کے فاصلے سے گزر گئیں حتیٰ کہ ایک بار تو ایک گولی میرے دائیں کان اور گال کو چھوتی ہوئی میری جیب میں رکھے سگریٹ کیس سے ٹکرائی اور دوسری طرف نکل گئی۔

جنگ ایسی چھڑی کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ ان دنوں ایسا لگتا تھا کہ شاید تمام زندگی اس جنگ عظیم کی نذر ہو جائے گی۔ دوستوں، عزیزوں کی موتیں روزانہ کا معمول ہو گئیں۔ ایک روز اطلاع آئی کہ چارلس پائن حملے کے دوران ہلاک ہو گیا ہے۔ اس خبر نے کسی نہ کسی حد تک صورت حال میں فرق پیدا کر دیا

۔اللہ اللہ کر کے جنگ بند ہوئی اور کچھ عرصہ قبل جب میں چھٹی پر گھر آیا تو جین سے ملا اور تمام خدشات با لائے طاق رکھ کر وہ تمام باتیں کہہ ڈالیں جو ایک عرصہ سے میرے دل میں سلگ تو رہی تھیں مگر زبان تک پہنچنے سے محروم تھیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب جین نے ان باتوں کو نہایت خوش دلی سے سنا گویا وہ بھی دل میں اس کی تمنا لیے بیٹھی تھی اور کہا "بھلا تم نے یہ ساری باتیں مجھ سے پہلے ہی کیوں نہ کہہ ڈالیں؟" میرے خدشات ظاہر کرنے پر وہ مسکرائی اور کہنے لگی: "اگر مجھے چارلس سے ذرا بھی محبت ہوتی، تو بھلا میں تمہارے اس بے سروپا تخیل کی وجہ سے جو تمہیں آئینے میں نظر آیا، منگنی کیوں توڑتی؟ ۔۔۔یقین کرو مجھے بھی پہلی ہی نظر میں تم سے محبت ہوگئی تھی اور آج تک میں صرف اور صرف تمہیں چاہتی رہی ہوں۔"

ہم دونوں مسکرا اٹھے اور فضا ایک دم خوشگوار ہوگئی۔ جنگ عظیم کے خاتمے پر ہماری شادی ہوگئی اور پھر خاصے عرصے تک کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہ ہوا۔ اس آئینے والے قصے کو ہم ایک دلچسپ مگر بے معنی واقعہ سمجھ کر فراموش کر چکے تھے۔

ہماری ازدواجی زندگی کی ابتدا تو نہایت خوشگوار تھی لیکن آہستہ آہستہ ہمیں ایک بڑی تلخ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جس کا ذمے دار سراسر میں تھا۔ مجھے جین سے بے انتہا محبت تھی، لیکن اپنی ایک عادت جو مجھے خود شادی کے بعد معلوم ہوئی وہ شک اور حسد کی عادت تھی۔ جین اگر کسی شخص کی طرف مسکرا کر دیکھ لیتی تو میں کئی دن کڑھتا رہتا۔ وہ کسی مرد سے دو لمحے بات کر لیتی تو میری راتوں کی نیند حرام ہو جاتی۔

شروع شروع میں جین اسے میری چاہت سمجھ کر خاموش رہی لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا میری یہ عادت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ روز روز کے جھگڑے زندگی میں زہر گھولتے چلے گئے اور یہ شکوک وشبہات جو یک طرفہ تھے، ہمیں ایک دوسرے سے دور کرتے چلے گئے۔ رفتہ رفتہ مجھے یہ محسوس ہونے

لگا کہ اب جین کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔ محبت کا جو دریا چند ماہ قبل اس کے دل میں موجزن تھا۔ اب اتر چکا تھا اور اس محبت کا قاتل یقیناً میں تھا۔

پھر ڈیرک ٹامس ہماری زندگی میں آیا۔ اس شخص میں وہ سب کچھ تھا جو مجھ میں نہیں تھا۔ خوشنما، نہایت ذہین اور خوش گفتار اس سے ملتے ہی یکا یک میرے ذہن میں خیال آیا کہ جین کے لیے یہ شخص مجھ سے بہت بہتر ہے۔ جین نے ہر طرح سے اس کے خلاف احتجاج کیا، لیکن میرے ذہن میں یہ خیال پختہ ہوتا چلا گیا۔

میرے دل میں حسد کا جو لاوا کھولتا چلا جا رہا تھا، ایک دن اس کی تپش جین کی برداشت سے باہر ہو گئی اور اس نے مجھ سے، اپنے ناکردہ گناہوں کے عذاب سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔

میں جب ایک رات گھر لوٹا تو اس کا کمرہ خالی تھا۔ اور خاص روایتی انداز میں وہاں ایک الوداعی پیغام موجود تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے، صرف اس لیے کہ وہ یہ سب کچھ نہیں سہہ سکتی۔ وہ پہلے اپنے آبائی قصبے فورٹ ٹاؤن پہنچے گی اور پھر اس شخص کے پاس چلی جائے گی جسے وہ سب سے زیادہ چاہتی ہے اور اس شخص کو بھی اس کی ضرورت ہے اور یہ کہ مجھے اس کا یہ فیصلہ آخری فیصلہ سمجھنا چاہیے۔

شاید میرا جذبہ حسد ڈیرک ٹامس کے بارے میں اس قدر شدید نہ تھا۔ اس سے پہلے کہ جین ڈیرک سے مل سکے، مجھے کچھ کرنا تھا۔

میں اپنی کار میں جس قدر جلد فورٹ ٹاؤن پہنچ سکتا تھا، پہنچا۔ شام کا دھندلکا پھیل رہا تھا۔ میں انتہائی غصے کے عالم میں حویلی میں داخل ہوا۔ سونے کا کمرہ روشن تھا اور وہاں جین کھانے کا لباس تبدیل کر کے بال

سنوار رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرانی اور کسی قدر خوف کے آثار پیدا ہوئے اور وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میرے سوا کوئی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتا کوئی بھی نہیں۔۔۔'' میں نے اپنے کھردرے ہاتھ جین کے گلے پر جما دیے میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں اس کا گلا گھونٹنے لگا اور پھر یکا یک میری نگاہ آئینے پر پڑی۔۔۔ میں جین کا گلا دبا رہا تھا، اس کا چہرہ دہشت زدہ تھا اور میرے دائیں گال پر گولی کا نشان واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ نہیں پھر میں نے اسے قتل نہیں کیا۔۔۔ میں تو یہ منظر دوبارہ دیکھ کر گویا مفلوج ہو گیا اور بے حس و حرکت فرش پر گر پڑا۔ اور پھر جین نے مجھے سہارا دیا۔۔ ہاں جین نے خود مجھے سہارا دے کر اٹھایا اور مجھے دلاسا دیا۔ میں بے اختیار رو پڑا اور شاید ان آنسوؤں کے ساتھ ہی حسد اور شک کا وہ سیلاب بھی اتر گیا جو ہماری خوشحالی کے جزیرے کو غرقاب کرتا چلا جا رہا تھا۔ جین نے وضاحت کی کہ وہ شخص جس کا پیغام میں ذکر تھا اور جسے وہ سب سے زیادہ چاہتی تھی جین کے دوسرے بھائی ایلن کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ خوشگواری ہماری زندگی میں لوٹ آئی۔

آج میں اور جین ایک نہایت پرسکون ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ کبھی کبھی میں تنہائی میں بیٹھا سوچتا ہوں کہ زخم کا وہ نشان جو میرے دائیں گال پر تھا مجھے آئینے میں بائیں گال پر نظر آیا۔ یقیناً پارلس پائن کے معاملے میں مجھ سے ایک نہایت سادہ سی غلطی ہوئی کیونکہ زخم کا نشان اس کے بائیں گال پر تھا۔ ختم شد

تحریر: اگاتھا کرسٹی

ترجمہ:

ایس۔ امتیاز احمد (کراچی)

راز

---تحریر: اسد شہزاد۔ گوجرہ۔ منڈی بہاؤالدین۔ آخری حصہ۔

دروازے کے بالکل سامنے وہی سفید کپڑوں والی زخمی اور لہولہان عورت موجود تھی جو سالوں سے مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن کسی نے اس کی مدد نہیں کی تھی اس کے پیچھے ایک تنومند آدمی لوہے کی راڈ اٹھائے ہوئے موجود تھا اس کا سر گھٹا ہوا تھا اور کرخت چہرے پر گھنی داڑھی تھی اس عورت کے بال پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ رابعہ غصہ سے چلائی۔ نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے بہت ہو گیا بہت ظلم کر لیا تم نے اس کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے۔ اس وقت رابعہ سارا خوف بھول گئی تھی اور اسے اس شخص پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ جو ایک بے گناہ عورت کو اذیت دے رہا تھا آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں تحلیل ہونے لگا جیسے دھوئیں سے بنا ہوا وہ دھواں منتشر ہو رہا ہو کچھ دیر بعد وہاں مرد نہیں تھا۔ جیسے جیسے مرد غائب ہو رہا تھا عورت کے زخموں کے نشانات غائب ہوتے جا رہے تھے مرد کے غائب ہوتے ہی وہ بالکل ٹھیک نظر آنے لگی۔ اس نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ ہلے جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو پھر وہ چلتی ہوئی برابر فوزیہ کے کمرے میں دروازے تک گئی پھر وہاں کوئی نہ تھا رابعہ خوفزدہ کھڑی دیکھ رہی تھی عورت کے ہٹتے ہی عمر ہمت کر کے آگے آیا اور اس نے راہداری میں جھانکا اور رابعہ سے پوچھا۔ وہ کہاں گئی۔ بڑی خانم کے کمرے کے سامنے پہنچ کر غائب ہو گئی ہے۔ میرے خدا۔ عمر اچھل پڑا اور تیزی سے فوزیہ کے کمرے کی طرف جھپٹا اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ سامنے فوزیہ بستر پر دراز تھی اس کی کھلی آنکھیں اوپر دیکھ رہی تھیں رابعہ عمر کے پیچھے تھی۔ اور انہوں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ فوزیہ زندہ نہیں ہے اس کی آنکھیں اور سینہ دونوں ساکت تھے عمر نے اس کا ہاتھ تھاما اور مایوسی سے بولا نبض ساکت ہے۔ اسی لمحے رابعہ کی نظر بستر پر کھلی ڈائری پر پڑ گئی۔ اس نے وہ ڈائری اٹھا لی اس پر یہاں ایک نوٹ ادھورا لکھا ہوا تھا۔ آج میرے انتقام کا ایک حصہ اور پورا ہو جائے گا آج اس خاندان کا ایک اور فرد مٹ جائے گا اگر رخسانہ کی روح نے ایسا نہ کیا تب بھی میں تو ہوں جیسے پچھلی بار رخسانہ نے خالد کو زندہ چھوڑ دیا تھا لیکن یہ کام میں نے کر دیا تھا چائے کی پیالی میں خواب آور دوا ڈالنا آسان تھا اور اسے دینا بالکل آسان تھا اب میں ڈوبونا مشکل کام تھا لیکن یہ میں نے کر لیا خالد ہی میرا اصل مجرم تھا اسے مجھے مسترد کیا تھا وہ میرا محبوب تھا لیکن مجھے ٹھکرا کر میرا بدترین دشمن بنا دیا تھا۔ اسے مارنے کے بعد پیار کیا کچھ نہیں کر دوں۔ یہاں میں نے چھوٹا نند تلک کر اسے اسی لیے یہاں بلایا تھا کہ دادی اماں نے مجھے نہیں کہا تھا اسے مار کر میرے اندر برسوں سے سلگتا انتقام اب پورا ہوا ہے لیکن نہیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں ابھی اس خاندان کا ایک فرد باقی ہے کل صبح تک وہ بھی نہیں رہے گا تب یہ جاگیر اور حویلی میرے بھائیوں کو مل جائے گی میرا انتقام تب جا کر پورا ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

اچانک رابعہ کو لگا جیسے کہیں دور کسی عورت نے اذیت بھری سسکی لی ہو۔ رابعہ کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے وہ اس آواز کو وہم قرار نہیں دے سکتی تھی بے شک آواز دور کی تھی لیکن بہت

واضح تھی وہ ہمہ
تن گوش ہوئی دوسری بار آواز بہت واضح تھی
اور زیادہ نزدیک سے آئی رابعہ نے بے ساختہ
بالکونی کے دروازے کی طرف دیکھا اسے لگا جیسے
آواز بالکونی سے آئی ہو لیکن بالکونی خالی تھی
اور وہاں تک رسائی کا واحد راستہ اس کے کمرے
سے گزر کر جاتا تھا کمرا اندر سے بند تھا پنکھا ساکت
تھا اس کے باوجود بھی بالکونی کے دروازے
اور کھڑکیوں پر موجود پردے لہرانے لگے جیسے شیشے
غائب ہوں اور باہر ان پردوں کو اڑا رہی ہو۔ پھر
رابعہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی اس نے پردہ دروازے
سے بالکونی کے دروازے کے نیچے عورت کے
پاؤں دیکھے جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا رابعہ نے
بمشکل اپنی چیخ پر قابو پایا اور بستر سے اتر کر
دروازے کی طرف لپکی کسی چیز سے اس کا پاؤں
الجھا ہوا تھا وہ منہ کے بل گری قالین کی وجہ سے
اسے شدید چوٹ نہیں آئی۔ اس کے باوجود اس کا
ماتھا لگا اور اسے چکر آ گیا وہ لڑکھڑاتے قدموں
سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی اس کا سر چکرا
رہا تھا اور ہر چیز گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی لیکن وہ
جلد از جلد اس کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی ہر لمحے
اسے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ عورت بالکونی کا دروازہ
کھول کر اندر آ جائے گی اور وہ اس کی طرف دیکھنا
نہیں چاہتی تھی۔ ہر لمحے اسے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ
عورت بالکونی کا دروازہ کھول کر اندر آ جائے گی
اور وہ اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی جب اس
نے پہلی بار اس عورت کا چہرہ دیکھا تو اسے لگا کہ
جیسے اس کی آنکھوں کی جگہ موجود گڑھے اسے نگل جانا
چاہتے ہوں۔

اس نے دروازہ کھولا اور باہر راہداری میں
آ گئی۔ راہداری ویران تھی اور تمام کمروں کے
دروازے حسب معمول بند تھے۔ رابعہ نے چیخ کر کسی
کو مدد کے لیے پکارنا چاہا لیکن اس کے حلق سے
آواز نہیں نکل رہی تھی بیک وقت خوف اور بے بسی
کے احساس نے اس کی آواز بند کر دی تھی وہ ہراساں
نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی اچانک
راہداری کے آخری سرے پر واقع دروازہ کھولا
اور اندر سے کسی مرد کے بولنے کی آواز زور زور
سے آ رہی تھی اور ایک عورت کی التجا آمیز آواز
آنے لگی مرد کے لہجے میں نفرت اور درشتی تھی
کمرے میں تیز روشنی نیم روشن راہداری میں آ رہی
تھی۔

رابعہ سحر زدہ سی اس طرف دیکھ رہی تھی اس
کے ذہن میں یہ خیال تو ہو یا تھا کہ یہ کمرہ گزشتہ
چالیس سال سے خالی ہے اور اس میں کوئی
نہیں رہتا تھا۔ پھر کسی کشش کے زیر اثر وہ اس
طرف بڑھنے لگی اس کے پاؤں لرز رہے تھے لیکن
کوئی انجانی طاقت اسے کشاں کشاں اس طرف
لیے جا رہی تھی رابعہ کو اپنی سوچ پر مکمل اختیار نہیں تھا
رفتہ رفتہ وہ کمرے کے اتنے قریب آ گئی کہ اندر کا
منظر واضح نظر آنے لگا پہلی نظر میں ایسا لگا کہ کمرے
میں کوئی طوفان آ کر گزر گیا ہے کوئی چیز صحیح سلامت
نظر نہیں آ رہی تھی شیشے اور دوسرے میٹریل سے بنی
اشیاء، کپڑے، بوتلیں اور دوسری اشیا بکھری پڑی
تھیں اور ان میں [illegible] چیخ کی مرد اور عورت
کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ اب تک سامنے نہیں
آئے تھے۔ رابعہ رفتہ رفتہ کمرے کے سامنے پہنچ گئی
اور اب وہ پورے کمرے کا منظر واضح دیکھ سکتی تھی
مگر اسے کمرے میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مرد
اور عورت کے لڑنے کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں
لیکن وہ نظر نہیں آ رہے تھے آوازیں بالکل سامنے
سے آ رہی تھیں رابعہ کا ذہن چکرانے لگا۔ پراسرار
معاملہ تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا اس کے کمرے
میں کوئی نہیں رہتا تھا لیکن اب یہاں سے آوازیں

بھی آ رہی تھیں کمرہ بھی کھلا ہے نظر بھی کوئی نہیں آ رہا ہے آوازیں قریب سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں رابعہ بے ساختہ راہداری کے آخر میں دیوار کے ساتھ چپک گئی دو سامنے کمرے سے نکلے اور پھر اس نے اسی عورت کو دیکھا وہ اسی سفید لباس میں تھی اس کے چہرے اور سر سے خون بہہ رہا تھا اور زخموں کے نشانات تھے جیسے اس کے ساتھ مار پیٹ کی گئی ہو اس کا لباس بھی جا بجا لہو رنگ ہو رہا تھا وہ کسی سے ڈر کر پیچھے ہٹ رہی تھی رابعہ کو دوسرا سایہ ایک شخص کا نظر آیا اس کے چہرے پر درشتی کے تاثرات تھے عورت کی آنکھیں سلامت تھیں اور ان سے اتنا خوف جھلک رہا تھا کہ رابعہ نے اس سے پہلے کبھی کسی کی آنکھوں میں اتنا خوف نہیں دیکھا تھا۔

خدا کے لیے۔۔خدا کے لیے۔

عورت کے منہ سے دردبھری آوازیں نکل رہی تھی وہ دیوار کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی تھی وہ اس شخص سے ڈر رہی تھی اچانک عورت اٹک کر نیچے گری اور کچھ دیر ساکت پڑی رہی اس شخص نے اسے ٹھوکر مارا تھا اور وہ روتے کراہتے ہوئے فرش پر چاروں ہاتھوں پیروں کے بل رینگنے لگی پھر ہمت کر کے اٹھی اور کھڑی ہوگئی پھر اس نے راہداری میں مخالف سمت میں موجود دروازہ پیٹنا شروع کر دیا وہ چیخ چیخ کر پناہ مانگ رہی تھی پھر وہ رابعہ کے کمرے سے پہلے والے کمرے کا دروازہ پیٹنے لگی اس کی دردبھری آواز پوری راہداری میں گونج رہی تھی۔رابعہ کو تعجب ہوا اس کے سوا کوئی نہیں نکلا تھا یہاں فوزیہ اور دادی کے کمرے تھے کسی نے اس کی چیخیں اور فریاد نہیں سنی تھی ابھی عورت دروازہ پیٹ رہی تھی کہ عقب سے آنے والے شخص نے اس پر دوبارہ وار کیا اس بار اس کے سر پر بوتل ماری تھی عورت کا سر پھٹ گیا تھا اور چیخ کر دیوار کے ساتھ ٹکرائی تھی پھر دیوار کے سہارا لے کر آگے بڑھی اب وہ رابعہ کے کمرے کے دروازے پر تھی وہ ہاتھ مار کر التجا کر رہی تھی اچانک وہ مڑی اور اس نے چیخ مار کر جھکائی کی جیسے کسی وار سے بچ رہی ہو اور پھر پلٹ کر دوسرے کمرے تک آئی اور اسے بجانے لگی خوف سے اس کی آواز پھٹ رہی تھی اب اس سے بولا نہیں جا رہا تھا رابعہ سوچ رہی تھی کہ یہ عورت آگے کیوں نہیں جا رہی ہے خالی کمروں کے دروازے پیٹ رہی ہے۔اسے فوزیہ یا دادی اماں کے کمرے کی طرف جانا چاہیے اس دروازے سے مایوس ہو کر عورت دادی ماں کے کمرے کی طرف گئی اس کی بے تابی سے لگ رہا تھا کہ اگر اسے پناہ نہ ملی تو پھر شاید موت ہی اسے پناہ دے سکے گی اس عورت نے دادی اماں کے دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا رابعہ نے سکون کا سانس لیا اب اس عورت کو پناہ مل جائے گی اور وہ شخص کی دست درازی سے بچ جائے گی۔مگر دروازہ بجانے پر کوئی ردعمل نہ ہوا کسی نے دروازہ نہیں کھولا نہ ہی کوئی آواز سنائی دی۔عورت اب سسکیاں لے رہی تھی مسلسل چیخنے سے اس کی آواز بیٹھ گئی تھی وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے ہٹی کہ اچانک گر پڑی اور پھر وہ شخص اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔وہ پوری قوت اور بے رحمی سے کھینچتا ہوا اسے آخری تک لے آیا اور جیسے ہی وہ اندر گئے دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا اور سناٹا چھا گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اسی لمحے کسی نے رابعہ کے دائیں شانے پر ہاتھ رکھا رابعہ نے مڑ کر دیکھا تو اس کے سامنے وہی عورت تھی زخم زخم چہرہ اور آنکھوں کی جگہ غار کے گڑھے تھے رابعہ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی پھر اسے کچھ بھی ہوش نہیں رہا۔

نیند یا غنودگی میں رابعہ کو کئی بار ایسا لگا جیسے لوگ اس کے پاس بول رہے ہو اس کے بارے

تمہا بات کر رہے ہوں وہ ان کی باتیں سن رہی تھی
اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں بستر پر تھی ایک
ہلکا کمبل اس کے سینے پر تھا اس کا جسم یوں سن
اور کمزور ہو رہا تھا جیسے وہ نہ جانے کتنے دنوں بعد
نیند سے اٹھی ہو سب سے پہلے اس کی نظر قالین پر
سر جھکائے ہوئی بیٹھی نور پر پڑی۔ پھر اس نے
ڈرپ سٹینڈ دیکھا جس ڈرپ لگی ہوئی تھی اور اس
سے قطرہ قطرہ ڈرپ نکل کر سوئی جو کے اس کے
بازو میں لگی ہوئی تھی جسم میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ
گھبرا گئی کیا میں بیمار ہوں اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو
اسے باہر تاریکی کی جھلک دکھائی دی اسے تعجب ہوا
کہ ابھی تک رات ہے کیا صبح نہیں ہوئی ہے نور بانو
نے اس کی حرکت دیکھ لی اور لپک کر رابعہ کے پاس
گئی اور کہا۔

شکر ہے بی بی جی آپ کو ہوش آ گیا ہے سب
پریشان ہو گئے تھے۔

مجھے کیا ہوا تھا۔ رابعہ نے پوچھا۔

اٹھیں نہیں لیٹیں رہیں آپ نور نے کہا ایک
منٹ میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں اور ساتھ میں بڑی
خانم کو بھی بتاتی ہوں آپ لیٹی رہیں۔ پانچ منٹ
بعد فوزیہ اندر آئی اس نے جھک کر رابعہ کے ماتھے
پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

شکر ہے بخار اتر گیا۔

مجھے کیا ہوا تھا۔

پتہ نہیں میں رات کو کمرے سے باہر نکلی تو تم
راہداری میں بے ہوش پڑی تھی اور تم کو تیز
بخار تھا۔

آج رات۔

فوزیہ مسکرائی۔ آج انتیس نمبر ہے اور رات
کے دس بجے ہیں تم ستائیس تاریخ کی رات بارہ
بجے مجھے راہداری میں بے ہوش نظر آئی تھیں
اور تمہیں تقریباً دو دن بعد ہوش آیا ہے۔

دو دن بعد۔ رابعہ حیران رہ گئی۔

فوزیہ نے سر ہلایا۔ بخار بہت شدید تھا اور بار
بار چڑھ اتر رہا تھا ڈاکٹر مسلسل دیکھتا رہا اور آج
دوپہر میں بخار اتر گیا کمزوری سے بچانے کے لیے
تمہیں ڈرپ لگائی ہے اور طاقت کی دوائیں دیے
رہے تھے اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔

ہلکی سی کمزوری ہے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

تم اتنی رات گئے کیوں نکلی تھی کہ تمہاری
طبیعت خراب تھی فوزیہ نے تجسس بھرے لہجے
میں کہا۔

مجھے کچھ یاد نہیں ہے رابعہ نے اصل بات
گھول کرتے ہوئے کہا اس دوران نور ڈاکٹر کو لے
آئی اس نے رابعہ کا مکمل معائنہ کیا اور بولا۔

یہ ٹھیک ہیں بس کمزوری ہے ایک یا دو دن
میں ہلکی غذا کھانے سے ٹھیک ہو جائیں گی دس
پندرہ منٹ کے علاوہ بستر سے نہ اٹھیں ڈاکٹر
ہدایات کے ساتھ کچھ گولیاں دے کر رخصت
ہو گیا۔ اس نے ڈرپ نکال دی۔

اب اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو
ریسٹ کی ضرورت ہے ڈاکٹر واپس چلا گیا اب اس
کی ضرورت نہیں ہے نور بانو اس کا سامان لے کر
چلی گئی اکیلا ہوتے ہی فوزیہ نے رابعہ کو کہا۔

کسی کو معلوم نہیں کہ تم راہداری میں بے ہوش
پائی گئی ہو اس لیے کسی کو بتانا بھی مت میں تمہارے
لیے سوپ بھجواتی ہوں۔

رابعہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ میر
اور دادی ماں اور اسد اس کو دیکھنے آئے ہیں یا نہیں
لیکن وہ پوچھ نہ سکی۔ پھر اس کے ذہن میں رات
والے منظر گھومنے لگے وہ سوچ میں گم تھی کہ
دروازے پر دستک ہوئی اس نے اجازت دی تو میر
اندر آیا رابعہ جلدی سے اٹھی اور اس نے دوپٹہ لے
لیا۔

اب طبیعت کیسی ہے۔۔،، عمر اس کے پاس
کر بولا۔
ٹھیک ہوں لیکن آپ کو کیا۔ رابعہ نے شکوہ کیا
ب دیکھنے آئے ہیں،،۔ وہ ہنسا۔
کل سارا دن میں اور اسد تمہارے پاس ہی
رہے ہیں صرف کھانے کے لیے یہاں سے گئے
رات کو بھی نہ چاہتے ہوئے لیکن اسد کی والدہ بیمار
ہوگئیں تھیں اس کو چھوڑنے چلا گیا تھا صبح تقریبا
گیارہ بجے آیا ہوں پھر فارم پر ایک مسئلہ بن گیا تھا
ادھر چلا گیا۔ عمر کو رابعہ کا شکوہ کرنا اچھا لگا۔ اس سے
بھی نمٹ کر ابھی آ رہا ہوں،،۔
رابعہ اسد کی امی کا سن کر پریشان ہوگئی۔
اوہ بیچ میں بتانا بھول گیا کہ اسد کی ٹرننگ ختم
ہوئی ہے وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن مجبوراً اپنی والدہ
کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے چلا گیا،،۔
رابعہ شرمندہ ہوئی۔۔ سوری مجھے پتہ نہیں تھا
کہ آپ آئے ہیں یا نہیں اور اسد کی والدہ کی
طبیعت اب کیسی ہے،،۔
پہلے سے بہتر ہے۔ اور میں ہی نہیں بلکہ
دادی اماں بھی تم کو دیکھنے آئی تھیں بڑی مشکل سے
میں ان کو واپس لے کر گیا تھا۔
رابعہ کا چہرہ چمک اٹھا سچ دادی جان آئی
تھیں..
عمر کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا پھر آہستہ سے
بولا۔ رابعہ تم کو یقین نہ آئے یہاں موجود سب لوگ
تم سے بہت محبت کرتے ہیں،،۔
سب کون لوگ۔۔،، رابعہ نے پوچھا۔
بڑی خانم۔ دادی اماں اور میں بھی۔ آخری
الفاظ عمر نے جھجک کر کہے۔ رابعہ شرما گئی۔ لیکن اس
کی بات کا اصل مفہوم سمجھ نہ پائی۔
اچھا تو آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے تمام
واقعات کے بارے میں بتائیں گے،،۔

ہاں کیا تو تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں
ہے میں آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔،،
نہیں میں ٹھیک ہوں آپ مجھے بتایئے اس
حقیقت سے پردہ اٹھایئے یہ راز کیا ہے میں سب
کچھ جاننا چاہتی ہوں،،۔
اچھا یہ بتاؤ تم باہر کیوں گئی تھی۔ بڑی خانم
فوزیہ بتا رہی تھی کہ تم کو کچھ یاد نہیں ہے،،۔
ہاں ان کو میں نے یہ ہی کہا ہے۔،،
عمر چونکا۔ یعنی اصل بات کچھ اور ہے۔،،
میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ لیکن پہلے
مجھے آپ یہ بتائیں کہ یہ کیا پراسراریت ہے جس
نے ہمارے خاندان کو ختم کر کے رکھ دیا ہے عمر سوچ
میں پڑ گیا جیسے واقعات ذہن میں تازہ
کر رہا ہو۔ پھر اس نے کہا،،۔
واقعات ناقابل یقین ہیں خود مجھے بھی یقین
نہیں آ رہا تھا۔ جب تک میں نے خود ان کا مشاہدہ
نہیں کر لیا۔ اکبر اور عامر اپنے باپ کے دو ہی
وارث تھے اور یہ سارا علاقہ انگریزوں کے دور میں
اسے الاٹ ہوا تھا پھر مرنے سے پہلے اس نے طے
کر دیا تھا کہ پہاڑ کا شمالی حصہ اکبر اور جنوبی حصہ
عامر کو ملے گا اکبر کے تین بیٹے تھے اکبر خود معمولی
پڑھا لکھا تھا لیکن اس کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے
پڑھیں اسے بیٹی کی خواہش تھی لیکن قدرت نے
اس کے مقدر میں صرف بیٹے ہی لکھے تھے اس لیے
جب عامر کے گھر تین اولاد بیٹی کی صورت
میں ہوئی تو اس نے بھائی سے اسے مانگ لیا۔
فوزیہ خالہ سے پانچ سال چھوٹی تھی فوزیہ کی
بڑی بہن شازیہ احمد کی منگ تھی لیکن اکبر کو یہ بیل
منڈھے چڑھتے ہوئے نظر نہ آ رہے تھے کیونکہ احمد
فطرتاً برے کردار کا مالک تھا تنگ نظر لڑاکا اور
خود پسند خودغرض اور نہایت سفاک حد ہوتا تو
بھ بھیوں کو مارتا پیٹتا۔ اور ان کی چیزیں توڑتا باہر

ہو جاتا تو ملازموں کے بچوں پر تشدد کرتا شکایتیں آتیں تو مجبوراً اکبر نے اس کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگا دی۔ گھر میں قید ہو کر احمد نے گھر والوں کا جینا حرام کر دیا بھائی اس سے چھوٹے تھے لیکن اتنے بھی چھوٹے نہ تھے کہ اس کی زیادتیاں خاموشی سے برداشت کر لیتے۔ نتیجے میں جھگڑے شروع ہو گئے اور ایک موقع پر ریاض اور خالد نے مل کر احمد کو مارا تو اکبر کو حالات کی سنگینی کا علم ہوا۔ یہاں خاندان میں بڑوں کا ادب کیا جاتا تھا اکبر اور دادی جان نے اپنی اولاد کو یہی سکھایا تھا لیکن احمد کی وجہ سے اکبر اور دادی کو یہ فیصلے کرنے پر مجبور کر دیا کہ احمد کو گھر سے دور شہر بھیج دیا جائے وہیں رہے وہیں تعلیم حاصل کرے۔ رحم کی کمی نہ تھی اکبر نے شہر میں اس کو ایک گھر لے کر دیا اور ملازم رکھا جو اس کی خدمت کرتے تھے وہ ہر مہینے بڑی رقم احمد کو بھیجتا تھا احمد سے جان چھڑاتے ہوئے اکبر یہ بھول گیا تھا کہ اس نوجوان لڑکے کو اکیلے رہنے کا موقع ملے گا تو وہ مزید بگڑ جائے گا۔

کئی سال بعد اکبر کو پتہ چلا کہ احمد نہ صرف شراب کا عادی ہو گیا ہے بلکہ اس نے خراب عورتوں سے تعلقات بھی استوار کر لیے ہیں اس نے احمد پر سختی کرنا چاہی لیکن بائیس سال کا احمد اس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا اب اکبر کے پاس ایک ہی حل رہ گیا تھا۔ اس نے احمد کا جیب خرچ بند کر دیا لیکن احمد نے جواب جرم کی راہ اختیار کی تو مجبوراً اکبر کو اس کا جیب خرچ بحال کرنا پڑا احمد اس کے لیے ناسور بن گیا تھا جس کا واحد علاج یہ تھا کہ اسے کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا جائے مگر وہ اس کی اولاد تھی اکبر بیٹے کی وجہ سے جلتا کڑھتا رہا اور صرف پچاس برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گیا اس وقت خالد چھوٹا تھا مرنے سے پہلے اکبر نے خود شازیہ سے احمد کی منگنی ختم کر دی اور عامر کو مجبور کیا کہ وہ شازیہ کی شادی کسی اور سے کر دے باپ کے مرتے ہی احمد حویلی واپس آ گیا اور باپ کی دولت اپنے بے جا شوق کی نذر کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جاگیر کو ڈبو دیتا دادی اماں نے بروقت فیصلہ کیا اور انہوں نے خاندان کے بڑوں کو جمع کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جاگیر کی آمدنی کے چار حصے ہوں گے اور وہ اس کے تین بیٹوں اور ایک وہ خود لے گی البتہ جاگیر تقسیم نہیں ہو گی۔

احمد نے اس فیصلہ پر بہت ہنگامہ کیا لیکن جب اسے یہاں سے نکال دینے کی دھمکی دی تو وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ویسے بھی احمد کا دل یہاں نہیں لگتا تھا اس لیے وہ شہر واپس چلا گیا۔ اب وہ صرف اپنا حصہ لینے حویلی آتا تھا دادی اماں کی دانشمندی نے جاگیر اور زمین کو ایک ڈاکو کی دست برد سے بچا لیا تھا احمد کے علاوہ تمام بھائی پڑھے لکھے تھے اور سلجھے تھے دونوں بھائی نے زمین کو اچھی طرح سنبھال لیا لیکن خالد کو زمین کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس نے اماں سے کہا۔

میں پڑھنا چاہتا ہوں دادی اماں نے اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے پڑھنے کے لیے شہر بھیج دیا اس نے ایف ایس سی کا انتخاب کیا وہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لینا چاہتا تھا کالج میں پہلے سال کے امتحان سے پہلے خالد گھر آیا کیونکہ اس کے بعد اسے سال بھر گھر آنے کا موقع نہیں ملتا اس کا کالج گرمیوں میں تین مہینے کے لیے بند ہوتا تھا اور وہ دسمبر میں واپس چلا جاتا گھر پر ایک حیرت انگیز خبر اس کی منتظر تھی احمد نے شادی کر لی تھی وہ کچھ دن پہلے حویلی آیا تھا اس کے ساتھ ایک جوان اور خوبصورت عورت تھی رخسانہ سے شادی احمد نے چند مہینے پہلے کی تھی شامیر اور احمد کے درمیان کاروباری تعلق تھا اور رخسانہ شامیر کی بیٹی تھی شامیر جرائم پیشہ شخص تھا شریف تو خود احمد بھی

نیلیں تھا اور وہ جس کاروبار میں شریک تھا وہ بھی اپنا ہی تھا۔ احمد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس نے زبردستی رخسانہ اور احمد کا نکاح کروا دیا۔ رخسانہ سے نکاح کرکے وہ اسے کچھ عرصہ بعد حویلی لے آیا تھا دادی اماں اس شادی پر راضی نہیں تھیں اس لیے انہوں نے اور باقی سب نے احمد اور رخسانہ کا بائیکاٹ کر دیا سجاد کے دوسرے بھائی ریاض کی شادی ہو گئی تھی خالد اس وقت اٹھارہ سال کا تھا دادی اماں کی خواہش تھی کہ اس کی شادی کر دی جائے لیکن خالد نے فی الحال شادی کرنے سے انکار کر دیا وہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتا تھا اس نے آتے ہی محسوس کر لیا تھا کہ رخسانہ ایک مظلوم عورت ہے احمد اس پر تشدد کرتا ہے اور ویسے بھی اسے ٹھیک سے نہیں رکھتا تھا ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس کی بیوی نہیں اس کی زر خرید غلام ہو جس کے ساتھ وہ جیسا سلوک چاہے کرے اوپر سے سب نے رخسانہ کو نظر انداز کر رکھا تھا خالد نے دادی اماں سے کہا۔

اس معاملے میں رخسانہ کا کوئی قصور نہیں ہے۔

تم اس معاملے میں دخل نہ دو دادی اماں نے سختی سے کہا اس کا یہ قصور کم ہے کہ وہ میری مرضی کے بغیر اس حویلی میں آئی ہے۔

اسے تو شاید پتہ بھی نہ ہو کہ احمد بھائی کون ہے اور اس کو کہاں لے جائیں گے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس شادی میں اس سے پوچھا بھی نہیں گیا ہے اس لیے اس کے ساتھ یہ درست رویہ نہیں ہے۔

آپ اس کی اتنی حمایت کیوں کر رہے ہیں فوزیہ نے کہا۔

ان دنوں دادی اماں کی طبیعت خراب تھی اور وہ انہیں دیکھنے آئی تھی تیز اسان کی فوزیہ کے لہجے میں حسد تھا اس لیے کہ وہ سچ مچ ایک مظلوم عورت ہے خالد نے سنجیدگی سے کہا اور مظلوم کے ساتھ زیادتی کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں ہے۔

بڑی باتیں آ گئی ہیں تم کو اب تم بتاؤ گے کہ غلط کیا ہے اور کیا ٹھیک ہے۔

میری ایسی مجال کہاں امی جان لیکن امی جان میں نے جو بات محسوس کی ہے وہ کہہ دی ہے اتنا حق تو بنتا ہے اب آگے آپ کی مرضی ہے۔

تب تم اس معاملے میں مت بولو دادی اماں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور وہ عورت اسی قابل ہے اس نے احمد کو اپنے چنگل میں پھنسایا ہے۔

خالد کو افسوس ہوا امی جان اپنے بیٹے کی فطرت کو اچھی طرح جانتی ہے اس کی زندگی میں کسی دوسرے کے لیے جگہ نہیں ہے وہ صرف اپنے لیے جیتا ہے ان کے نزدیک ہر چیز اور ہر انسان استعمال کی چیز ہے رخسانہ خاصی خوبصورت عورت تھی شاید اسی لیے فوزیہ نے اس کا غلط مطلب لیا تھا حالانکہ خالد کے نزدیک وہ اس کی بڑی بھابھی تھی اور وہ اس کو احترام کے لائق سمجھتا تھا مگر حویلی والے اس کو وہ مقام دینے کے لیے تیار نہ تھے مگر وہ اپنے اطمینان سے احمد شیر ہوگا رخسانہ اس کے نزدیک اس شخص کی بیٹی تھی جس نے زبردستی رخسانہ کو اس کے پلو سے باندھ دیا ہے اور اس کو غرض طرح کی اذیت دیتا وہ بے چاری سہا کرتا تھی۔

صاحب جی اس میں میرا کیا قصور ہے۔

تیرا قصور یہ ہے کہ تو اس شخص کی بیٹی ہے۔

حالانکہ شامیر نے بے غیرتی سے اپنی بیٹی احمد جیسے درندے کے حوالے کر دی تھی رخسانہ اس سارے معاملے میں مظلوم ترین تھی جیسے اپنے باپ کے عیش وعشرت کی بھینٹ چڑھنا پڑا دادی اماں کا

رویہ خالد نے دیکھ لیا تھا اس کے دوسرے بھائی رخسانہ سے ہمدردی رکھتے تھے تب بھی دادی اپنی بیویوں اور احمد کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔اوپر والے فلور میں کونے والا کمرہ احمد کا تھا۔تین بھائی اور دادی جان اسی فلور میں رہتے تھے سب کو معلوم تھا کہ احمد شراب پیتا ہے دادی اماں نے اس پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں پیئے گا اور نشے کی حالت میں کمرے سے باہر نہیں نکلے گا اس لیے احمد سر شام ہی کمرے میں قید ہو جاتا جب زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا تو وہ کسی بہانے سے رخسانہ پر ظلم کرتا مار پیٹ اور گالیوں دھمکیوں کی آوازیں باہر راہداری تک سنائی دیتی تھیں احمد کا مالی مشکلات کا شکار تھا شہر والا مکان گنوا چکا تھا اسی مکان کو فروخت کر کے اس نے شاہمیر کے ساتھ کاروبار میں پیسے لگائے تھے۔جاگیر سے وصول ہونے والا حصہ وہ زیادہ دیر چلا نہ سکتا تھا اسے ہمیشہ اضافی رقم کی ضرورت ہوتی تھی اس وقت بھی وہ خالی تھا اس لیے حسب معمول زیادہ پینے لگا اور اس کا خبیث باطن بھی زیادہ ابھر کر سامنے آگیا تھا رخسانہ پر اس کی سختیاں بڑھتی جارہی تھی رخسانہ کو بلا ضرورت کمرے سے باہر آنے کی اجازت نہ تھی وہ بے چاری ہمہ وقت ایک قید میں رہتی تھی کمرے میں اس کا شوہر ہوتا تھا اور وہی اس کے باعث آزار ہوتا وہ اس بے چاری کے ساتھ بہت ظلم کرتا وہ بھی برداشت کرتی رہتی۔

شاید یہ ان کا آخری ستم ہو زندگی
یہ سوچ کر ہم ہر ستم سہہ گئے

وہ اپنے ہاتھ سے اس کے جسم پر زخم لگاتا تھا تو اپنی زبان سے اس کی روح پر زخم لگاتا تھا تب کے اینڈ والے دنوں میں احمد حد سے زیادہ پینے لگا تھا وہ صبح شام نشے میں رہنے لگا۔

تیری شراب کا نشہ صرف ایک رات تک ہے ساقی
تو بھی ہوش میں آجائے اگر دیکھ لے حقیقت کو

اور اسی عالم میں سو جاتا۔رخسانہ کی شامت بھی زیادہ آنے لگی تھی مار پیٹ اور گالیوں کی آوازیں پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی تھیں۔

ایک شام احمد رخسانہ تشدد کا نشانہ بنا دیا تھا اتفاق سے خالد اپنے کمرے میں موجود تھا خالد کا کمرہ وہی تھا جو رابعہ کا ملا تھا رخسانہ رو رہی تھی اور دبی آواز میں فریادیں کر رہی تھی کہ احمد اسے کس بات کی سزا دے رہا ہے خالد ستار با پھر اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ کمرے سے نکلا اور اس نے احمد کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آنے والی آوازیں رک گئیں پھر احمد باہر آیا اس نے کھردرے لہجے میں خالد سے کہا۔

"کیا بات ہے۔"

"احمد بھائی یہ اچھی بات نہیں ہے آپ اس بے گناہ عورت کے ساتھ برا سلوک کر رہے ہیں۔"

احمد نشے اور غصے میں تھا۔"وہ میری بیوی ہے اور میں اس کے ساتھ جو چاہے کروں تم کون ہوتے ہو اس معاملے میں بولنے والے۔"

خالد کو بھی غصہ آگیا۔"میں آپ کا بھائی ہوں اور رشتے سے وہ میری بھابھی لگتی ہے آپ کی وجہ سے حویلی کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔"

احمد جیسے پاگل ہو گیا اس نے پہلے خالد کا گریبان پکڑ لیا لیکن دوسرے بھائیوں نے آکر اسے چھڑایا تو وہ گن لینے کے لیے کمرے میں گھس گیا اس نے الماری سے گن نکالی لیکن اس موقع پر رخسانہ نے شوہر کو روک دیا وہ اس سے چمٹ گئی اور اسے باہر آنے سے روک دیا اس دوران میں بھائی خالد کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ چیخ چیخ کر احمد کو

برا بھلا کہہ رہا تھا کچھ دیر بعد اس کی بڑی سختی سے دادی اماں کے سامنے پیشی ہوئی وہ کڑے تیوروں کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

تمہیں کیا ضرورت تھی احمد سے الجھنے کی۔

وہ ابھی تک غصہ میں تھا۔امی جان میں مزید برداشت نہیں کر سکتا اس طرح تو کوئی جانور کے ساتھ بھی نہیں کرتا مجھے حیرت ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے ایک عورت کیساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے اور آپ سب خاموش ہیں۔

خالد۔دادی اماں نے گرج کر کہا تجھے کہا تھا اپنے کام سے کام رکھو اور احمد کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرے۔

بہتر ہے۔خالد نے تلخی سے کہا اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔

خالد اسی وقت وہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا تھا لیکن پھر بھائی اور بھابھی نے اسے زبردستی روک لیا۔خالد ان کے سامنے مجبور ہو گیا لیکن اب وہ زیادہ وقت حویلی سے باہر گزارتا تھا اور شام کو اپنے کمرے میں سونے کی بجائے مہمان خانے میں رک جاتا تھا یکم اکتوبر کے دن صبح سے موسم بارش والا تھا اور شام ہوتے ہی گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہوئی خالد کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے مہمان خانے میں رکنے کی بجائے دادی اماں کے حکم پر اپنے کمرے میں آ گیا حالانکہ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا اسے بخار تھا اور سر میں درد تھا اس نے رات برائے نام کھایا اور دوا کھا سو گیا کہ پتہ نہ چلا کب رات کسی وقت اسکے ذہن میں غنودگی سی طاری تھی وہ جاگ رہا تھا لیکن اس کا ذہن ارد گرد کے ماحول کو سمجھ نہیں پا رہا تھا اچانک اسے رخسانہ کے چلانے کی آواز آنے لگی۔

اور ساتھ ہی احمد کے دھاڑنے کی بھی۔

اس وقت دن بجے کا وقت تھا یکدم ہی دروازے پر دستک ہوئی رابعہ جو بڑے انہماک سے اپنے خاندان کی گزری ہوئی زندگی کے واقعات سن رہی تھی یکدم چونکی۔

کون ہے آ جاؤ۔رابعہ نے کہا۔

دروازہ کھلا تو فوزیہ تھی فوزیہ کو دیکھ کر عمر کھڑا ہو گیا میں نے تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی ہوئی دیکھی تو میں آ گئی اور عمر تم ابھی سونے نہیں گئے۔

بس بڑی خانم رابعہ کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا رابعہ باقی کی بات صبح کریں گے پہلے اس نے فوزیہ سے پھر رابعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔اور کمرے سے چلا گیا۔

رابعہ بہت رات ہو گئی تم بھی سو جاؤ۔

فوزیہ نے جاتے ہوئے کہا۔فوزیہ چلی گئی۔لیکن رابعہ کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا اسے فوزیہ کے آنے پر بہت غصہ آیا لیکن وہ کیا کر سکتی تھی رات کے تین بج رہے تھے رابعہ نے لائٹ بند کی اور سو گئی۔اسے صبح نور نے اٹھایا۔

بی بی آپ نے کچھ نہیں کھایا اور دوا بھی لینی ہے۔

رابعہ کا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اس نے معمولی سا ناشتہ کیا اور دوا لے کر لیٹ گئی اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے موبائل نکالا۔اس نے چیک کیا اسد کی پچاس مس کال تھیں اور پانچ میسج اس نے میسج پڑھے اسے اسد پر غصہ آنے لگا اس نے اسد کو میسج کیا کہ اس کی طبیعت اتنی خراب تھی اور وہ گھر چلا گیا۔اس نے میسج سینڈ کر دیا ادھر اسے کال آ گئی لیکن رابعہ نے او کے نہ کی پھر تھوڑی دیر بعد اسد کا میسج آیا کہ اس کی مجبوری تھی اس لیے اس کو واپس آنا پڑا رابعہ نے جواب میں لکھا مجھے نہیں پتہ۔

جان پلیز۔اسد نے جواب دیا۔

مجھے نہیں پتہ میں تم سے ناراض ہوں۔
جواب میں اسد نے ایک غزل بھیجی۔

تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ ایسا کبھی نہ ہو
میں ایک ایک لفظ کو ترسوں ایسا کبھی نہ ہو
میں پوچھ پوچھ ہاروں پھر سوال کر کے
تم کچھ بھی جواب نہ دو ایسا کبھی نہ ہو
میرے ساتھ ہی مجھ سے ہی مل کر رونا
مجھ سے بچھڑ کر جی لو ایسا کبھی نہ ہو
مجھ میں جنونی ہوں کچھ میری محبت بھی
نہ محبت تھم جائے ایسا کبھی نہ ہو
تم چاند بن کر رہنا میں دیکھتا رہوں گا
کسی رات تم نہ نکلو جان جی ایسا کبھی نہ ہو

رابعہ نے غزل پڑھی تو ہنس پڑی اس نے اسد کو کال کی۔
کیسی ہو۔اس نے کال پک کرتے ہوئے کہا
تمہیں کیا تم بزی رہو اور تم واپس چلے گئے رابعہ نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
جان میں نے تم کو بتایا تھا میری امی کی طبیعت خراب تھی مجھے جانا پڑا۔
او سوری میں تو بھول ہی گئی تھی۔اب کیسی طبیعت ہے ان کی۔
اب بہتر ہے تم سناؤ کیسی ہو تمہاری طبیعت ٹھیک ہوئی یا نہیں۔
پہلے سے بہتر ہے رابعہ نے مختصر سا جواب دیا۔
اچھا تم کو ہوا کیا تھا۔اسد نے پوچھا۔
یار تم یہاں آ جاؤ سب کچھ بتا دوں گی۔رابعہ نے کہا۔
میرا آنا تھوڑا مشکل ہے شاید پرسوں آؤں امی کی وجہ سے۔
اوکے میں تمہارا ویٹ کروں گی پھر وہ کافی دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر رابعہ نے اس کو جلدی آنے کا کہہ کر کال بند کر دی۔رابعہ دوپہر تک بیڈ پر بیٹھی رہی پھر دروازہ کھلا اور عمر اندر آیا۔
عمر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔
میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔عمر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
نہیں نہیں۔میں تو بس آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ کب آئیں گے۔رابعہ نے کہا۔
کاش یہ انتظار تم ہر روز کرو۔عمر نے اپنے دل میں کہا۔
اب باقی کے واقعات سنائیں۔رابعہ نے تیز لہجے میں کہا۔
جی اسی لیے حاضر ہوا ہوں عمر نے کہا۔
سنو۔اچانک خالد کو رخسانہ کے چلانے کی آواز آئی اور احمد کے دھاڑنے کی آواز آئی اس وقت دن ڈھل رہے تھے۔احمد حد سے زیادہ تشدد پر اتر آیا تھا رخسانہ کی چیخوں میں کرب اور اذیت نمایاں تھی خالد نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن مارے نقاہت نے اس سے اٹھنے کی ہمت نہ رہی آوازوں سے لگ رہا تھا رخسانہ کمرے میں سے نکل آئی ہے اور احمد کے تشدد سے بچنے کے لیے فریاد کر رہی ہے وہ دروازے پیٹ رہی تھی لیکن کوئی اس کی فریاد نہیں سن رہا تھا سب گونگے بہرے بن کر بیٹھے تھے رخسانہ باری باری سب کے دروازے پر جا رہی تھی پناہ کے لیے التجا کر رہی تھی مگر اس کی التجائیں سب رائیگاں جا رہی تھیں۔
خالد بے بسی کے عالم میں بستر پر پڑا تھا اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی کیونکہ رخسانہ اب اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی احمد اس کے پیچھے پیچھے تھا وہ اسے مسلسل تشدد کا نشانہ بنا رہا تھا اور گالیاں دے رہا تھا اس کے منہ سے نکلنے والی گالیاں درندے کی غراہٹوں سے مشابہ تھیں۔خالد نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن خالد قالین پر گرا تو

بار دنہیں اٹھ سکا پھر رخسانہ آگے چلی گئی لیکن سے تب بھی پناہ نہ مل سکی احمد اسے بالوں سے پکڑ کر کمرے میں لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھوڑی دیر بعد رخسانہ کی چیخوں کی آواز آنا بند ہو گئی۔ اچانک خاموشی ہوئی تو سب ایک عجیب جرم کے احساس سے باہر نکلے سب نے محسوس کیا تھا کہ کوئی خوفناک بات ہوگئی ہے دادی اماں بھی کمرے سے نکل آئی تھیں وہ سب احمد کے کمرے کے سامنے جمع تھے پھر ریاض نے ہمت کر کے دستک دی اندر سے احمد بولا۔

کیا بات ہے۔

احمد دروازہ کھولو تم نے رخسانہ کے ساتھ کیا کیا۔

احمد نے عجیب سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ میں نے اسے مار دیا ہے لیکن یہ کیا یہ تو زندہ ہے میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے اور مجھے مار دے گی۔ بچاؤ بچاؤ احمد نے اندر سے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہوئے کہا حالانکہ کمرہ اندر سے بند تھا۔

پلیز امی جان دروازہ کھولو بھائی دروازہ کھولو یہ مجھے مار دے گی بچاؤ یکدم اندر سے آواز آنا بند ہو گئی دادی اماں بے چین ہو گئیں۔

عامر دروازہ توڑ دو۔

لیکن لکڑی کا دروازہ بہت مضبوط تھا نہیں ٹوٹا نوکر آئے کوشش کی اور لاک والی جگہ نکال دی اور دروازہ کھولتے ہی اندر کا منظر دیکھ کر ڈر گئے منظر تھا ہی اتنا خوفناک۔ ایک طرف رخسانہ کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی احمد اس پر لوہے کے ایک راڈ سے تشدد کرتا رہا تھا۔ اسی راڈ سے آخری وار کر کے اس نے رخسانہ کی گردن توڑ دی تھی اور ایک طرف احمد کی لاش پڑی تھی بہت ہی بری حالت میں خوف سے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں دادی اماں تو یہ منظر دیکھ کر غش کھا کر گر گئیں باقی سب کا برا حال تھا

خالد ویسے ہی کمرے میں بے سدھ پڑا تھا اسے خبر ہی نہ تھی کہ اس کے گھر میں کتنا بڑا سانحہ ہو گیا ہے اور اگلا دن یہاں کتنی تاریکی پھیلانے والا ہے۔

خالد نے بھائی اور بھابھی کی تدفین میں شرکت کی اور اگلے دن شہر چلا گیا۔ وہ اس سانحے پر دل برداشتہ اور اپنے گھر والوں سے ناراض تھا وقت گزرتا چلا گیا پانچ سال میں ریاض کے گھر میں چار بچوں نے جنم لیا سب سے چھوٹا عمر و تھا اس سے بڑا عمران اس سے بڑی زینت اس سے بڑا مہتاب تھا پانچ سال بعد خالد انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کر کے واپس حویلی آیا تو حویلی میں خوب جشن منایا گیا دادی اماں بھی خوش تھیں ان کی خواہش تھی کہ خالد بھی اب شادی کر لے۔ فوزیہ بڑی خالہ کی بیٹی تھی خالد سے پانچ سال چھوٹی تھی دادی اماں نے فیصلہ کیا کہ خالد اور فوزیہ کی شادی اتوار کو کی جائے خالد کو کوئی اعتراض نہیں تھا فوزیہ اسے پسند نہیں تھی لیکن ناپسند بھی نہیں خالد کے نزدیک اس کے بڑوں کی پسند تھی اس لیے اس کی پسند بھی تھی کسی کو خیال نہیں آیا کہ اس بار بھی اتوار منگل کے دن آ رہی تھی اس تاریخ سے دو دن پہلے خالد اپنے کمرے میں تھا کہ اسے عورتوں کے چیخنے کی آواز سنائی دی شام کا وقت تھا وہ باہر نکلا تو احمد کے کمرے سے ملازمائیں بدحواسی میں نکل رہی تھیں اس نے ایک ملازمہ کو روکا اور اس سے کہا۔

کیا ہوا کیوں چلا رہی ہو۔

چھوٹے صاحب جی وہاں ایک عورت ہے ملازمہ نے جواب دیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی اس کے ساتھ دوسری ملازمائیں کسی قدر بہتر حالت میں تھیں انہوں نے بتایا کہ وہ اس کمرے کی صفائی کر رہی تھی کہ انہوں نے ایک سفید کپڑے پہنے ایک عورت کو دیکھا وہ اچانک ہی وہاں آ گئی تھی اس کا چہرہ اور سر بری طرح زخمی تھا اس کی آنکھوں کی

جگہ تاریک گڑھے تھے خالد اور دوسرے لوگ اس عورت کا حلیہ سن کر چونکے اس دوران کمرے میں آس پاس مکمل دیکھ لیا گیا وہاں کوئی عورت نہ تھی یہ ساری ملازمائیں نئی تھیں اور انہیں احمد کے واقعے کا معلوم نہیں تھا۔ انہوں نے رخسانہ کو بھی نہیں دیکھا تھا لیکن انہوں نے جو حلیہ بتایا وہ رخسانہ کا ہی تھا کچھ دیر میں سب دادی اماں کے کمرے میں جمع ہو گئے سب سے پہلے ریاض کی بیوی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

یہ وہی ہے امی جان انتقام لینے آئی ہے۔

چھ سال بعد اسے انتقام کا خیال آیا ہے۔دادی اماں نے ناگواری سے کہا۔

آپ بھول رہی ہیں۔خالد بولا۔اس بار یکم اکتوبر منگل کے دن آئی ہے۔

وہ سب خاموش اور خوفزدہ ہو گئے ملازماؤں کو جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ کسی نے نہیں بلکہ تینوں نے اس عورت کو دیکھا تھا یکم اکتوبر کی شام کو موسم بے حد خراب ہو گیا اور رہ رہ کر گرج چمک کے ساتھ بارش کا سلسلہ جاری تھا سردی بھی غیر متوقع طور پر بڑھ گئی تھی۔اسی لیے سب اپنے کمرے میں تھے خالد جاگ رہا تھا اور مطالعہ کر رہا تھا جیسے ہی دس بجے اسے چیخ کی آواز سنائی دی اور مسلسل ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کسی عورت پر تشدد کیا جا رہا ہو۔خالد کے ذہن میں پانچ سال پہلے والا واقعہ گھوم گیا یہ بالکل ویسی ہی آوازیں تھیں۔وہ باہر نکلا تو سب ہی خوف زدہ ہو کر اپنے کمروں میں سے نکل آئے تھے آوازیں واضح طور پر احمد کے کمرے سے آ رہی تھیں جو خالی تھا۔دادی اماں نے اضطراب سے کہا۔

اندر چلو کوئی کمرے سے باہر نہ نکلے۔

لیکن۔خالد نے کہنا چاہا۔

سنا نہیں۔دادی اماں نے چلا کر کہا۔تو سب ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے عورت اسی طرح تڑپ رہی تھی اور فریاد کر رہی تھی لیکن کسی کی جرات نہ ہو رہی تھی کہ وہ دروازہ کھولتا سب دم سادھے بیٹھے رہے اور آوازیں سنتے رہے ان کے کمرے کے دروازے بج رہے تھے پھر آوازیں واپس احمد کے کمرے کی طرف چلی گئیں اور دروازہ ایک دھماکے سے بند اور خاموشی چھا گئی۔

بہت دیر بعد خاموشی سے ایک عورت کی چیخ سنائی دی اس بار خالد تڑپ کر باہر نکلا چیخ ریاض کے کمرے سے آئی تھی دوسرے لوگ بھی اس وقت کمروں سے نکل آئے خالد نے دروازے کو کھولا دروازہ کھلا تھا تب اس نے دیکھا کہ ریاض اور اسکی بیوی اپنے بڑے بچے مہتاب سامنے رکھ کر رو رہے تھے مہتاب کی حالت بہت بری تھی اس کی آنکھوں کی جگہ گڑھے تھے اور چہرہ زخمی تھا اسی لیے خالد نے کچھ دور ایک عورت کو سفید لباس میں دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا وہ دروازے کی بجائے دیوار سے گزر گئی حویلی میں ایک بار پھر صف ماتم بچھ گئی ریاض اور اس کی بیوی کو معلوم نہ تھا کہ مہتاب کے ساتھ یہ کس طرح ہوا ہے وہ جھولے میں پڑا تھا اس کی ہی چیخنے کی آواز آئی تھی۔

مہتاب کے سوئم کے بعد اس نے دادی اماں کو آگاہ کیا امی جان مجھے لگ رہا ہے کہ ہم نے ظلم کا جو بیج بویا تھا وہ پھوٹ نکلا ہے اور اب ہمیں اس کی فصل کاٹنی پڑے گی۔

کیا مطلب۔دادی اماں نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔کیسا ظلم۔

جو ایک مظلوم عورت کے ساتھ اس حویلی میں روا رکھا گیا وہ کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتی تھی خالد تلخی سے بولا۔اس کی آہ ہے جو اس حویلی کے لوگوں کو لگی ہے۔

خالد تم بہت زیادہ بول رہے ہو۔

ہم بالکل خیریت سے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی خیریت سے ہوں گے۔ شکر ہے کہ خدا کا جو ایگزام سے جان چھوٹی ورنہ ایگزام نے تو ہمارا خون ہی چوس رکھا تھا کم بخت ہمیں اپنے پیارے رسالے خوفناک کو بھی نہیں پڑھنے دیتا تھا۔ پھر ظلم کی انتہا کہ سٹوری بھی ہمارے پیارے بھیا ندیم عباس میوانی بوریوالہ کو آئی خونی صحرا آپی راشدہ کے پیپر ختم ہو گئے تھے وہ مزے لے لے کر پڑھتی رہتی تھی اور میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی تھی ایگزام کی وجہ سے مجھے ڈائجسٹ کو ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا تھا۔ ایگزام ختم ہوتے ہی خونی صحرا سٹوری پڑھی واہ بھئی واہ مزہ آ گیا کمال کی سٹوری تھی بہت پسند آئی آپ کی آپی انعم شہزادی صاحبہ سلام مجھے بھول تو نہیں گئے ہو میں وہی اقرا جس نے آپی مصباح کے ذریعے آپ سے بات کی تھی آپ نے دعا دی تھی کہ اللہ تمہارے ایگزام آسان کرے گا واقعی میں بہت اچھے پیپر ہوئے تھینک یو سو ویری مچ آپی آپ کے بات کرنے کا انداز مجھے پیارا لگا آپ اپنے آپی مصباح کریم میوانی کہاں غائب پتہ بھی بھائی ندیم نے کیا کہا آپ کی چھوٹی بتاتی ہوں امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد اور بھینس بھی بولا اب جلدی جلدی آ جاؤ بھائی سے بدلہ لینے ہیں لگتا ہے آپ واقعی خوبصورت چڑیل کے چکر میں ہو کیونکہ آپی کشور کرن کی چڑیل ماسی نے آپی کو بتایا ہو گا ہاہاہا۔ آپی کشور کرن کیسی ہیں اور ہمیں پتہ ہے آپ کو خوفناک کہانیاں لکھنی نہیں آتی اور نہ ہی ہمارے شاہین گروپ سے جیت سکتی ہیں دم ہے تو میدان میں آ کر دکھائیں۔ آپی ایمان فاطمہ منڈی بہاؤالدین موسٹ ویلکم بہت بہت دلچسپ تھا زندہ دل لگتی ہو بابا ریاض احمد جی کیا حال ہے۔ قارئین پر کیوں غصہ نکال رہے ہیں جو ہر شمارہ پہلے ہمیں ٹائم پر ملتا تھا اب وہ پندرہ دن لیٹ ملتا ہے۔ ہمارا نہ کیا ہے نے دھرنا دے کر بیٹھ جائیں گے اور آپی کشور کرن آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ مس آپی سلمیٰ کریم میوانی مچھروں والے موسم میں آپ کا کیا حال ہے کب تک خاموش قاریہ رہو گی۔ میدان میں آ جاؤ۔ بھائی نادر شاہ آپ کی سٹوری کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

اقرا اینڈ راشدہ۔ بوریوالہ۔

قارئین کرام اسلام علیکم۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ قارئین ایک بار پھر اس محفل کو پررونق بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور یہ میرے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے ایسا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں سب کو ویلکم کہتا ہوں اور آپ لوگوں کو دھرنا دینے کی ضرورت نہیں ہے میں سب ٹھیک کر دیتا ہوں اور آپ کی ایک ایک کا نوٹ کرتا ہوں اور کوشش کرتا جا رہا ہوں کہ کسی کو بھی ہم سے کوئی بھی شکایت نہ رہے سب شکایت ہی ختم ہو جائیں۔ چھ رائٹر حضرات لکھتے تو ہیں لیکن ان سے [illegible] میں [illegible] شکایت [illegible] چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھ کر بھیجتے ہیں ان سے نہ صرف خوفناک [illegible] میعار پر فرق پڑتا ہے بلکہ ان کی ساکھ بھی خراب ہوتی ہے۔ ان رائٹرز کو چاہیے [illegible] ایسے موضوع پر لکھیں جو آج تک خوفناک میں شائع نہ ہوا ہو۔ امید ہے [illegible] گا اور آپ سب وہی کچھ کریں گے جو میں نے کہہ دیا ہے۔ (مینجر خوفناک [illegible])

جی یہ مجبوری ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے میں یہاں نہیں رہوں گا اس طرح آپ کو میری باتیں سننا نہیں پڑیں گی۔

اس نے انگلینڈ جانے کا ارادہ کرلیا تھا اسے بہت باتیں سننے کو ملی لیکن اس نے پکا ارادہ کرلیا تھا اس نے فوزیہ والی بات بھی ملتوی کردی اور جانے سے پہلے بڑی خانم فوزیہ سے کہا۔

میں تم سے شادی نہیں کرسکتا اور اماں جان کو بھی بتا دیا اس کے جانے کے بعد حویلی کا ماحول مزید خاموش ہوگیا اور گھٹا ہوا ہوگیا خالد جا کر واپس نہیں آیا۔

چھ سال بعد پھر ایکم اکتوبر منگل کے دن کو آیا دس بجتے ہی وہی دردناک آوازیں آنا شروع ہوگئیں کمرے سے شروع ہوکر راہداری میں گونجتی رہیں لیکن اس بار ایک اور آواز بھی شامل تھی وہ مہتاب کی تھی کی اس دادی جان کے کمرے کے آگے سے آواز آئی تھی آپ کے گناہوں کی سزا ملی ہے پھر اس کے رونے کی آواز آئی پھر احمد کے کمرے میں پہنچ کر بند ہوگئیں اس کے بعد سب باہر نکلے اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ سب زندہ سلامت تھے مگر خدشات ابھی باقی تھے ریاض کی بیٹی زینت کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے اسے دوا کھلا کر سلا دیا گیا تھا آدھی رات کے وقت پھر چیخنے کی اور رونے کی آواز ریاض کے دروازے کے سامنے سے آرہی تھی پھر ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی ابو میری امی اور میری بہن کو بچائیں وہ مار دے گی۔ ابو بچائیے یہ آواز آفتاب کی تھی پھر یکدم خاموشی چھا گئی ریاض جو کہ سو رہا تھا آواز سن کر اٹھ گیا لیکن جب اس نے اپنی بیوی اور بچی کو دیکھا تو بے اختیار اس کی چیخ نکل گئی بیوی اور اس کی بچی لاش پڑی تھی ان کی آنکھیں نہیں تھیں گڑھے اور چہرہ زخمی ریاض کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا دادی اماں کا غم سے برا حال تھا انہوں نے خالد کو مطلع کرنے سے منع کیا ریاض نے دادی اماں یعنی اپنی امی سے کہا قصور وار تو ہم ہیں سزا ان معصوم بچوں کو کیوں مل رہی ہے ہم نے خود ظلم کیا اب ہمیں سزا بھگتنی پڑے گی۔ دادی اماں خاموش رہیں حالانکہ یہ بات کہنے پر وہ خالہ سے ناراض ہوگئی تھیں۔

عمران ریاض کا بیٹا اس کو زمین پر کام کرنے کا شوق تھا اس لیے وہ زمین کا کام سنبھالنے لگ پڑا عمر کو پڑھنے کے لیے شہر بھیج دیا اگلی یکم اکتوبر منگل پورے آٹھ سال بعد آئی پھر وہ آوازیں آنا شروع ہوگئیں اس بار شکار عمران تھا اس کی حالت بھی اپنے ماں اور بہن جیسی تھی عمر نے اپنی تعلیم مکمل کر کے زرعی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا عمر کی عمر اس وقت بائیس سال تھی اور وہ گھر آیا ہوا تھا اور اس بار بھی اس سال یکم اکتوبر منگل کے دن کو آرہا تھا۔ یکم اکتوبر کا دن آیا عمر نے دیکھا اس کا باپ بہت خوفزدہ ہے اس نے عمر سے کہا۔

لگ رہا ہے اس بار میری باری ہے۔

آپ وہم نہ کریں۔

میرے بچے یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔

شام کو ریاض کا خوف بڑھ گیا کیونکہ اس نے مہینے کے دوران اسی عورت کو دیکھا تھا جیسے رخسانہ کی روح سمجھ رہا تھا کسی اور نے اسے نہیں دیکھا تھا ریاض نے عمر کو سارا پرانا قصہ سنا دیا جو اب تک ہوا تھا عمر کے لیے یہ سب ایک انکشاف تھا پھر جب دس بجے اس نے وہ آوازیں سنیں تو اسے بھی یقین آگیا۔ خود اس کے کمرے کا بھی دروازہ بھی بجایا گیا تھا عورت کی دردناک چیخیں سنائی دیں اور اس پر تشدد کرنے والے مرد کی بھی غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں پھر آوازیں تھم گئیں کچھ دیر بعد ریاض کی گھٹی گھٹی چیخ سنائی دی۔

لکھتے وقت کیا فیل کرتے ہیں خاص طور پر خوفناک کے رائٹر مجھے امید ہے کہ میری یہ خواہش پوری کی جائے گی اس لیے کہ میرے ساتھ کہانی لکھتے وقت واقعہ ہو گزرا ہے اسٹاف اینڈ قارئین ہوائیوں کہ برون جنگل کارازکی سٹوری جب میں لکھ رہا تھا وہ لمحہ رات بارہ بجے کا تھا اس ٹائم گھر کے تمام لوگ سو چکے ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے بجلی گئی ہوئی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے میں خود براؤن جنگل میں کھو گیا ہوں کہانی میں اتنا کھو یا کہ یکا یک انجانے میں میرا ہاتھ ایمرجنسی لائٹ پر پڑا جو کہ میرے سامنے ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی لائٹ گر کر بند ہوئی اندھیرا ہوتے ہی مجھے ہر طرف برون چڑیل کا وجود نظر آنے لگا وہم ہو گیا ہوگا کہ مجھے ساختہ میرے منہ سے چڑیل چڑیل چڑیل کے نعرے لگ رہے تھے شور کی وجہ سے سوئے ہوئے تمام افراد جاگ پڑے اور اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئے مگر تب تک میں اپنی ہونے والی بے عزتی سے بچنے کے لیے لمبی تان کر سو چکا تھا۔ ہاہاہا۔۔ وہ رات تو میں کبھی نہ بھول پاؤں گا اوں لگتا ہے سب بور ہونے لگے ہیں اور آخر میں یہی کہوں گا خوفناک کا شمارہ بہت اچھا ہے تمام رسالوں میں میرا سب سے فیورٹ ڈائجسٹ ہے اگر اس میں تھوڑی سی تبدیلی آجائے تو زیادہ بہتر ہو جائیگا تبدیلی سے مطلب انٹرویو ہے باقی سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے اوکے خدا حافظ۔

علی وارث شاہ۔گ ب۔395

اپریل کا شمارہ پندرہ کو مل گیا تھا پہلے بات کی جائے کچھ غلطیوں کی جو ادارے والوں سے ہو رہی ہیں انکل ریاض سے ریکوسٹ ہے کہ قسط وار کہانی جب شروع ہو جائے تو اس کی قسطیں جب ہوں تو ہر ماہ شائع کریں ایسا نہ کریں کہ آپ اسے ایک ماہ شائع کرتے ہو تو دوسرے ماہ چھوڑ دیتے ہو اس سے نہ صرف خوفناک کے معیار پر اثر پڑے گا بلکہ رائٹرز کا دل بھی مایوس ہو جائے گا جیسا کہ اس ماہ اور پچھلے ماہ میری کہانی لیٹ ہوگئی مگر مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ہمارے گروپ کے تین رائٹروں کی کہانیاں تو شائع ہوئی ہیں پہلے بات ہو جائے قسط وار کہانی کی جو وارث آصف خان کی ہے بازیگر بہت اچھی کہانی تھی امید ہے اگلی قسط اور بھی اچھی ہوگی اور ہمارے گروپ کے دوسرے رائٹر کاشف عبید کی بکھرے موتی بھی زبردست تھی ویلڈن کاشف اسی طرح ہی لکھتے رہیں اور کنگ رائٹر گروپ سے تعلق رکھنے والے ایک اور رائٹر قیصر جمیل کی طلسمی مورتی زبردست کہانی تھی اسی طرح لکھتے رہو باقی بھی کہانیاں بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں امتیاز احمد کی پراسرار قیدی طلسمی جادوگر اور خوبصورت چڑیل بھی ایک عمدہ کہانی تھی امید ہے کہ کبھی ہمارے گروپ کے سینئر رائٹر عثمان غنی کی کہانی بھی ریاض انکل آپ کے پاس پڑی ہوئی ہیں پلیز انہیں بھی جلد از جلد شائع کریں اور آخر میں جن قارئین کو میری کہانی ڈر کے بعد جیت پسند آرہی ہے ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور جو گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ ہم سے رابطہ کرسکتا ہے ہم ان کو ویلکم کہیں گے۔

آر۔ کے۔ ریحان خان۔ پشاور۔ فرام کنگ رائٹرز گروپ۔

مرنے والوں کی روحیں ہر بار اس مخصوص تاریخ کو آئی تھیں۔ اور حویلی والوں کے سامنے اس کاری پلے کر کے دکھاتی تھیں اس کے بعد حویلی کے لوگوں میں سے کسی ایک کی قضا آجاتی تھی ربعہ نے عمر کے تفصیل بتانے کے بعد اسے بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔

عمر نے کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رخسانہ کی روح حویلی والوں سے انتقام لے رہی ہے۔

پھر بھی نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے حالانکہ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں۔

خالد چاچا بھی اس کا شکار بن گئے حالانکہ وہ یہاں سے کتنی دور چلے گئے تھے ان کی موت اسی طرح لکھی تھی شاید رابعہ نے سرد آہ بھری پھر چونکی۔

لیکن ایک بات کی سمجھ نہیں آئی کہ بابا نے رخسانہ کی حمایت کی تھی اور یہ اس کی روح کر رہی ہے تو اس نے بابا سے انتقام کیوں لیا۔

ہاں یہ سوچنے والی بات ہے اس طرح تو انتقام اندھا ہو گیا دیکھا جائے تو رخسانہ اس حویلی میں بسنے والے کسی فرد کو نہیں بخشے گی مجھے لگ رہا ہے کہ جو لوگ شکار ہوئے ہیں انہوں نے شاید کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔

آپکا مطلب ہے کہ روح کو اندر جانے کا موقع مل گیا تو آپ بھی دیکھ چکے ہیں اور میں بھی کہ دیواریں اور دروازے اس کا راستہ نہیں روک سکتے تب وہ انتخاب کیسے کر رہی ہے۔

یہ تو سمجھ نہیں آرہا۔ عمر نے کہا۔

خیر نجانے کیوں میرا دل نہیں مان رہا کہ بابا کی موت بھی اسی طرح ہوئی ہے جس طرح حویلی کے دوسرے لوگ بھی مارے گئے۔

نہیں انکی موت سے پہلے بھی خوفناک آوازیں آئی تھیں اتفاق سے میں یہاں نہیں تھا۔ لیکن بڑی خانم نے خالد چاچا کے کمرے کے باہر اس پراسرار عورت کو دیکھا تھا اور انہوں نے خود جا کر دیکھا تھا کہ خالد چاچا باتھ روم میں موجود تھے اور ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

بابا نے کبھی کوئی خواب آور دوا استعمال نہیں کی۔

ممکن ہے یہاں ان کو ضرورت پڑ گئی ہو عمر نے کہا اور کھڑا ہو گیا کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے آپ تیار ہو کر نیچے آجایئے اور کمرے سے چلا گیا رات کے کھانے کے لیے وہ تیار ہو کر نیچے گئی۔ ڈنر ٹیبل پر فوزیہ اور عمر دونوں موجود تھے وہ دونوں کچھ سنجیدہ سی دکھائی دے رہے تھے کھانے کے بعد فوزیہ نے کہا۔ کل تیرہ اکتوبر ہے میں اور سب چاہتے ہیں کہ تم کل کے دن حویلی میں نہ ہو۔

عمر نے کہا میں نے بھی دوسرے شہر جانا ہے۔ وہاں ایک ہوٹل میں کمرہ بک کروا دیا ہے تم بھی وہاں ہی رہو گی۔

میں کہیں نہیں جا رہی۔ رابعہ نے انکار کر دیا۔

احمقانہ بات۔ فوزیہ نے کہنا چاہا۔

معذرت کے ساتھ۔ رابعہ نے اس کی بات کاٹی میں بھی اسی خاندان کی ہوں میں صرف ڈر کر یہاں سے نہیں جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ میرا بابا کی طرح ایمان ہے کہ موت اپنے وقت پر اور اپنی جگہ پر آتی ہے۔ انسان اس سے کسی صورت بچ نہیں سکتا میں نے کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تو کوئی میرے ساتھ برا کیوں کرے گا۔

خالد نے بھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا فوزیہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن وہ بھی اس طرح اور اسی تاریخ کو موت کا شکار بنا۔

ٹھیک ہے بابا کی موت تیرہ اکتوبر کو ہوئی لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ کسی کے انتقام کا نشانہ بنے ہیں۔

وہ انتقام کا ہی نشانہ بنا ہے فوزیہ بولی تو رابعہ

۔لقمان حسن آپ کہاں غائب ہیں جلدی آئیں ایک پیاری سی تحریر لے کر ریاض انکل آپ بھی ۔اچھا جی اب اجازت دیں اللہ آپ کو کامیاب کرے آمین ۔۔

----------رابعہ ارشد منڈی بہاؤالدین۔

اسلام علیکم بھائی میں آپ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں گے میں اپنی غزل دعا اور اشعار ارسال خدمت کر رہا ہوں آپ کو اچھے لگیں گے اور خوفناک ڈائجسٹ کو اللہ کے کرم سے سے ساری دنیا میں پڑھا جاتا ہے آپ مجھے بھی اس میں جگہ دیں گے میری دعائیں آپ اور سارے سٹاف کے لیے ہیں انشاء اللہ اگر آپ اجازت دیں گے تو ہر ماہ آپ کی خدمت میں ۔غزل ۔نظم ۔اور اشعار ارسال کرتا رہوں گا دعا گو۔

----------میاں طارق محمود مدینہ ٹاؤن

اسلام علیکم خوفناک ڈائجسٹ میں میرا یہ پہلا خط ہے میرے پسندیدہ رائٹر بھائی عمران رشید ۔بھائی ریاض احمد اور اقراء ہیں آپ سب کی کہانیاں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں اس کے علاوہ باقی سب رائٹر بھی اچھا لکھتے ہیں اقراء آپی آپ کو اپنی شادی کی بہت بہت مبارک باد ہو کچھ ماہ پہلے میں نے بھی اپنی ایک کہانی لکھ کر بھیجی تھی اس کا نام پراسرار حویلی ہے امید ہے کہ بھائی ضرور شائع کریں گے اور آپ سب کو بہت پسند آئے گی شائع ہونے کے پر اپنی رائے ضرور دیجئے گا مجھے انتظار رہے گا اسی امید ہے کے ساتھ خدا حافظ ۔

----------ماریہ مسعود بانٹھ

اسلام علیکم خوفناک کے پورے سٹاف کو اور سب رائٹرز کو سب سلام سب رائٹرز نے بہت اچھا لکھا ہے شیطان بنی عثمان غنی آپ کہانی مجھے بہت پسند آئی اور آخر میں اچھا لکھا تھا ایت الکرسی مجید احمد جائی واقعی ایت الکرسی میں بہت برکت ہے اچھی لکھی تھی باڈی گارڈ سکندر حبیب آپکی کہانی بھی اچھی ہے اور باقی نے بھی بہت بہت بہت اچھا لکھا ہے اور امید ہے کہ لکھتے ہی رہے گے میں بھی لکھوں گی اگر آپ بتا دیں گے کہ میری سٹوری کیسی ہے اگر اچھی ہے تو لکھوں گی جو سب کو پسند آئے گی اور زیادہ اچھی سٹوری لکھنے میں متوجہ ہو جاؤں گی تا کہ آپ سب جو رائٹرز ہیں یا خوفناک ڈائجسٹ پڑھتے ہیں جو لوگ وہ مجھے مطلب میری سٹوری کو پسند کریں اور اگلی سٹوری کا انتظار کریں اور ایسے ہی ہو سکتا ہے میں اچھی رائٹر بن جاؤں اور پلیز مجھے ضرور اپنی رائے دینا۔

----------کائنات عامر ڈسکہ

اسلام علیکم میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹرز کو پیار و محبت بھرا اسلام امید ہے کہ تمام رائٹرز خیریت سے ہوں گے انکل جی آپ نے ہمارے خطوط شائع نہیں کیے اور ہماری سٹوریوں کی ابھی تک باری نہیں آئی انکل جی بہت انتظار کیا ہے اب تو ان کی باری لے آئیں اگر شائع ہونے کے قابل ہیں تو بھی بتا دیں اور اگر نہیں تو بھی جو اچھا لکھتے ہیں آپ ان کی سٹوریاں جلدی لگا تے ہیں میں نے پہلی بار خوفناک میں سٹوری لکھی لیکن آپ نے شائع نہیں کی فروری کے شمارے میں ندیم عباس کی سٹوری اچھی

نے سر ہلا کر کہا آج بڑی خانم کا موڈ خراب ہے۔

اس لیے کہ میں دادی اماں کے کمرے میں بلا روک ٹوک آ گئی ہوں اجازت نہیں لی رابعہ نے تیکھے لہجے میں کہا۔

شاید۔ عمر نے بات کرتے ہوئے کہا۔

ساڑھے نو بج گئے تھے سب کی نظریں گھڑی پر مرکوز تھیں۔ دادی اماں کے اشارے پر ملازمہ نے کمرہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اچانک جیسے گھٹن سی ہو گئی تھی سب سہمے ہوئے جا رہے تھے کسی کا بات کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا دادی اماں نے اشارے سے دونوں کو اپنے پاس بلا لیا وال کلاک کی سوئی کھسک کھسک کر دس تک پہنچ گئی جیسے ہی دس بجے ایک دردناک آواز فضا میں گونجی رابعہ سہم کر دادی اماں کے ساتھ لگ گئی۔

دادی اماں کے چہرے پر خوف تھا آوازیں بڑھ رہی تھیں اور پھر وہ راہداری میں نکل آئیں رخسانہ کی روح ایک دروازے پر جا کر التجا کر رہی تھی رفتہ رفتہ وہ دادی اماں کے کمرے کی طرف آ رہی تھی اس کے ساتھ آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کان کے پردے پھاڑ دے گی۔ ایسی ہیبت طاری تھی عمر مرد ہوتے ہوئے بھی سہم گیا تھا ملازمہ ایک کونے میں سر چادر میں چھپائے ہوئے تھر تھر کانپ رہی تھی پھر آواز دادی اماں کے دروازے تک آ گئی رابعہ نہیں جان سکی کہ اسے کون سی طاقت حرکت میں لے آئی ہے اس سے پہلے کہ عمر اور دادی اماں کچھ سمجھتے وہ تیزی سے دروازے کی طرف آئی عقب سے عمر نے چلا کر دروازہ کھولنے سے منع کیا لیکن اتنی دیر میں رابعہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔

اور دروازے کے بالکل سامنے وہی سفید کپڑوں والی زخمی اور لہولہان عورت موجود تھی جو سالوں سے مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن کسی نے اس کی مدد نہیں کی تھی اس کے پیچھے ایک تنومند آدمی لوہے کی راڈ اٹھائے ہوئے موجود تھا اس کا سر گھٹا ہوا تھا اور کرخت چہرے پر گھنی داڑھی تھی اس نے عورت کے بال پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ رابعہ غصے سے چلائی۔ نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے بہت ہو گیا بہت ظلم کر لیا تم نے اس کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے۔ اس وقت رابعہ سارا خوف بھول گئی تھی اور اسے اس شخص پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ جو ایک بے گناہ عورت کو اذیت دے رہا تھا آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں دھندلا پڑنے لگا جیسے دھوئیں سے بنا ہو اور دھواں منتشر ہو رہا ہو چند دیر بعد وہاں مرد نہیں تھا جیسے جیسے مرد غائب ہو رہا تھا عورت کے زخموں کے نشانات غائب ہوتے جا رہے تھے مرد کے غائب ہوتے ہی وہ بالکل ٹھیک نظر آنے لگی۔ اس نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ ہلے جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو پھر وہ چلتی ہوئی برابر فوزیہ کے کمرے میں دروازے تک گئی پھر وہاں کھو گئی رابعہ حیرت زدہ کھڑی دیکھ رہی تھی عورت کے جاتے ہی عمر ہمت کر کے آیا اور اس نے راہداری میں جھانکا اور رابعہ سے پوچھا۔

وہ کہاں گئی؟

بڑی خانم کے کمرے کے سامنے پہنچ کر غائب ہو گئی ہے۔

میرے خدا۔ عمر اچھل پڑا اور تیزی سے فوزیہ کے کمرے کی طرف لپکا اس نے دروازہ کھولا تو وہ کھل گیا۔ سامنے فوزیہ بستر پر دراز تھی اس کی کھلی آنکھیں اوپر دیکھ رہی تھیں رابعہ عمر کے پیچھے تھی۔ اور انہوں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ فوزیہ زندہ نہیں ہے اس کی آنکھیں اور سینہ دونوں ساکت تھے عمر نے اس کا ہاتھ تھاما۔ اور دیکھا وہ بالکل ساکت ہے۔ ابھی رابعہ کی نظر بستر

---------------عبدالسنان۔اٹک

کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا

----------رئیس ساجد کاوش۔خان بیلہ

کسی کو جنت کی چاہ تو کوئی دل کے غموں سے پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے

----------محمد سجاد زین۔کوٹ ادو

لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا

----------افضال عباسی ۔راولپنڈی

وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے

----------افضال عباسی ۔راولپنڈی

گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ذرے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے

----------غلام نبی نوری۔کھڈیاں خاص

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

----------عامر امتیاز نازی۔سموٹ

دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دلچسپی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی

----------اسد شہزاد۔گوجرہ

لفظوں کو زنجیر میں پرونا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے

----------محمد زبیر واصف۔واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

----------عمرو راز آکاش۔جڑانوالہ

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہو گا

----------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی

----------بشیر احمد بھٹی۔بہاولپور

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں

----------اشتیاق احمد۔ارزانی پور

چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم

----------اسد شہزاد۔گوجرہ

بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں

----------ابرار احمد۔گگو منڈی

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری

----------آر نیازی۔گوجرہ

جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے یا تیرے نام سے

----------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم

----------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے

----------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں

----------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر آئیں
کسی کے شانوں پر زلف حسین بکھری ہے

----------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

روز روتے ہوئے وہ کہتا ہے زندگی مجھ سے
صرف اس شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر

----------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل

گیا ہے۔
"لیکن دادی اماں چاہتی ہیں کہ تم ہمیشہ اس گھر میں رہو اور میں بھی۔
کیا مطلب۔ رابعہ نے پوچھا۔
اسد عمر اور رابعہ کی باتیں سن رہا تھا چوری دروازے کے پیچھے دادی جان چاہتی ہیں کہ ہم دونوں کی شادی ہو جائے اور میں بھی۔
کیا دادی یہ چاہتی ہیں۔ رابعہ نے پوچھا۔
ہاں اور میں بھی چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہو۔ کیا تم کو یہ رشتہ منظور ہے عمر نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔
رابعہ عجیب سی کشمکش میں پھنس کر رہ گئی تھی ایک طرف اس کا پیار اسد دوسری طرف سارے رشتے دار۔ اس نے دادی کے لیے کہہ دیا ہاں مجھے یہ رشتہ منظور ہے عمر تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔ لیکن اسد یہ جو سب سن رہا تھا وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کی آنکھوں میں سے آنسو بہنے لگے وہ اسی وقت وہاں سے باہر نکل گیا اور اپنے شہر کی طرف چل دیا۔ اس نے اپنے دوست کے لیے پیار کی قربانی دے دی۔ لیکن اسے اس بات کا دکھ تھا کہ رابعہ نے بے وفائی کی اور اس سے جدا ہوئی۔ رابعہ نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسد نے کوئی جواب نہ دیا وہ اس کی بے وفائی کے بعد بہت اکیلا رہ گیا اور اب تنہائی اس کا مقدر ہے اب تنہا ہی وہ رہنا چاہتا ہے اور وہ اسد کوئی اور نہیں میں خود ہوں۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا۔

کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول بھلا کب کھلتا ہے
کامران علی۔ لاہور

غزل

ٹوٹے ہوئے لفظوں میں روانی نہیں ملتی
نغموں میں تو صدیوں کی کہانی نہیں ملتی
دل جل گیا اب اس میں دھواں تک نہیں اٹھا
اس راکھ سے تصویر پرانی نہیں ملتی
اظہار پہ تالے ہیں تو تالے ہی سمجھنا
ہر گھڑی ہوئی بات زبانی نہیں ملتی
جو گجو مقدر سے ہمیں وہ نہیں ملتا
اس دور میں رابعہ کو کبھی رانی نہیں ملتی
باقی نہیں خاروں میں بھی پہلی سی چبھن اب
اور پھولوں پہ پہلی سی جوانی نہیں ملتی
سوچا تھا کسی شام سہانی کو ملیں گے
اور شام ہمیں کوئی سہانی نہیں ملتی
(فاخرہ بتول)
محمد ... جو ... کالا باغ

اے ہمسفر تیری یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو بیرانی ہے
تیری بانہوں میں بیٹھ نہ دینا مر جاؤں کی نہ جدائی ہے
تیرے نام کی زندگی ہوں نا تیری آنکھ سے آنسو بنی ہوں
دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ چاہیے کبھی ہمنوائی ہے
ان ہونٹوں سے تیرا نام نہ ہٹے بس چین نہ میں نے پایا ہے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آ کر یہ گواہی ہے
مرنے سے پہلے اے جان حسرت ہے یہ پوری کر بیٹھے
جینے سے انکار وعدہ تو میرا ہے نبھانا ہے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ چھوڑتے ہیں بھی مجھ سے ایک نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پہ تیرا بھی نام دھونا ہے
(کشور ... پتوکی)

الجھا رہی ہے ۔مجھ کو یہی کشمکش مسلسل
وہ آب ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
--------نقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کرلو
بند ہوگئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
--------نقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایسں
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
--------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھالیتے ہیں
--------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایس
کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے
--------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
--------سید عارف شاہ۔جہلم

ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب کوئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
--------سید عارف شاہ۔جہلم

فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
--------محمد وقاص احمد حیدری۔اقبال آباد

دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی یہ رتجگے
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
--------محمد وقاص احمد حیدری۔اقبال آباد

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ
--------افشاں محمود۔رکن

ناروول ۔۔ چمن پھلوں میں رنگت نہ رہے گی
۔۔ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا

--------افشاں محمود۔رکن

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
--------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
--------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

کن لفظوں میں بیاں کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
--------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
--------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وصی
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
--------وقاص اینڈ شہزاد۔گوجرہ

آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے ربجہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
--------ربجہ کامران راجو۔کسووال

اجانے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
--------رخسار احمد۔کوٹھا صوابی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
--------مقبل خان۔کوٹھا صوابی

خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
--------محمد عدنان۔بہاولنگر

میں کیا خود سے اتنے پیاروں کہ لوٹ آؤ
کیا اسے خبر نہیں کہ بہادر نہیں لگتا اس کے بغیر
نسیم۔۔۔۔۔ پور
ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے

✪ .... خرم شہزاد-لاہور

چراغوں میں اگر اتنا نور نہ ہوتا، تو دل اتنا مجبور نہ ہوتا
قسم سے ہم آپ سے ملنے روز آتے، اگر آپ کا آشیانہ اتنا دور نہ ہوتا

✪ .... ہانیہ گوہر-ملتان

میری قاسیت میں اک ایسا شخص بھی ہے
کہ وہ میری زندگی ہے اور میں اس کا ایک لمحہ بھی نہیں

✪ .... ہانیہ-ملتان کینٹ

دسمبر کی ٹھنڈی راتوں میں جب تنہا روتی ہوں
تیری یاد آ جاتی ہے دوستی کے لئے

✪ .... مس فوزیہ کنول-گنگن پور

تعجب ہے تیری گہری محبت پہ غالب
وہ تیری روح میں بسا ہے اور تو اس کا وہم گمان میں بھی نہیں

✪ .... اختر علی-مانیری صوابی

وہ شخص جسے نیند ہی نہ آتی تھی میری گود کے بغیر
آج راستے میں ملا تو پہچان ہی نہ سکا

✪ .... مبشر علی-گوجرہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

✪ .... عدنان خان-ڈی آئی خان

میری محبت کا اس طرح مذاق نہ بنا اس
کہ تیری آنکھیں ترس جائیں مجھے تنہا دیکھنے کو

✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

خدا کے واسطے اب بے رخی سے کام نہ لے
تڑپ کے پھر کوئی دامن کو تیرے تھام نہ لے
زمانے بھر میں چرچے مری تباہی کے
میں ڈر رہی ہوں کہیں کوئی تیرا نام نہ لے۔

✪ .... یاسمین سلیم قادری

قدم قدم پہ تیری آہٹوں کا ڈیرا ہے
مگر نظر فقط شب زدہ سویرا ہے
تہی تہی سے مناظر ہیں گرد گرد فضا
متاع عمر وہی اک خواب تیرا ہے

✪ .... یاسمین سلیم قادری-کراچی

مسجد میں اپنا ایوں ہاتھ امیں قرآن ہے
ملنے کو دل کرتا ہے مگر میرا یہ امتحان ہے۔

✪ .... وسیم اینڈ ابرار-گگو منڈی

ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

✪ .... ایس امتیاز احمد-کراچی

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے

✪ .... ایس امتیاز احمد-کراچی

ہزاروں پھول توڑے ایک پھول نہ توڑا گلاب کا
بہت نجام بھولے ایک نام نہ بھولا آپ کا

✪ .... وسیم اینڈ ابرار-گگو منڈی

اس نے کہا، یہی رکو، میں ابھی آیا مگر
وہ آیا اور نہ شراب چھوڑی ہم نے

✪ .... شفقت علی سحر-مندری

جب سے چھوا ہے میں نے تیری زلفوں کو سحر
قسم سے خوشبو اب آتی نہیں کی پھولوں سے مجھے

✪ .... شفقت علی-مندری

اب تو ظالم ہی بن جاؤ و اچھا ہے فراز
تیرا نرم لہجے سے ڈسنا ہم کو اچھا نہیں لگتا

✪ .... ملک قمر رمضان-سہجاں شریف

سجدوں کے عوض فردوس ملے یہ بات مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں، بندہ ہوں تیرا مزدور نہیں

✪ .... ایم ذاکر حق-مانسہرہ

ہائے وہ لمحہ کہ جب تجھ سے شناسائی ہوئی
پھر جو ہوئی تھی میری جان وہ رسوائی ہوئی
اپنی ناکام محبت کا یوں چرچا نہ کرو
زخم بڑھ جائے گا اس کی پذیرائی ہوئی

✪ .... نعمان-لاہور

تو کبھی واجد دنیا سے بیزار ہو جانے گر
دل یہ چاہے کہ بانہوں میں سلا لوں تجھ کو

✪ .... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

بھول کر بھی محبت کے جنگل میں نہ آنا ساجد
یہاں سانپ نہیں انسان ڈسا کرتے ہیں

✪ .... ساجد علی-گگو منڈی

نہ آتی جوانی نہ ہم دل لگاتے
نہ ہوتی محبت نہ آنسو بہاتے

✪ .... ابرار احمد-گگو منڈی

دل میں خدا کا ہونا لازم ہے دوست
سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی

تمہارے سر پر بالوں میں دو گول دائرے بنے ہوئے ہیں وہ پنڈت صرف ان کو مرواتا ہے جن کے سر پر بالوں کے دو دائرے ہوں بیٹا تیری جیب میں سورۃ یٰسین ہے اس کی وجہ سے تجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ پنڈت سولوگوں کو مار کر اپنی شیطانی طاقتوں کو پروان چڑھانا چاہتا ہے جا اسے جا کر روک اور اسے مار دے اسے مارنا اب تیرا کام ہے۔

ہاں باباجی میں اسے ضرور ماروں گا لیکن کیسے مجھے کوئی طریقہ بتادیں۔ اس شخص نے سب کا جینا حرام کر رکھا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ میرے دل پر کیا کچھ بیت رہی ہے۔

شاباش بیٹا۔ یہ پٹرول اپنے پورے کمرے میں چھڑک دے جب مکھیاں تمہارے کمرے میں آئیں تو کمرے کو آگ لگا دینا تمام مکھیاں مر جائیں گی صبح اپنے کمرے میں آنا تو صرف ایک مکھی جو سنہرے رنگ کی ہوگی اسے پکڑ لینا وہ ظاہر تو مری ہوئی ہوگی لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوگی اسے اپنے پاس رکھنا رات دو بجے وہ تمہیں پنڈت کے پاس لے جائے گی پنڈت کو پکڑ کر بت توڑ دینا اور پنڈت کو پکڑ کر آنکھیں بند کر لینا پانچ منٹ بعد تم تھانے میں ہوں گے انشاء اللہ تیرا عہدہ بھی بحال ہو جائیگا۔

ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی وہ بزرگ غائب تھے میں کمرے میں اکیلا تھا میں جلدی سے اٹھا اور پٹرول لا کر کمرے میں چھڑک دیا ماچس اپنے پاس رکھ لی میں جان گیا تھا کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ خواب نہیں ہے اس ظالم کو پکڑنے کے لیے مجھے راہ دکھائی گئی ہے۔ میری نظریں ان مکھیوں پر تھیں جو آج میرا شکار کرنا چاہ رہی تھیں دل کانپ رہا تھا لیکن ہمت برقرار تھی۔ میں نے دیکھا کہ اچانک میرے کمرے میں بے شمار مکھیاں اڑتی ہوئی داخل ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے کمرے میں پھیل گئیں میں نے ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ کی جلدی سے ماچس جلا کر اندر کمرے میں پھینک دی۔ اور خود باہر بھاگ گیا۔ آگ بھڑک اٹھی اور کمرہ مکمل طور پر جل گیا۔ صبح پھر ایک منحوس خبر ملی کہ میری جگہ پر جو ایس ایچ او لایا گیا تھا اس کا ڈھانچہ ملا ہے۔ بہت دکھ ہوا کمرے میں گیا بہت تلاش کیا پر سنہری مکھی مجھے کہیں بھی نہیں ملی وہاں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا اس پر لکھا تھا انسپکٹر مجھ سے پنگا لے کر تم نے اچھا نہیں کیا اگلے وار کے لیے تیار رہو یہ پڑھ کر میرا دل حلق میں آ گیا۔ پورے شہر میں اعلان کروا دیا گیا کہ ہر بندہ اپنی جیب میں سورۃ یٰسین ضرور رکھے اور خود رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا اور رف ہوٹل میں ہی سو گیا میرے مکان جلنے کی خبر بھی بہت مشہور ہو گئی تھی پر میں نے شارٹ کٹ کہ سب کو چپ کروا دیا نیند نہیں آ رہی تھی نجانے کب آنکھ لگ گئی تو بزرگ کا دیدار ہوا وہ بولے۔

بیٹا پنڈت کو پتہ چل گیا تھا اس نے وہ مکھیاں ہیں بھیجی بیٹا اس پنڈت کو ختم کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو یہ ہم لوگوں کے خون کی ندیاں بہا دے گا۔ بیٹا کل تم کو دریا پر جانا ہوگا وہاں پر درود پڑھنا ہوگا۔ دریا کا پانی تم کو راستہ دے دے گا تم اسے پار کر لینا اور پھر انہوں نے مجھے ورد سکھایا جو میں نے یاد کر لیا اور پھر جو انہوں نے مجھے بتانا تھا بتا دیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں پرسکون ہو کر اٹھ گیا کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں یہ خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ وہ بزرگ جو بھی ہیں اللہ والے ہیں اور انسانیت کی مدد کرنا چاہتے ہیں ان کا بتایا ہوا ورد میری زبان پر جاری تھا۔ لیکن صبح مجھے پھر سے ایک منحوس خبر سننے کو ملی کہ ماریہ کو قتل کر دیا گیا ہے میں تھانے گیا تو پتہ چلا کہ آج رات نو قتل ہوئے ہیں مجھے بہت ہی دکھ ہوا اور مجھے کہا۔

سر آپ کے گرفتاری کے آڈرز ہیں لیکن سر ہم آپ کو گرفتار نہیں کر سکتے آپ یہاں سے بھاگ جائیں

بھی اگر مجھ سے ٹکرائیں گے تو جل جائیں گے اور ایسا ہی ہو رہا تھا میں بھاگتا جا رہا تھا اور جو جو سانپ میرے پاؤں کے نیچے دب رہے تھے ان کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ وہ منزل بھی میں نے پار کر لی تھی اب آگے بڑھا تو بھیڑیوں کا ایک غول سے میری طرف لپکا میں نے ان کو دیکھ کر تلوار کو سنبھال لیا اور اس کو لہراتا ہوا آگے بڑھتا جانے لگا جو بھی بھیڑ میری تلوار کی زد میں آتی وہی ختم ہو جاتی۔ ابھی ان سے میری جان چھوٹی تھی کہ گدھ نجانے کہاں سے اڑتے ہوئے آئے اور مجھ پر حملہ کر دیا ایک گدھ نے مجھے سر سے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا میرے سر سے خون بہنے لگا گدھ ایک بار پھر مجھ پر حملہ آور ہوئی ان کا قد انسانی جسم کے برابر تھا بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اتنے میں مجھے ورد کا خیال آیا میں نے ورد پڑھ کر گدھ کی طرف پھونکا تو دیکھتے ہی دیکھتے تمام گدھوں کو آگ لگ گئی۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہوئیں۔ یہ گدھ سب سے خطرناک تھیں ان کی چونچیں اور پنجے ایسے تھے جیسے تلوار ہوں۔ لیکن خدا نے مجھے ان پر فاتح کر دیا تھا میں ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا تھوڑی دیر بعد ایک عمارت مجھے دکھائی دی جو میری منزل تھی اس کے قریب پہنچا تو یکدم ایک خونخوار مگرمچھ نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ جس کے منہ سے زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور زبان سے خون ٹپک رہا تھا قریب تھا کہ وہ مجھے نگل لیتا کہ تلوار اس کی خونی زبان سے ٹکرائی اور وہ لڑھک گیا اور پھر دھیرے دھیرے ٹھنڈا ہو گیا۔ میں تیزی سے عمارت میں داخل ہو گیا اندر پہنچا ہی تھا کہ شہد کی مکھیوں نے مجھ پر حملہ کر دیا ان کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ میں خود کو بچا نہ سکا اور ان کی لپیٹ میں آ گیا وہ میرے جسم کو نوچنے لگیں میں درد سے بلبلانے لگا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک پنجرے میں بند پایا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے ایک شخص دکھائی دیا جس نے جسم کے نچلے حصہ کو صرف ڈھانپا ہوا تھا باقی سارا برہنہ تھا۔ وہ ایک بت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کی زبان پر نہ سمجھ آنے والا کوئی ورد تھا جو وہ پڑھتا جا رہا تھا میری نظریں اس پر براجمان تھیں میں سمجھ گیا تھا کہ یہی جادوگر ہے جس نے خونی مکھیوں سے ہمارے علاقے میں خون کا بازار گرم کر رکھا تھا ابھی میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ ایک برہنہ لڑکی ہاتھ میں ایک پیالہ لیے اس کے پاس آئی وہ پیالہ سرخ خون سے بھرا ہوا تھا وہ خون اس نے بت پر پھینک دیا تو بت سے آواز آئی۔

اے عظیم پجاری تیری ننانوے خون ہم نے قبول کیے یہ جو انسان خود چل کر یہاں آیا ہے اس کے ساتھ مقابلہ کر اسے مار کر میرے قدموں میں ڈال دے تو پھر وہ سب کچھ تم کو مل جائے گا جو تو چاہتا ہے تمہیں ہر وہ طاقت مل جائے گی جو تو مانگے گا۔ اٹھ کھڑا ہو اور اس شخص سے مقابلہ کر۔

جی بہتر عظیم آقا اتنا کہہ کر وہ اٹھ گیا اور اس نے پاس پڑی ہوئی تلوار اٹھائی اور اس لڑکی کا سر تن سے جدا کر دیا جو خون کا پیالہ لے کر آئی تھی لڑکی کا جسم کچھ دیر تک تڑپا اس کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا وہ اس لڑکی کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس کے سر کے خون کو اپنی انگلی سے لگایا اور اس کو اپنے ماتھے پر سجایا۔ اور پھر اس کا خون پینے لگا یہ سب دیکھ کر میرے صبر کی انتہا ہو گئی میں نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

شیطان کے چیلے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کتے کی اولاد تو مجھے ایک بار آزاد کر پھر دیکھنا میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔ ان بے گناہ لوگوں کا خون کرتے تمہیں کچھ بھی نہیں ہے گا تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا ہمت ہے تو ایک بار مجھے آزاد کر۔

میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا تو خود چل کر میرے پاس آیا ہے اب یہاں سے بچ کر نہیں جائے گا اس نے وحشت اور خون سے پر ہاتھ

نظریں مجھ پر جم گئیں وہ مجھ سے اس کے سوالوں کے جواب مانگ رہے تھے اور میں نے ان کو بزرگ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا میں نے بتایا کہ جب مجھے نوکری سے نکالا گیا تو اس دن اس جادوگر نے مجھے مارنے کے لیے پلان تیار کر رکھا تھا کہ رات کو خواب میں مجھے ایک بزرگ ملے انہوں نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ یہ سب کچھ ایک جادوگر کر رہا ہے اور آج وہ مجھے ختم کرنا چاہتا ہے اس کی غلام خونی مکھیاں آج مجھے مارنے کے لیے آ رہی ہیں۔ اور میرے جسم کا ڈھانچہ بن جائے گا جس طرح باقی لوگوں کے جسم کا ڈھانچہ بنتا ہے لہذا انہوں نے مجھے اس کو مارنے کا طریقہ بھی بتا دیا اور اپنا بچاؤ کرنا بھی۔ اور پھر میں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہوا اس تک جا پہنچا اور ویسا ہی کیا جو مجھے انہوں نے بتایا تھا۔ میں نے چند لفظوں میں اپنی کہانی ان سب کو سنا دی۔ پھر لوگوں کو اٹھایا گیا اور میں نے ان سب کے سامنے اس انسانی خون کے پیاسے انسان کو رکھا تو انہوں نے ایک ہی بات کی کہ اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے مزید خطرہ ہو سکتا ہے اس کو پھانسی دی جائے اور ہمیشہ کے لیے اس کا نام دنیا سے مٹا دیا جائے اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔ اس کو سب کے سامنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ اور لوگوں میں سکون کی لہر دوڑ گئی اس کے بعد شہر میں کوئی بھی قتل نہ ہوا ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ میں نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی اور آج رات میں گہری اور میٹھی نیند سویا تھا۔ کہ مجھے خواب میں وہی بزرگ ملے انہوں نے مجھے مبارک باد دی اور کہا یہ کام میں بھی کر سکتا تھا لیکن نہ کر سکا اس کی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ میں زندہ انسان نہیں ہوں۔ بہت عرصہ پہلے مر چکا تھا لیکن میں سب کچھ دیکھ رہا تھا جو جو یہ کر رہا تھا اور جو جو ہو رہا تھا میں جانتا جا رہا تھا اور میں یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کی موت تمہارے ہی ہاتھوں ہوگی اس لیے میں نے تم کو تلاش کر لیا اور پھر وہ

کچھ ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اس کے بعد وہ میرے خواب میں کبھی بھی نہیں آئے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ شکریہ۔

شازیہ کے نام

ہر تمنا کا چہرہ شفق فام تھا
وقت کے ہاتھ میں حسن کا جام تھا
زندگی کی صراحی میں تھے قہقہے
ہر ستارہ یہاں میرا ہم نام تھا
موسم گل میں نغمات چھیڑتے رہے
غنچے غنچے کے ... پیغام تھا
میری آنکھیں ... تمنا لئے
تیری زلفوں میں بھی کیف ابہام تھا
یہ بھی دیکھا گلستان کے آئین میں
صید کا زخم صیاد کا دام تھا
فکر کاوش سے زندہ رہی زندگی
... قدر ... انسان کا ... آرام تھا
نورمحمد کاوش۔ ... نون

مصباح کے نام

مسکراؤ! بہار کے دن ہیں
گل کھلاؤ! بہار کے دن ہیں
... چمن کے قدموں ...
... جھکاؤ! بہار کے دن ہیں
... نہیں ہے تو الفت غم بھی ہیں
... بھی جو وابہار کے دن ہیں
تم ... گئے رونق بہار بھی ہے
تم ... بہار کے دن ہیں
یہاں کوئی واردات کاوش ...
... بہار کے دن ہیں
نورمحمد کاوش ... نون

سے تالیاں بجانے لگے۔

☆ ... [illegible]

غیرت

انڈیا کے صوبے یو پی کے ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پنواباں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی ولد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کنیز پنجتنی صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دو ہی کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیسری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تینوں روٹی کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی بھاگتا ہوا اماں سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھا گئے ہیں۔

☆ ... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے کنہرہ مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شائستہ قسم کے فقیر شاہ ولایت نے درخواست کی جو لنگڑا تھا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ میں اپنی ایک ٹانگ کھو چکا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جھلائے ہوئے تھے کیونکہ اس نے نگینہ کی جامع مسجد کے مکتب میں پڑھائی سے جانے پر انکار کر دیا تھا مگر اپنا لہجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ یقین کرو تمہاری ٹانگ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆ ... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

ماں

✤ ماں جنت کا پھول ہے۔

✤ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔

✤ ماں ٹھنڈی ہوا ہے۔

✤ ماں سر کی چھاؤں ہے۔

✤ ماں گھر کا سکون ہے۔

[illegible]

✤ [illegible] کو سونے دیتی ہے۔

✤ ماں سے ہی گھر روشن لگتا ہے۔

☆ ... سلمیٰ بشیر۔ رابعہ جنگ

قرآنی معلومات

✤ قرآن مجید میں رکوع کی تعداد 550 ہے۔

✤ قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔

✤ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔

✤ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔

✤ قرآن مجید میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چار مرتبہ آیا ہے۔

✤ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔

✤ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔

☆ ... سلمیٰ بشیر۔ رابعہ جنگ

ہم سات آسمانوں کی سیر کر آئے
ہر ستارے سے دوستی کر آئے
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے آئے
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پر کیسے آئے؟
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

روٹھ جانے ہو تو کچھ اور ہی حسین لگتے ہو
بس اسی لئے تم کو خفا رکھا ہے
(ناصر عباسی مری کلر)

بن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
توڑ دیتے ہیں غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

مانا کہ سو عیب ہیں میرنا ذات میں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم غریب ہیں
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

ہم نے جن پہ غزلیں سوچی ان کو چاہا لوگوں نے
ہم کتنے بدنام ہوئے تم کتنے مشہور ہوئے
(ناصر عباسی مری کلر)

رہا تھا۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

زمین کی پکار

❀ اے انسان! تو میری پشت پر طرح طرح کی چیزیں کھاتا ہے اور میرے پیٹ میں تجھ کو کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر چلتا ہے ایک دن میرے پیٹ میں جائے گا۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر گناہ کرتا ہے میرے پیٹ میں تجھ کو سزا دی جائے گی۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر خوش ہوتا ہے کل کو میرے پیٹ میں غمگین ہوگا۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر غرور سے سر اٹھا کر پھرتا ہے میرے پیٹ میں تجھے سر جھکانا پڑے گا۔

☆.....عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

تنہائی

ہماری زندگی میں اکثر اوقات کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہوا کے جھونکوں بارش کی بوندوں دھنک کے رنگوں پانی کے قطروں اور پھول کی آخری پتی کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب ہوا کے جھونکے گزر جائیں بارش کی بوندیں برس جائیں دھنک کے رنگ پھیکے پڑ جائیں اور پھول کی آخری پتی بھی گر جائے تو اس وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساتھی صرف اور صرف تنہائی ہے۔

☆.....عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

درود پاک کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب لوگ جمع ہوتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو وہ یوں اٹھتے جیسے بدبودار مردار کھا کر اٹھے ہیں۔ اس لئے تم مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو درود پاک کی کثرت کیا کرو۔ باقی دنوں میں فرشتے تمہارا درود پاک پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جو مجھ پر درود پاک پڑھتے ہیں میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا۔ اسی دن قیامت ہوگی اس لئے جمعہ کے دن درود پاک پڑھنے کی فضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے"۔

☆.....عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین ﷺ

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق امین یعنی سچا اور امانت دار کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر لگنے سے گر پڑی یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنسنے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ساتھ ہمدردی کی اور اسے اٹھایا اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے ہاتھوں سے چکی پر آٹا پیس رہا تھا اور تکلیف کے مارے رو رہا ہے معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے مگر اپنے مالک کے ڈر سے بر مشقت کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہٹایا اور اس کی جگہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کا آٹا پیس دیا۔

☆.....عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

مہکتی کلیاں

❀ اگر کسی سے محبت کرتے ہو تو اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھا کرو کیونکہ گزرتے وقت کے ساتھ یادیں سنہری بنتی ہیں اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔

❀ اگر کسی کے لبوں پر تمہارے چہرے سے مسکراہٹ آ جاتی ہے تو تم خوش قسمت ہو۔

❀ محبت اظہار نہیں مانگتی مگر کبھی اظہار کرنا پڑتا ہے۔ مطمئن کرنے کے لئے۔

❀ کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی خاطر خود کو فنا کر دیتے ہیں اگر یہ احساس مر جائے تو قدریں بھی مر جاتی ہیں۔

❀ محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا ...

❀ دنیا میں کوئی ایسا درخت نہیں جسے ہوا نہ لگی ہو اور کوئی ایسا نہیں جسے چوٹ نہ لگی ہو۔

پڑھا کرتے تھے۔ لوگ ان کے تقویٰ سے بہت متاثر تھے۔ ایک شخص نے جب انہیں نہایت انہماک سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سید سکندر علی ترمذی سے بولا۔ یہ شخص جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت متقی اور پرہیز گار ہے۔ اس پر سید قیصر علی ترمذی نماز توڑ کر بولے۔ اور جناب میں حاجی بھی ہوں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

ان شاءاللہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید علمدار حسین نقوی بیٹھا رو رہا تھا کہ ایک کسان سید سردار حسین نقوی کا ادھر سے گزر ہوا سید سردار حسین نقوی پٹواری سید علمدار حسین نقوی چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کیا ہوا جو ایسے رو رہے ہو؟ پٹواری سید علمدار حیدر نقوی نے بتایا۔ میرے بڑے لڑکے سید ابرار حیدر نقوی کا بارٹ فیل ہو گیا ہے۔ دیہاتی کسان سید سردار حسین نقوی بولا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ان شاء اللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

مجلس احباب

انڈیا کے دارالخلافہ دہلی میں ماحول رنگین تھا مجلس احباب جمی ہوئی تھی اور پرلطف باتیں ہو رہی تھیں موہن داس کرم چند گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر بانی تحریک خلافت سے مخاطب ہو کر ازراہ مذاق کہا۔ آپ تین بھائی ہیں ان میں سے دو شاعر ہیں آپ کا تخلص جوہر ہے آپ کے بڑے بھائی گوہر ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی کیا ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ انہیں شوہر کہہ لیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کوٹھی خواب آشیاں بدر باغ میں مالک مکان سٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ ایک دن سٹی مسلم یونیورسٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی کے پاس آیا اور بولا۔ بھائی، بہت تنگ آ گیا ہوں خیر چلو ایسا کرو کہ آدھا دیا کرو۔ آدھا کرایہ میں بھول جاؤں گا۔ سید واجد ایڈیٹر ماہنامہ عندلیب اور پندرہ روزہ شگوفہ نے اگر آپ کی یہی ضد ہے تو یوں کرتے ہیں کہ آدھا بھول جایا کریں اور آدھا میں بھول جایا کروں گا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

گپیں

تین گپی واجد ساجد اور زاہد گپیں ہانک رہے تھے زاہد گپی بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو اچانک میرے سامنے تین شیر آ گئے۔ میری بندوق میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔ وہ لائن میں کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔ واجد بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف بندوق کا لائسنس تھا بندوق نہیں تھی میں نے شیر کو لائسنس دکھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔ تیسرا گپی ساجد بولا۔ تم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ بندوق تھی اور نہ لائسنس میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی مجھ سے جنگل میں ننگے پھر رہے ہو؟ یہ سنتے ہی وہ شرم کے مارے مر گیا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

بوریا بستر

ایک مرتبہ تحریک خلافت کے بانی مولانا شوکت علی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ہال کے طلباء اور طالبات کے جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔ برطانوی وزیر اعظم کہتا ہے ہم یورپ سے ترکوں کو بوریا بستر سمیت نکال دیں گے میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالتے وقت بوریا بستر نہیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیزیں ہماری ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

خون

ایک دفعہ ہندوستان کی عظیم مولانا ابوالکلام آزاد سے ہندوستان کی آزادی کے بعد سب سے پہلے وزیر اعظم جواہر لال

ریحان نے نقشہ نکالا ہوا تھا اور اس میں کسی منتر کا ذکر تھا جو ریحان کو تلاش کرنا تھا۔ ریحان نے کتاب بند کی اس نے ایک درخت دیکھا اور جب اس کے نزدیک گیا تو اس کو وہ درخت سائے کی طرح لگا جو ہوا میں ہی لہرا رہا تھا ریحان نے جیسے ہی اس کو ہاتھ لگایا تو ریحان کا ہاتھ اس کے آرپار ہو گیا جیسے وہ درخت نہیں دھواں ہو۔ اس نے پھر سے اس کو ہاتھ لگایا اور پھر اس کا ہاتھ درخت کے آرپار ہو گیا وہ یہ سب کچھ ایک خواب لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی خواب میں ہو۔ خیر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا اس نے ٹارچ جلانا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ اندر آتے ہی اس کا سامنا ایک بدروح سے ہو گیا تھا جو شیطانی آتما تھی۔ مگر اس نے اس پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا تھا اور چپ چاپ وہاں سے نکل گیا تھا۔ اب وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ ریاست بدروحوں کی ہے جس سے لڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اس نے اپنی دوسری طاقت کے بارے میں ہی اس کتاب میں پڑھا تھا جو برف کی طاقت تھی مگر اسے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ خیر وہ ایک بت سے پتھر کے سامنے رکا پتھر بھی اسی طرح ہی ہوا میں لگ رہا تھا جیسے وہ لہرا رہا ہو۔ اس نے اس کو بھی ہاتھ لگا کر دیکھا مگر وہ پتھر بھی ایک دھوئیں کی شکل میں تھا جس پر سے ریحان کا ہاتھ آرپار ہو گیا تھا۔ اب ریحان سمجھ چکا تھا کہ یہ پوری ریاست ہی روحوں کی ہے چاہے وہ پتھر ہو یا درخت یا جو بھی چیز ہو وہ سب ہی اسی طرح دھوئیں سے ہی بنا ہوا ہوگا۔ غرض اس کی ہر چیز روح کی طرح ہے۔ جس کو ہاتھ لگایا نہیں جا سکتا تھا۔ ریحان نے تھکاوٹ محسوس کی اور اپنے اردگرد حصار کھینچ کر اس میں لیٹ گیا اور تھکاوٹ کی وجہ سے اس کو جلد ہی نیند آگئی۔

تبھی لڑکیوں کو بھی یہ پتہ چل چکا تھا کہ اس کی ہر چیز دھوئیں کی شکل میں ہے جس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے صرف دیکھا جا سکتا ہے۔ ان سب کو یہ ریاست خواب لگ رہی تھی جیسے وہ سب ہی خواب دیکھ رہے ہوں اس پر حنا بولی۔

ہمارا ادھر ادھر جانا بےکار ہے۔ ہم یہاں کی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے ہیں تو اس کے اندر کیسے جائیں گے۔ اس لیے ہم سب کو یہیں پر ہی صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔ حنا کی اس بات پر موزین نے کہا۔

بات تو تمہاری ٹھیک ہے ہمیں یہاں پر ہی صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔ اور اس کے لیے ہمیں یہیں پر ہی پہرہ دینا ہوگا کیونکہ۔ ہم پوری رات ایسے جاگ کر نہیں گزار سکتے اس لیے سیمرن اور حنا تم دونوں سو جاؤ میں اور عالیہ پہرہ دیں گی۔ اور آدھی رات کے بعد سیمرن اور حنا تم دونوں پہرہ دیں گی میں اور عالیہ سو جائیں گی۔

ٹھیک ہے ہم سو جاتی ہیں اور پھر دونوں سو گئیں۔ عالیہ اور موزین پہرہ دینے لگی اسی طرح جوں جوں رات گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی توں توں ہر طرف شور کی آوازوں کا سلسلہ بھی تیز ہوتا جا رہا تھا کبھی آتماؤں اور بدروحوں کے قہقہوں سے ماحول میں خوف ہی خوف پھیلا ہوا تھا۔ عالیہ کا خوف سے برا حال تھا نہ تو کوئی دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی اسے سکون مل رہا تھا۔ ظاہری وجود تو ٹھیک تھا مگر یہ

محبت کو سنبھالنا بڑا دشوار ہے کیونکہ
محبت نرم و نازک اور بڑی حساس ہوتی ہے
محبت میں کوئی لیلیٰ، کوئی مجنوں اور دیوداس ہے کوئی
محبت کب کہاں ہر کسی کو راس ہوتی ہے
روبینہ اسلم سکھیرا اباکیٹن شریف

آر بیوفا

آر محبت کا مجھ پہ الزام ہی صحیح
میں با وفا ہوں تو بے وفا ہی صحیح
نہ اتر سکے تیرے وعدہ پہ ہم آر
اگر نفرت ہے تو نفرت ہی صحیح
ساتھ رہ کر بھی دل نہ ملے آر
تو میں تیرے بغیر تنہا ہی صحیح
آخر کب تک رہے گی یہ ناراضگی آر
تو بول یا نہ بول مجھ کو تیری نفرت ہی سہی
آر بے وفا کوئی نشانی تو دے دیجے
تو میں نشانی کو دیکھ کر جیتا تو سکوں
حنیف۔ذالہ بسمہ

غزل

ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
یہاں پیار کرنا بھی چھوڑنا پڑے گا
رشتہ جدائی سے جوڑنا پڑے گا
خوش رہنا اگر ہے دل توڑنا پڑے گا
ہم نے منہ حسینوں سے موڑنا پڑے گا
ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
ساگر آس محمد۔قصور

غزل

ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
پہلے خوش تھا بہت ہی وہ ہم سے
اب وہ نفرت بھی کرنے لگا ہے
ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
یار کا دل بدلنے لگا ہے
ہم نے اس کو بھلانا بھی چاہا
بے وفا یاد آنے لگا ہے
ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
یار غیروں سے ملنے لگا ہے
ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
ساگر آس محمد۔قصور

غزل

شام کے وقت دیا کوئی جلایا ہوتا
اپنی امید کو راستہ کوئی دکھایا ہوتا
ٹوٹنے پاتا نہ اس طرح محبت کا بھرم
اپنی آنکھوں میں کوئی خواب سجایا ہوتا
میرے زخموں کا فراز ابھی تبھی ہو جاتا
اس نے اگر پیار سے مجھے سینے سے لگایا ہوتا
میرے زخموں کا مقدر بھی سنوار جاتا
اس نے مرہم جو بھی ان پہ لگایا ہوتا
راہ الفت میں فقط ٹھوکریں ابرار کیوں کھاتا
اس نے دروازہ خوشیوں کا دکھایا ہوتا
اپنے مرنے کی قسم کھاتا ابرار کیوں آخر
تم نے وعدہ پیار کا نبھایا ہوتا
راجہ ابرار ودھی۔بہر منڈی گاؤں خواص

غزل

گلی تیری سے گزرتے ہی
تیرا حال جاننے کو دل کرتا ہے
بیتے دنوں کی یاد میں
جگہ تھا، ملنے کو دل کرتا ہے
آزاد خیال تھا خیال میرا
پہ چاہتوں کے پہریداروں نے
باد صبا کو محکوم رکھا ہے ہر دم
تنہائیوں کے اندھیروں میں
چاہتوں کے دیے جلانے کو دل کرتا ہے
جانے والے سے پوچھتی میرا حال کیوں
کبھی خود کو گزر دیدار جو تیرا دل کرتا ہے
لیکن ہر گزرتے والی رات کی طرح
ہم ابھی خاموش رہنے کو دل کرتا ہے
رانا عامر علی۔فتح پور

کہہ دیا اس پر موزین نے کہا۔

اب تم سو جاؤ۔ ویسے بھی صبح ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں جاگ کر گزاروں گی۔ اس کی بات سن کر وہ لیٹ گئی اور پھر جلد ہی وہ سو گئی۔ موزین نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ اگر میں جاگ نہیں جاتی تو پتہ نہیں سمیران کا اب کیا حال ہوتا۔ اسی طرح یہ رات بھی گزر گئی۔ اب صبح ہو چکی تھی سورج دھیرے دھیرے اپنی مدھم روشنی چاروں طرف پھیلا رہا تھا۔ موزین بھی سو چکی تھی سورج کی روشنی سے عالیہ اور حنا کی آنکھ کھل گئی۔ مگر سمیران اور موزین اب بھی سوئی ہوئی تھیں۔ حنا اور عالیہ نے ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ وہ دونوں جانتی تھیں کہ رات وہ سمیران اور موزین کی پہرہ دے رہی تھیں۔ ان دونوں نے اٹھ کر جب چاروں طرف دیکھا تو ان دونوں کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ اس ریاست کی ہر چیز سمندر کی لہروں کی طرح جھوم رہی تھیں جیسے سب چیز یہی ایک دھواں ہو اس ریاست کے ہر چیز درخت پودے گھاس اور بڑے بڑے محل تھے اس ریاست میں وہ بھی ایک خواب یا ہوا کی طرح تھے جس کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اور اس کو دھوئیں کی طرح مٹایا بھی نہیں جا سکتا تھا دور دور تک کسی جاندار وجود کا نام و نشان بھی نہ تھا عالیہ اور حنا کو دن میں بھی اس بدروحوں کی ریاست سے خوف آ رہا تھا تھوڑی دیر میں سمیران اور موزین بھی نیند سے بیدار ہو چکی تھیں اور یہ سب دیکھ کر وہ دونوں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکیں موزین یہ سب کیا ہے مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا جیسے ہم اب بھی خواب میں ہی ہو سمیران نے ایک پھول کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا جس سے اس کا ہاتھ پھول کے اس پار ہو گیا۔

ہاں سمیران یہ واقعی ہی میں ایک خواب کی طرح لگ رہا ہے۔ میں نے کبھی زندگی میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایسے عجیب و غریب دنیاؤں کو بھی دیکھنا پڑے گا موزین نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عالیہ بولی۔ ماں کی ریاست ہے ایسا لگ رہا ہے جیسے اس کی ہر چیز دھوئیں سے بنائی گئی ہو حنا نے بھی سوال کر دیا۔ دور دور تک کسی جاندار کا نام و نشان نہیں دکھائی دے رہا ہے اور وہ جنوب کی جانب محل وہ بھی ایک دھوئیں کی شکل میں ہی دکھائی دے رہے ہیں۔

آؤ ہمیں اب ریحان کی تلاش کرنی ہے پتہ نہیں وہ کہاں پر ہو گا۔ موزین نے اپنی کالی چادر بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ سب نے اپنا اپنا سامان تیار کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے سب کے دل دھڑک رہے تھے کہ اگر ریحان سامنے آئے گا تو ان سے کیا کہیں گے۔ اس کا سامنا ہم کیسے کریں گے خیر وہ تو وقت ہی بتائے گا۔ ابھی تو اسے ریحان کو تلاش کرنا تھا سمیران کا دل بھی زوروں سے دھڑک رہا تھا اس کے ہاتھ پاؤں ابھی سے کانپ رہے تھے کیونکہ اس کے لیے ریحان ہی اب سب کچھ ہو گیا تھا اور آج وہ اس کا سامنا کرنے جا رہی تھی جیسے صدیوں سے وہ ان سے ملی نہ ہو۔ اس کے دل میں ریحان کے لیے محبت ایک پیاس بن چکی تھی۔ جیسے پیاسا پانی کے لیے تڑپتا ہو اسی طرح سمیران کے دل میں بھی ریحان کے لیے محبت پیاس کی حیثیت رکھتی تھی ان سب نے اپنا سفر شروع کر دیا تھا اور ان سب کا رخ ان محلوں کی طرف تھا کئی میلوں کے سفر کے بعد وہ بھی ان محلوں کے قریب پہنچ چکی تھیں وہ انتہائی بڑے اور حد سے بھی زیادہ اونچے محل تھے۔ جن کے اندر سے بدروحوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں سمیران نے

میری دھڑکنوں کے قریب تھے میری چاہ تھے میری آس تھے
میرا خواب تھے وہ جو روز شب میرے پاس تھے
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
بے نام، لا پتہ

غزل

کب تک اس کے خیالوں میں زندگی کٹے گی
شہنائی بجی جب تو رہتی سانس بھی مر نے گی
اس وقت کیا بیتے گی میرے دل پہ رزاق
ہنسی خوشی سے جب اس کی ڈولی اٹھے گی
سوچتا ہوں وقت صبر مجھے کو سہارا دے گا
میرے ارمانوں کی جب بارات لٹے گی
وہ مجھے نہ بھی مل سکا تو دعا دوں گا
دنیا میرے صبر کے قصے کر لے سنے گی
روز نکل جاتا ہوں بکھرے پتوں کی طرح
مجھے دیکھ کر شاید وہ کچھ تو کہے گی
شام و سحر روتا ہوں یہ سوچ کر ساجد
میری زندگی کی شمع جانے کہاں بجھے گی
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ
چاند کی طرح تنہا ہوتے ہیں
کوئی خیال آئے تو تب سوتے ہیں
خوش خیالی میں جانے خود کو
آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ملتا
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں
مرزا محمد ساجد شریف، چکوال

غزل

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو
رو رو کے انہی راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
ہنس ہنس کے انہی راہوں میں اپنایا تھا اک بیگانے کو
اپنے ساتھ نہ گزریں گے ہم لیکن وادی فضا کی
دہراتی رہے گی برسوں بھولے ہوئے فسانے کو
تم اپنی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے مرنے کی سزا پانے کو
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

آگ لہرا کے چلی ہے اسے آنچل کر دو
تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کر دو
چاند سا مصرعہ اکیلا ہے میرے کاغذ پہ
چھت پہ آ جاؤ میرا شعر مکمل کر دو
میں تمہیں دل کی سیاست کا ہنر دیتا ہوں
اب اسے دھوپ بنا دو مجھے پاگل کر دو
اپنے آنگن کی اداسی سے ذرا بات کرو
نیم کے سوکھے ہوئے پیڑ کو صندل کر دو
تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا
یا یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

مجھے ترک تعلق سے وفائیں روک لیتی ہیں
منا کر روٹھ جانے کی ادائیں روک لیتی ہیں
بچھڑ کے دور میں تم سے کب کی جا چکی ہوتی
مگر پھر لوٹ آؤ کی صدائیں روک لیتی ہیں
وہ میرے کام ہوا کے سنگ سندیسے بھیجتا ہو گا
سندیسے مجھ سے جل جل کر ہوائیں روک لیتی ہیں
میں نادان ہوں کبھی آفت مجھے چھو کر نہیں گزری
ہر آفت کو میری ماں کی دعائیں روک لیتی ہیں
محمد سلیم انجم، ڈیرہ غازی خان

غزل

محبوب کا پیار نہ ملا کچھ غم نہیں
اسے محبوب کا غم پیار سے کم نہیں
وہ میری رگ جاں میں سمائے رہتے ہیں
ہم نے کبھی نہ سوچا کہ تنہا ہم نہیں
وہ خوش رہے غیروں کے سنگ سہی
ہم کبھی نہ کہیں گے وہ میرے صنم نہیں
ان کی یادوں کے سہارے زندہ ہوں
کیا یہ ان کا مجھ پہ کرم نہیں
وہ ہم سے بھولے یا نہ بھولے طاہر
وہ ہے میرے سامنے یہ کوئی کم نہیں
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

زخم سفر ہے محترم

زخم سفر ہے محترم

ہوئے کہا۔ کہ وہ بھی بت بن گئی تھی ایسے کھڑی تھیں جیسے ان کے جسموں سے روح کو نکال لیا گیا ہو۔ سب کی آنکھیں ایسے کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں کیونکہ ان سب کے سامنے اور کوئی نہیں ریحان ہی کھڑا تھا۔ جو خود بھی ان سب کو دیکھ کر بت بن گیا تھا۔ اور اس نے جو کھانے کا سامان اکٹھا کیا ہوا تھا وہ بھی گر گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ پانچوں آپس میں دیکھتے رہے۔ ریحان کی نظر جیسے ہی سیمرن سے ٹکرائی سیمرن کی آنکھوں میں سارے جہاں کے آنسو آ گئے تھے۔ صرف سیمرن ہی نہیں اس کی بہن موزین بھی اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی۔ اور عالیہ۔ حنا کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ وہ بھی ابھی تک چپ تھے کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا آخر ریحان خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے ہی دل میں بولا۔ اتنا بھی نہیں جانتے یہ صرف نظروں کا دھوکہ ہے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ ان آتماؤں کی چال ہے ان سب کے ذریعے وہ مجھے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ آنکھیں کھولو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتی کہ یہاں اتنی دور تک سب کیسے آ سکتی ہیں اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ ایک بار دروازہ بند ہو جائے تو وہ دوبارہ نہیں کھلتا۔ یہ وادی مرگ کا قانون ہے اب دیر مت کرو اپنی تلوار نکالو اور ان سب کو ختم کر دو۔ ریحان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اس نے تیزی سے اپنی تلوار نکالی اور ان سب کی طرف بڑھنے لگا جسے دیکھ کر عالیہ اور حنا تو ڈر کے مارے پیچھے کو ہٹ گئیں۔ ان دونوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ریحان نے ہم کو مارنے کے لیے تلوار نکالی ہے۔ اس پر موزین نے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

ریحان ہوش میں آؤ یہ تم کیا کر رہے ہو۔

ریحان بولا۔ میں جو بھی کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں جو تم بدروحیں مجھ سے جیت نہیں پاؤ گی۔ تو میری بہن کا اور ان سب کے چہروں کا سہارا لیا مگر میں اتنا بھی بے وقوف نہیں ہوں کہ تم سب پہ یقین کروں اور یہ مان لوں کہ تم میری بہن ہو اب تم سب کی ایک ہی سزا ہے اور وہ ہے موت۔ ریحان نے غصے سے کہا اور ان دونوں کے نزدیک گیا اس پہ موزین نے بھی اپنی تلوار نکالی اور خود کو بچانے کے لیے جبکہ سیمرن اپنی جگہ پر ابھی بھی بت بنی تھیں۔ ریحان میں تمہاری بہن ہوں موزین نے کہا۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ریحان نے اس پر وار کر دیا۔ جس کو اپنی تلوار سے موزین نے روکا۔ جس سے ہزاروں کی تعداد میں چنگاریاں نکلنے لگیں۔ ریحان کی تلوار میں بہت طاقت تھی جس سے موزین زمین پر گر گئی۔ جس سے عالیہ اور حنا کے منہ سے چیخ بلند ہوئی۔ موزین۔ ن۔ ان۔ مگر ریحان کو اب بھی یقین نہیں تھا کہ وہ پھر سے موزین کی طرف بڑھنے لگا۔ موزین زمین سے اٹھی اور پھر سے اس نے ریحان سے کہا۔

ریحان ہوش میں آؤ ہم کوئی بدروحیں نہیں ہیں ہم تمہارے پیچھے پیچھے پہلی ریاست سے لے کر تیسری ریاست میں پہنچی ہیں۔ ہم تمہیں بتانے ہی والی تھیں کہ جو یہ ریاست ہے مگر موزین نے اتنا ہی کہا تھا کہ ریحان نے ایک اور وار اس پر کیا جس کو موزین نے اپنی تلوار سے پھر روکا۔ ریحان تم اپنی بہن کو نہیں پہچانتے ہو۔ اگر ہم بدروحیں ہوتیں تو تم پر حملہ آور ہوتیں۔ ان دونوں کی طرح ڈر سے کانپ نہیں رہی ہوتی۔ اور بدروحوں پر تم وار نہیں کر سکتے اس پر تمہارا وار خالی جانے کا تمہاری تلوار ہے اور میری تلوار

جاگتی آنکھیں
سپنوں کی دہلیز سے اپنے ریزہ ریزہ خواب اٹھاتے

بے نام لاپتہ

غزل

وہ دیتے رہے سزا بھی جدائی کے ساتھ
ہم کرتے رہے وفا بھی رسوائی کے ساتھ
کریں ہجر کا شکوہ تو کس سے کریں یہاں
سب لوگ غمزدہ ہیں پھر سودائی کے ساتھ ساتھ
کچھ یوں اپنے زخموں کا علاج کیا ہم نے
بھربھر کے جام پیتے رہے دوا کے ساتھ ساتھ
آنکھوں نے اسی طرح ان کا ذکر کیا اے دوست
نیندیں بھی لے گیا وہ بینائی کے ساتھ ساتھ
لکھے جو اے لیڈر وہ بھی رنگ نہ لاسکے
ناحق خون بہایا سیاہی کے ساتھ ساتھ
ہماری زندگی کا یوں خاتمہ کیا کنول نے
کہ دیتے رہے زہر بھی دوائی کے ساتھ ساتھ
کتنا خوش نصیب شخص وہ ہے اے منو
جو ڈولی میں لے گیا شہنائی کے ساتھ ساتھ
فضل عباس منو، گجرات

غزل

آتش شوق میں جل جائے مگر افسانہ نہ کرے
ذکر محبوب بھی عاشق کی زباں ہوتا ہے
ہم بہاروں کی تمنا میں بہت ڈھونڈ چکے
جس کو دیکھا وہی اندر سے خزاں ہوتا ہے
میر بیارے میں کبھی سوچ کبھی غرور تو کیا
جیسے میں یوں بھی بے نام و نشاں ہوتا ہے
غم کا افسانہ جو چپ رہ کر بیان ہوتا ہے
دل پر احساس محبت بھی ان ہوتا ہے
محمد کامران ریاض، جھنگ

غزل

ان کی گلی سے گزر گئے تو محبت ہو جائے گی
اگر وہ سامنے آئے تو قیامت آجائے گی
ان سے کہہ دو کہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں
جب ہم ان کی گلی سے گزر بھی گئے وہ ہم سے گلہ کریں
ان سے کہہ دو کہ سامنے نہ آیا کریں ان سے
محبت ہو جائے گی جب وہ ہمیں دیکھے گے تو گلہ کریں

جب وہ ہمارے نزدیک آئے گے تو ہم ان کو
آنکھوں کی تعریف کریں گے جب آنکھ
حد سے زیادہ چاہے گے جب ان کو
پتہ چلے گا تو وہ ہم سے گلہ کریں گے
ان سے کہہ دو کہ وہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں
صائمہ نورین، ڈنگہ

غزل

کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو
مجھے اس حال میں کس کے سہارے چھوڑ جاتے ہو
اللہ کا واسطہ دے کر منا لوں دور ہو لیکن
تمہارا راستہ میں روک لوں مجبور ہوں لیکن
کہ میں چل بھی نہیں سکتا اور تم دوڑ جاتے ہو
میرے دل سے نہ لو بدلہ زمانے بھر کی باتوں کا
ٹھہر جاؤ ذرا مہمان ہوں میں چند راتوں کا
چلے جانا کس لئے منہ موڑ جاتے ہو
او کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو
نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

غزل

وفا جن سے کی بے وفا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
جو کہتے تھے ہم کو صدا ہیں تمہارے
زمانے میں سب سے جنہیں ہم تھے پیارے
وہی آج ہم سے جدا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
وہ اتنا بتا دیں کبھی پاس آ کے
ملا ہے انہیں کیا ہمیں یوں ستا کے
خطا کیا تھی جو خفا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
میرے سامنے بھی اگر اب وہ آئیں
نہ دیکھیں گی ان کو یہ بے بس نگاہیں
وہ جن کے لئے ہم فنا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

راستوں کی مرضی ہے

مجھے تم سے تو یہ امید نہیں تھی حنا اور عالیہ سے تو میں گلا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں نادان ہیں اس لیے میں نے تو اسے معاف کر دیا ہے مگر تم دونوں کو میں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔ تیمرن کا اتنا سننا تھا کہ اس کے سارے خواب جو اس نے ریحان کے لیے دیکھے تھے ایک پل میں خاک بن گئے اور اس کا دل ڈوبتا چلا گیا۔ اس پر موزین بھی غصہ ہوئی اور ریحان سے غصے سے کہا۔

ٹھیک ہے تم ہمیں معاف نہیں کرو گے ٹھیک ہے مگر تمہیں مجھے اب میرے سوالوں کے جواب تو دینے ہوں گے۔

کون سے سوال۔

یہ تم پوچھتے ہو کہ کون سے سوال۔ معافی تو تم کو مجھ سے مانگنی چاہیے اتنے سالوں سے تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ سب تم جانتے تھے کہ کوئی طاقت صرف تم میں ہی نہیں آئی تھی مجھ میں بھی ہے مگر تم نے مجھے ایک بار بھی نہیں کہا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ لڑکیاں بے وقوف ہوتی ہیں کمزور ہوتی ہیں اور تمہیں کیا پتہ تھا کہ مجھے اس بات کا پتہ نہیں چلے گا۔ کہ مجھ میں بھی اتنی ہی طاقت ہے جتنی تم میں ہے۔ اور تم کیا سمجھتے تھے کہ ابو کا ادھورا خواب صرف تم ہی پورا کر سکتے ہو۔ نہیں ایسا نہیں ہے تم نے سوچ بھی کیسے لیا تھا۔ تیمرن نے بار بار موزین کو خاموش رہنے کو کہا۔ مگر وہ کہاں چپ ہونے کا نام بھی نہیں لے رہی تھی اور اب پتہ چلا کہ لڑکیاں کمزور نہیں ہیں اور تمہیں کیا لگا کہ وہ دونوں پہاڑ سے ندیاں کی عام سے جانوروں نے بنائی تھیں آگ اور پانی کا وہ ملاپ اتنی آسانی سے ہوا تھا وہ ہم نے کیا تھا اور ہاں تیسری ریاست کے اندر جانے کے لیے آدمی کے ذریعے تم تک پہنچایا تھا وہ بھی تیمرن نے ہی آدمی کے ذریعے تم تک پہنچایا تھا۔ اور بھی کچھ سننا چاہتے ہو تم۔ موزین یہ آخری الفاظ چیخ کر کہے۔ جس پر تیمرن نے ان سے کہا موزین خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ یہ سب باتیں سن کر ریحان کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ اور خاموش کھڑا رہا۔ جیسے اسے اب بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔ کہ موزین یہ سب باتیں کیسے جان پائی ہے۔ اور اتنا خطرناک ان سب نے کیسے کیا۔ ریحان نے آخر میں صرف یہ کہا وہ موزین میرے اتنے سالوں کی پرورش میرے پیار کا یہ صلہ دیا ہے تم نے۔ بہت خوب اس کے ساتھ ہی ریحان وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حنا اور عالیہ نے ان کو آواز دی مگر وہ دور کہیں پر بیٹھ گیا۔ جبکہ تینوں یہاں بھی پریشان ہو گئیں۔ کہ یہ سب آخر ہوا کیا ہے تم نے تو یہ خواب میں بھی نہیں سوچا تھا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حنا اور عالیہ نے وہ کھانے کا سامان اٹھایا جو ریحان نے لایا تھا اور کھانا تیار کرنے لگی جبکہ تیمرن اب بھی موزین کو دلاسہ دے رہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

نہیں تیمرن میرے ساتھ جو اس نے کیا سو کیا مگر اس نے تمہارا دل کیوں دکھایا اس پر مجھے غصہ آیا تم اس کے لیے کتنی سب چین تھی مگر اس نے ایک پل میں ہی تمہاری خوشی خاک میں ملا دی۔

نہیں موزین میں ان سے ناراض نہیں ہوں بس جو ہوا وہ تو ہونا ہی تھا۔ اب میرے لیے ریحان سے ناراض مت رہو۔ جس پر موزین نے کہا میں کوشش کروں گی اتنے میں عالیہ اور حنا نے کھانا تیار کر لیا تھا اور سب۔ ریحان کے پاس بیٹھیں۔ ریحان وہاں پر بیٹھا ہوا کسی گہری سوچ میں تھا۔ کہ حنا نے ان

غریب آدمی گھر کے آنے پر مجبور ہے اور کسر اس سے ثمن
لاکھ روپے مانگتے ہیں کہاں سے لے آئے تین لاکھ روپے
بے روزگاری بہت ہے اس لئے خودکشیاں شروع ہے
ہر انسان خودکشی کرنے پر مجبور ہے
بزرگوں، سرداروں ذرا سوچ لو ابھی بھی وقت ہے
پرانے رسم و رواج چھوڑ دو لڑکیاں بیچنا بے عزتی ہے
ہر آدمی پٹھانوں کا یہی شکایت کرتا ہے برائے مہربانی ذرا
سوچ لو

فیض اللہ خان۔ گجرات

آزاد نظم

تم نے اپنی چاہتوں کا اقرار مانگا ہے
تو سنو
دل کے سچے جذبے اظہار کے محتاج نہیں ہوتے
یہ تو وہ جذبے ہیں جو جگنو بن کر
آنکھوں میں چمکتے ہیں
ہونٹوں کے نرم گوشوں میں رہ کر
دل میں بستے ہیں
تم مجھ میں اس طرح سمائے ہوئے ہو
کہ جیسے پھول میں خوشبو، تاروں میں چمک
تتلی میں رنگ
میرا تمہارا رشتہ اٹوٹ رشتہ ہے
جسم و جان کا جو جڑا رہے تو زندگی
اور ٹوٹ جائے تو موت
ہاں صرف موت

طاہر سلطی۔ چلیانوالہ اشیشن

ہم مانگتے ہیں

نہ بجلی واٹر گیس نے پھل مانگتے ہیں
حکومت سے شکوہ ہے ہمارا ہم ابراز دو کا حل مانگتے ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
نہ ممبری، شہری نہ کرسی کے عاشق سریت کی ظاہر شکل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
دکھاؤ نہ کاغذ کے پھولوں کا جنت محمد کا گلشن اصل مانگتے ہیں
نفاذ نظام کا رسل مانگتے ہیں
مجاور تے ملاں نوں سنگا سمجھ کر حکمران ان سے وصل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
رشوت کا آج کل طریقہ زکوٰۃ ہے کھلا کر شریعت کا عمل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
یہ سنیوں کا مجمع یہ سنیوں کا لشکر۔ میں واحد نہیں کل کے کل
مانگتے ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
حکومت کی جستجو ہم بھی خدا سے
حسین ابن حیدر کا دل مانگتے ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں
وزیروں، مشیروں کے حق میں سرور خدا سے عقل مانگتے ہیں
نفاذ نظام مرسل مانگتے ہیں

شاہد رحمٰن، آزاد کشمیر

رحمت بیکراں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کوئی مایوس سا بندہ
جب ناامید ہوتا ہے
مسلسل التجاؤں سے تنگ آ کر
بڑے ہی زور سے فریاد کرتا
چیختا اور بلبلاتا ہے
کہ جیسے وہ زمیں پر
اور خدا ہوا آسمانوں میں
تو اس کی رحمت بیکراں کو جوش آتا ہے
بڑے نزدیک سے
وہ بڑے ہی پیار سے
اور
رحمت بھری مسکان سے
اس کو تھپکتا اور اس کی بات سنتا ہے
کہ فریادی کو اپنی چیخ کی شدت
صدا کی بے تکی پر
ندامت ہونے لگتی ہے

سبال ہو، صادق آباد

غزلیں و نظمیں

جیت گیا ہوں

بے بس ہو کر دل ہاتھوں میں نے سوچا
آج میں اس کو فون کروں گا
اور کہوں گا میں نے تم کو لاکھ بھلایا
لوح دل سے نام تمہارا لاکھ مٹایا
لیکن جاناں سچ پوچھو تو
دل کے ہاتھوں ہار گیا میں
آؤ اب کی بار میں تو مر کر بچھڑیں
نمبر اس کا ڈائل کر کے ہمیں
اس کے نرم سے لہجے کی ہیلو سن کر بھی
چپ نہیں ٹوٹی دھڑک کے دل بھی مچلا
کچھ تو بولو لب تو کھولو
کچھ بھی نہ کہہ کر اپنے دل سے ہارا آخر میں جیت گیا ہوں

سید طاہر شاہ تبسم، بلوچستان

میری قسمت کہاں تھی

تو چاہے مجھے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرصت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے کیا خبر ہو
تو سمجھے مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
مگر پالوں ایسی تجھے یہ سعادت کہاں تھی

جو بن جاتا میرا ہمیشہ ہمسفر تو
بھلا ایسی اپنی یہ قسمت کہاں تھی
جسے من کر تو نے نگاہیں جھکالیں
تھا میرا شکایت کہاں تھی

تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا ساگر کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی

محمد ایوب ساگر، ودکن پور

غزل

مسرت مرے چہرے سے عیاں ہوتی ہے
میری جاں پھر تو کیوں پریشان ہوتی ہے
آزمائش میں ہی اے میری دوست
خلوص محبت کی حقیقت عیاں ہوتی ہے
ہجر کی کڑی راتوں میں ہی اکثر
دل کی نگری ہراساں ہوتی ہے
فراق میں جینا تو مشکل ہے بہت
فراق میں موت والی بات لیکن آسان ہوتی ہے
جب جینے سے جی اکتا جائے طاہر
تب زندگی کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتی ہے

طاہر رشید، راولپنڈی

کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے چاؤ سے بڑے مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی پہ چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہکتا جاتا
جب کبھی موڈ میں آکر چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی حدت سے میں دہک سا جاتا
رات کو جب بھی تو نیندوں کے سفر پہ جاتی
مرمریں ہاتھ کا اک تکیہ بنایا کرتی
میں تیرے کان سے لگ کر کئی باتیں کرتا
تیری زلفوں کو تیرے گال کو چوما کرتا
جب بھی تو بند قبا کھولنے لگتی جاناں
اپنی آنکھوں سے تیرے حسن کو خیرہ کرتا
مجھ کو بیتاب سا رکھتا تیری چاہت کا نشہ

نے برف کا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس پر پھونک ماری جس سے کئی بدروحیں برف میں قید ہو کر زمین پر گر گئیں۔ اور موزین نے اگلا منتر آگ والا پڑھا اور جس سے اس کے ہاتھوں سے آگ نکلنی شروع ہو گئی۔ اسی طرح وہاں پر ایک بھیانک مقابلہ شروع ہو گیا۔ تینوں لڑکیوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ آخر موزین میں اتنی طاقت موجود تھی مگر اب تک ہم ان سے انجان رہے ادھر ریحان نے موزین کو لڑتے ہوئے دیکھ کر واپس کا راستہ لیا مگر موزین نے دور سے ہی اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور اس پر حنا نے ریحان کو آواز دی۔

ریحان تم آگے بڑھتے رہو۔ موزین کہہ رہی ہے کہ وہ سنبھال لے گی۔ اتنے میں کچھ بدروحوں نے ریحان پر بھی حملہ کر دیا۔ راستہ نہایت ہی تنگ تھا اس لیے ریحان کو لڑنا مشکل ہو رہا تھا۔ یمرن نے جب ریحان کو بدروحوں کی زد میں آتے ہوئے دیکھا تو موزین کو تیزی سے آواز دی موزین ریحان پر حملہ ہوا ہے اور بدروحیں اسے آگ کے اندر گرانے کی کوشش کر رہی ہیں یہ سن کر اس پر موزین نے جیسے ہی ریحان کو دیکھا وہ بھی سمندر کی طرف بڑھنے لگی اور اس نے بھی برف کا منتر پڑھ کر آگ کے سمندر میں اپنے لیے راستہ بنا لیا۔ اور اس پر جا کر بدروحوں پر حملہ کر دیا جس سے ریحان کا آگے کا راستہ صاف ہو گیا۔ تھا موزین دوبارہ واپس مڑی اور ان سب کی طرف چلی گئی۔ بدروحوں نے تینوں کو مارنے کی دھمکی دی کہ موزین نے ان کو بھی بچا لیا۔ ادھر ریحان نے جیسے ہی ہیرا اپنے ہاتھ میں لیا تو سمندر سے شعلے اٹھنے لگے جو اوپر سے ریحان پر آنے لگے مگر موزین نے بار بار برف کا منتر پڑھ کر ان شعلوں کو ہوا میں ہی برف کا بنا دیا۔ اسی طرح ریحان واپس مڑا مگر ہر طرف ان پر آگ کے شعلوں کی بارش ہونے لگی۔ مگر موزین بڑی بہادری سے ان کو ہوا میں ہی برف کا بنا دیتی اسی طرح ریحان مشکل سے کنارے پر آ گیا دیکھتے ہی دیکھتے وہ سمندر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اب اس میں آگ نہیں پانی تھا۔ ریحان کے آتے ہی سب نے موزین کو خوشی کے مارے گلے سے لگا لیا۔ جس پر موزین نے ریحان کی طرف دیکھتے ہوئے یمرن سے کہا۔

زندگی میں یہ کام اکیلے نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر ریحان نے نظریں جھکا لیں اور وہاں پر بیٹھ گیا اور اپنے بیگ سے جادوئی کتاب نکال لی۔ جس سے ضرورت پڑ رہی تھی۔ وہ دیکھا گیا کہ اب کیا کرنا ہے اس پر حنا نے ریحان سے کہا۔

ریحان اب اس ہیرے کا کیا کرنا ہے۔

ریحان نے کہا۔ اب اس کو توڑنے کے لیے سنہری کلہاڑی تلاش کرنی ہے اس لیے اگر ہم نے کل تک اس کو تلاش نہ کیا تو صبح ہوتے ہی یہ ہیرا واپس چمک اٹھے گا۔ جس سے ہمیں جن کو ختم کرنے کا منتر بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے مجھے جلدی کلہاڑی کو تلاش کرنا ہو گا۔

موزین نے یمرن سے کہا ہمیں نہیں ہم سب کو چلو ہم ان مکھوں کو پہلے ہی دیکھ چکے ہیں ریحان کے اٹھنے سے پہلے موزین آگے کی طرف بڑھ چکی تھی جبکہ ریحان اور حنا ایک ساتھ روانہ ہو گئے عالیہ بھی حنا کے ساتھ تھی جبکہ یمرن اور موزین ایک ساتھ روانہ ہوئیں جاتے جاتے یمرن ریحان کی طرف دیکھ

نے برف کا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس پر پھونک ماری جس سے کئی بد روحیں برف میں قید ہو کر زمین پر گر گئیں۔ اور مورزین نے اگلا منتر آگ والا پڑھا اور جس سے اس کے ہاتھوں سے آگ نکلنی شروع ہوگئی۔ اسی طرح وہاں پر ایک بھیانک مقابلہ شروع ہو گیا۔ تینوں لڑکیوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ آخر مورزین میں اتنی طاقت موجود تھی مگر اب تک ہم ان سے انجان رہے ادھر ریحان نے مورزین کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھ کر واپسی کا راستہ لیا مگر مورزین نے دور سے ہی اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور اس پر حنا نے ریحان کو آواز دی۔

ریحان تم آگے بڑھتے رہو۔ مورزین کہہ رہی ہے کہ وہ سنبھال لے گی۔ اتنے میں کچھ بد روحوں نے ریحان پر بھی حملہ کر دیا۔ راستہ نہایت ہی تنگ تھا اس لیے ریحان کو لڑنا مشکل ہو رہا تھا۔ میرن نے جب ریحان کو بد روحوں کی زد میں آتے ہوئے دیکھا تو مورزین کو تیزی سے آواز دی مورزین ریحان پر حملہ ہوا ہے اور بد روحیں اسے آگ کے اندر گرانے کی کوشش کر رہی ہیں پیچھے مڑ کر اس پر مورزین نے جیسے ہی ریحان کو دیکھا وہ بھی سمندر کی طرف بڑھنے لگی اور اس نے بھی برف کا منتر پڑھ کر آگ کے سمندر میں اپنے لیے راستہ بنا لیا۔ اور اس پر جا کر بد روحوں پر حملہ کر دیا جس سے ریحان کا آگے کا راستہ صاف ہو گیا۔ تھا مورزین دوبارہ واپس مڑی اور ان سب کی طرف چلی گئی۔ بد روحوں نے تینوں کو گرا کر ہی دم لیا کہ مورزین نے ان کو بھی بچا لیا۔ ادھر ریحان نے جیسے ہی ہیرا اپنے ہاتھ میں لیا تو سمندر سے شعلے اٹھنے لگے جو اوپر سے ریحان پر گرنے لگے مگر مورزین نے بار بار برف کا منتر پڑھ کر ان شعلوں کو ہوا میں ہی برف کا بنا دیا۔ اسی طرح ریحان واپس مڑا مگر ہر طرف ان پر آگ کے شعلوں کی بارش ہونے لگی۔ مگر مورزین بڑی بہادری سے ان کو ہوا میں ہی برف کا بنا دیتی اسی طرح ریحان مشکل سے کنارے پر آ گیا دھیرے دھیرے وہ سمندر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اب اس میں آگ نہیں پانی تھا۔ ریحان کے مڑتے ہی سب نے مورزین کو خوشی کے مارے گلے سے لگا لیا۔ جس پر مورزین نے ریحان کی طرف دیکھتے ہوئے میرن سے کہا۔

زندگی میں ہر کام اکیلے نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر ریحان نے نظریں جھکائیں اور وہاں پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے بیگ سے بڑوں کی کتاب نکال لی۔ جس سے شکتی پڑھ چکے تھے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ آگے کیا کرنا ہے اس پر حنا نے ریحان سے کہا۔

ریحان اب اس ہیرے کا کیا کرنا ہے۔

ریحان نے کہا۔ اب اس کو توڑنے کے لیے سنہری کلہاڑی تلاش کرنی ہے اس لیے اگر ہم نے صبح تک اس کو تلاش نہ کیا تو صبح ہوتے ہی یہ ہیرا واپس چھپ جائے گا۔ جس سے ہمیں جن کو حاصل کرنے کا منتر بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے مجھے جلدی کلہاڑی کو تلاش کرنا ہوگا۔

مورزین نے میرن سے کہا ہمیں نہیں ہم سب کو چلو ہم ان محلوں کو پہلے ہی دیکھ چکے ہیں ریحان کے اٹھنے سے پہلے مورزین آگے کی طرف بڑھ چکی تھی جبکہ ریحان اور حنا ایک ساتھ روانہ ہو گئے عالیہ بھی حنا کے ساتھ تھی جبکہ میرن اور مورزین ایک ساتھ روانہ ہوئیں جاتے جاتے میرن ریحان کی طرف دیکھ

غزلیں و نظمیں

جیت گیا ہوں

بے بس ہو کر دل ہاتھوں میں نے سوچا
آج میں اس کو فون کروں گا
اور کہوں گا میں نے تم کو لاکھ بھلایا
لوح دل سے نام تمہارا لاکھ مٹایا
لیکن جاناں کچھ پوچھو تو
دل کے ہاتھوں ہار گیا میں
آؤ اب کی بار میں تو ہر کر بچھڑیں
نمبر اس کا ڈائل کر کے ہمیں
اس کے نرم سے لہجے کی بیلو سن کر بھی
چپ نہیں ٹوٹی دھڑک کے دل بھی چلا
کچھ تو بولو، لب تو کھولو
کچھ بھی نہ کہہ کر اپنے دل سے بالآخر میں جیت گیا ہوں

سید طاہر شاہ تبسم، بلوچستان

میری قسمت کہاں تھی

تو چاہے مجھے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرصت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے کیا خبر ہو
تو سوچے مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
نہ پالوں ایسی تجھے یہ سعادت کہاں تھی

جو بن جاتا میرا کبھی ہمسفر تو
بھلا ایسی اپنی یہ قسمت کہاں تھی
جسے سن کر تو نے نگاہیں جھکالیں
تھا میرا شکایت کہاں تھی

تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا ساگر کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی

محمد ایوب ساگر، رکن پور

غزل

مسرت مرے چہرے سے عیاں ہوتی ہے
میری جاں پھر تو کیوں پریشان ہوتی ہے
آزمائش میں ہی اے میری دوست
خلوص محبت کی حقیقت عیاں ہوتی ہے
ہجر کی کڑی راتوں میں ہی اکثر
دل کی نگری براساں ہوتی ہے
فراق میں جینا تو مشکل ہے بہت
فراق میں موت والی بات لیکن آسان ہوتی ہے
جب جینے سے جی اکتا جائے طاہر
تب زندگی کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتی ہے

طاہر رشید، راولپنڈی

کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے چاؤ سے بڑے مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی پر چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہکتا جاتا
جب کبھی موڈ میں آکر چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی حدت سے میں دہک سا جاتا
رات کو جب بھی تو نیندوں کے سفر پر جاتی
مرمریں ہاتھ کا اک تکیہ بنایا کرتی
میں تیرے کان سے لگ کر کئی باتیں کرتا
تیری زلفوں کو تیرے گال کو چوما کرتا
جب بھی تو بند قبا کھولنے لگتی جاناں
اپنی آنکھوں سے تیرے حسن کو خیرہ کرتا
مجھ کو بیتاب سا رکھتا تیری چاہت کا نشہ

غریب آدمی گھر کے آنے پر مجبور ہے اور کسر اس سے تین
لاکھ روپے مانگتے ہیں کہاں سے لے آئے تین لاکھ روپے
بےروزگاری بہت ہے اس لئے خودکشیاں شروع ہے
ہر انسان خودکشی کرنے پر مجبور ہے
بزرگوں، سرداروذرا سوچ لو ابھی بھی وقت ہے
پرانہ رسم ورواج چھوڑ دو لڑکیاں بیچنا بے عزتی ہے
ہر آدمی پٹھانوں کا بھی شکایت کرتا ہے برائے مہربانی ذرا
سوچ لو

فیض اللہ خان، گجرات

آزاد نظم

تم نے اپنی چاہتوں کا اقرار مانگا ہے
تو سنو
دل کے سچے جذبے اظہار کے محتاج نہیں ہوتے
یہ تو وہ جذبے ہیں جو جگنو بن کر
آنکھوں میں چمکتے ہیں
ہونٹوں کے نرم گوشوں میں رہ کر
دل میں بستے ہیں
تم مجھ میں اس طرح سمائے ہوئے ہو
کہ جیسے پھول میں خوشبو، ستاروں میں چمک
تتلی میں رنگ
میرا تمہارا رشتہ اٹوٹ رشتہ ہے
جسم و جان کا جو جڑا رہے تو زندگی
اور ٹوٹ جائے تو موت
ہاں صرف موت

طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

ہم مانگتے ہیں

بجلی وہ مرکیس نے چھل مانگتے ہیں
حکومت سے شکوہ ہے ہمارا ہر تراز و کا حل مانگتے ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
نہ ممبری، شہری نہ کرسی کے عاشق سریت کی ظاہر شکل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
دکھاؤ نہ کاغذ کے پھولوں کا جنت محمد کا گلشن اصل مانگتے ہیں
نفاذ نظام کا سل مانگتے ہیں
مجاور تے ملاں نوں سکا سمجھ کر حکمران ان سے وصل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
رشوت کا آج کل طریقہ زکوۃ ہے کھلا کر شریعت کا مل مانگتے
ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
یہ سنیوں کا مجمع یہ سنیوں کا لشکر، میں واحد نہیں کل کے کل
مانگتے ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
حکومت کی جستجو ہم بھی خدا سے
حسین ابن حیدر کا دل مانگتے ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں
وزیروں، مشیروں کے حق میں سرور خدا سے عقل مانگتے ہیں
نفاذ نظام ہر سل مانگتے ہیں

شاہد رحمن، آزاد کشمیر

رحمت بیکراں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کوئی مایوس سا بندہ
جب ناامید ہوتا ہے
مسلسل التجاؤں سے تنگ آ کر
بڑے ہی زور سے فریاد کرتا
چیختا اور بلبلاتا ہے
کہ جیسے وہ زمیں پر
اور خدا ہوا آسمانوں میں
تو اس کی رحمت بیکراں کو جوش آتا ہے
بڑے نزدیک سے
وہ بڑے ہی پیار سے
اور
رحمت بھری مسکان سے
اس کو تھپکتا اور اس کی بات سنتا ہے
کہ فریادی کو اپنی چیخ کی شدت
صدا کی بےیقینی پر
ندامت ہونے لگتی ہے

سبال سہو، صادق آباد

مجھے تم سے تو یہ امید نہیں تھی حنا اور عالیہ سے تو میں گلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں نادان ہیں اس لیے میں نے تو اسے معاف کر دیا ہے مگر تم دونوں کو میں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔ سمیرن کا اتنا سننا تھا کہ اس کے سارے خواب جو اس نے ریحان کے لیے دیکھے تھے ایک پل میں خاک بن گئے اور اس کا دل ڈوبتا چلا گیا۔ اس پر موزرین بھی غصہ ہوئی اور ریحان سے غصے سے کہا۔

ٹھیک ہے تم ہمیں معاف نہیں کرو گے ٹھیک ہے مگر تمہیں مجھے اب میرے سوالوں کے جواب تو دینے ہوں گے۔

کون سے سوال۔

پھر تم پوچھتے ہو کہ کون سے سوال۔ معافی تو تم کو مجھ سے مانگنی چاہیے اتنے سالوں سے تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا جب تم جانتے تھے کہ ابو کی طاقت صرف تم میں ہی نہیں آئی تھی مجھ میں بھی ہے مگر تم نے مجھے ایک بار بھی نہیں کہا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ لڑکیاں بے وقوف ہوتی ہیں کمزور ہوتی ہیں اور تمہیں کیا پتہ تھا کہ مجھے اس بات کا پتہ نہیں چلے گا۔ کہ مجھ میں بھی اتنی ہی طاقت ہے جتنی تم میں ہے۔ اور تم کیا سمجھتے تھے کہ ابو کا ادھورا خواب صرف تم ہی پورا کر سکتے ہو۔ میں نہیں ایسا نہیں ہے تم نے سوچ بھی کیسے لیا تھا۔ سمیرن نے بار بار موزرین کو خاموش رہنے کو کہا۔ مگر وہ کسی کے چپ ہونے کا نام بھی نہیں لے رہی تھی اور اب پتہ چلا کہ لڑکیاں کمزور نہیں ہیں اور تمہیں کیا لگا کہ وہ دونوں پہاڑ سے ندیاں کی طرف سے جانوروں نے بھاگ کر تمہیں آگ اور پانی کا دودھ لا کے اتنی آسانی سے ہو گیا تھا وہ ہم نے کیا تھا اور وہاں تیسری ریاست کے اندر جانے کے لیے آدمی کے ذریعے تم تک پہنچایا تھا وہ بھی سمیرن نے ہی آدمی کے ذریعے تم تک پہنچایا تھا۔ اور بھی کچھ سننا چاہتے ہو تم۔ موزرین یہ آخری الفاظ چیخ کر کہے۔ جس پر سمیرن نے ان سے کہا موزرین خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ یہ سب باتیں سن کر ریحان کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ اور خاموش کھڑا رہا۔ جیسے اسے اب بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔ کہ موزرین یہ سب باتیں کیسے جان پائی ہے۔ اور اتنا خطرناک ان سب نے کیسے کیا۔ ریحان نے آخر میں صرف یہ کہا واہ موزرین میرے اتنے سالوں کی پرورش میرے پیار کا یہ صلہ دیا ہے تم نے بہت خوب اس کے ساتھ ہی ریحان وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حنا اور عالیہ نے ان کو آواز دی مگر وہ دوری کے بیٹھ گیا۔ جبکہ تینوں لڑکیاں بھی پریشان ہو گئیں۔ کہ یہ سب آخر ہوا کیا ہے ہم نے تو یہ خواب میں بھی نہیں سوچا تھا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حنا اور عالیہ نے وہ کھانے کا سامان اٹھایا جو ریحان نے لایا تھا اور کھانا تیار کرنے لگی جبکہ سمیرن اب بھی موزرین کو دلاسہ دے رہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

نہیں سمیرن میرے ساتھ جو اس نے کیا سو کیا مگر اس نے تمہارا دل کیوں دکھایا اس پر مجھے غصہ آیا تم اس کے لیے کتنی بے چین تھی مگر اس نے ایک پل میں ہی تمہاری خوشی خاک میں ملا دی۔

نہیں موزرین میں ان سے ناراض نہیں ہوں بس جو ہوا وہ تو ہونا ہی تھا۔ اب میرے لیے ریحان سے ناراض مت رہو۔ چلیں اب سو، موزرین نے کہا میں کوشش کروں گی او کے عالیہ اور حنا نے کھانا تیار کر لیا تھا اور سب ریحان کے پاس بیٹھیں۔ ریحان وہاں پر لیٹا ہوا کسی گہری سوچ میں گم تھا جب کہ حنا نے ان

جاگتی آنکھیں
سپنوں کی دہلیز سے اپنے ریزہ ریزہ خواب اٹھاتے

بے نام لاپتہ

غزل

وہ دیتے رہے سزا بھی جدائی کے ساتھ
ہم کرتے رہے وفا بھی رسوائی کے ساتھ
کریں ہجر کا شکوہ تو کس سے کریں یہاں
سب لوگ غمزدہ ہیں پھر سودائی کے ساتھ ساتھ
یوں اپنے زخموں کا علاج کیا ہم نے
بھر بھر کے جام پیتے رہے دوا کے ساتھ ساتھ
آنکھوں نے اس طرح ان کا ذکر کیا اے دوست
نیندیں بھی لے گیا وہ بینائی کے ساتھ ساتھ
لکھے جو اسے لیکن وہ بھی رنگ نہ لا سکے
ناحق خون بہایا سیاہی کے ساتھ ساتھ
ہماری زندگی کا یوں خاتمہ کیا کنول نے
کہ دیتے رہے زہر بھی دوائی کے ساتھ ساتھ
کتنا خوش نصیب شخص وہ ہے اے منو
جو ڈولی میں لے گیا شہنائی کے ساتھ ساتھ

فضل عباس منو۔ گجرات

غزل

آتش شوق میں جل جائے مگر افسانہ نہ کرے
ذکر محبوب ہی عاشق کی زباں ہوتا ہے
ہم بہاروں کی تمنا میں بہت ڈھونڈ چکے
جس کو دیکھا وہی اندر سے خزاں ہوتا ہے
میرے بارے میں کبھی سوچ کبھی غرور تو نہ...
جیسے میں یوں کبھی بے نام و نشاں ہوتا ہے
غم کا افسانہ جو چپ رہ کر بیان ہوتا ہے
دل پر احساس محبت بھی ان ہوتا ہے

محمد کامران ریاض۔ جھنگ

غزل

ان کی گلی سے گزر گئے تو محبت ہو جائے گی
اگر وہ سامنے آئے تو قیامت آجائے گی
ان سے کہہ دو کہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں
جب ہم ان کی گلی سے گزر بھی گئے وہ ہم سے گلہ کریں
ان سے کہہ دو کہ سامنے نہ آیا کریں ان سے
محبت ہو جائے گی جب وہ ہمیں دیکھے گے تو گلہ کریں
جب وہ ہمارے نزدیک آئے گے تو ہم ان کو
آنکھوں کی تعریف کریں گے جب آنکھ
حد سے زیادہ چاہے گے جب ان کو
پتہ چلے گا تو وہ ہم سے گلہ کریں گے
ان سے کہہ دو کہ وہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں

صائمہ نورین۔ ڈنگہ

غزل

کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو
مجھے اس حال میں کس کے سہارے چھوڑ جاتے ہو
اللہ کا واسطہ دے کر منا لوں دور ہو لیکن
تمہارا راستہ میں روک لوں مجبور ہوں لیکن
کہ میں چل بھی نہیں سکتا اور تم دوڑ جاتے ہو
میرے دل سے نہ لو بدلہ زمانے بھر کی باتوں کا
ٹھہر جاؤ ذرا مہمان ہوں میں چند راتوں کا
چلے جانا کس لئے منہ موڑ جاتے ہو
او کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو

نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

غزل

وفا جن سے کی بے وفا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
جو کہتے تھے ہم کو صدا ہیں تمہارے
زمانے میں سب سے جنہیں ہم تھے پیارے
وہی آج ہم سے جدا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
وہ اتنا بتا دیں کبھی پاس آ کے
ملا ہے انہیں کیا ہمیں یوں ستا کے
خطا کیا تھی جو خفا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
میرے سامنے بھی اگر اب وہ آئیں
نہ دیکھیں گی ان کو یہ بے بس نگاہیں
وہ جن کے لئے ہم فنا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے

نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

راستوں کی مرضی ہے

ہوئے کہا۔ کہ وہ بھی بت بن گئی تھی ایسے کھڑی تھیں جیسے ان کے جسموں سے روحوں کو نکال لیا گیا ہو۔ سب کی آنکھیں ایسے کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں کیونکہ ان سب کے سامنے اور کوئی نہیں ریحان ہی کھڑا تھا۔ جو خود بھی ان سب کو دیکھ کر بت بن گیا تھا۔ اور اس نے جو کھانے کا سامان اکٹھا کیا ہوا تھا وہ بھی گر گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ پانچوں آپس میں دیکھتے رہے۔ ریحان کی نظر جیسے ہی سیمرن سے ٹکرائی سیمرن کی آنکھوں میں سارے جہاں کے آنسو آ گئے تھے۔ صرف سیمرن ہی نہیں اس کی بہن موزین بھی اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی۔ اور عالیہ۔ حنا کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ وہ بھی ابھی تک چپ تھے کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا آخر ریحان خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے ہی دل میں بولا۔ اتنا بھی نہیں جانتے یہ صرف نظروں کا دھوکہ ہے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ ان آتماؤں کی چال ہے ان سب کے ذریعے وہ مجھے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ آنکھیں کھولو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتی کہ یہاں اتنی دور تک سب کیسے آ سکتی ہیں اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ ایک بار دروازہ بند ہو جائے تو وہ دوبارہ نہیں کھلتا۔ یہ وادی مرگ کا قانون ہے اب دیر مت کرو اپنی تلوار نکالو اور ان سب کو ختم کر دو۔ ریحان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اس نے تیزی سے اپنی تلوار نکالی اور ان سب کی طرف بڑھنے لگا جسے دیکھ کر عالیہ اور حنا تو ڈر کے مارے پیچھے کو ہٹ گئیں۔ ان دونوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ریحان نے ہم کو مارنے کے لیے تلوار نکالی ہے۔ اس پر موزین نے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

ریحان ہوش میں آؤ یہ تم کیا کر رہے ہو۔

ریحان بولا۔ میں جو بھی کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں جو تم بدروحیں مجھ سے جیت نہیں پاؤ گی۔ تو میری بہن کا اور ان سب کے چہروں کا سہارا لیا مگر میں اتنا بھی بے وقوف نہیں ہوں کہ تم سب پر یقین کروں اور یہ مان لوں کہ تم میری بہن ہو اب تم سب کی ایک ہی سزا ہے اور وہ ہے موت۔ ریحان نے غصے سے کہا اور ان دونوں کے نزدیک گیا اس پر موزین نے بھی اپنی تلوار نکالی اور خود کو بچانے کے لیے جبکہ سیمرن اپنی جگہ پر ابھی بھی بت بنی تھیں ریحان میں تمہاری بہن ہوں موزین نے کہا۔ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ریحان نے اس پر وار کر دیا۔ جس کو اپنی تلوار سے موزین نے روکا۔ جس سے ہزاروں کی تعداد میں چنگاریاں نکلنے لگیں۔ ریحان کی تلوار میں بہت طاقت تھی جس سے موزین زمین پر گر گئی۔ جس سے عالیہ اور حنا کے منہ سے چیخ بلند ہوئی۔ موزین۔ ن۔ ن۔ مگر ریحان کو اب بھی یقین نہیں تھا کہ وہ پھر سے موزین کی طرف بڑھنے لگا۔ موزین زمین سے اٹھی اور پھر سے اس نے ریحان سے کہا۔

ریحان ہوش میں آؤ ہم کوئی بدروحیں نہیں ہیں ہم تمہارے پیچھے پیچھے پہلی ریاست سے لے کر تیسری ریاست میں پہنچیں ہیں۔ ہم تمہیں بتانے ہی والی تھیں کہ جو یہ ریاست ہے مگر موزین نے اتنا ہی کہا تھا کہ ریحان نے ایک اور وار اس پر کیا جس کو موزین نے اپنی تلوار سے پھر روکا۔ ریحان تم اپنی بہن کو نہیں پہچانتے ہو۔ اگر ہم بدروحیں ہوتیں تو تم پر حملہ آور ہوتیں۔ ان دونوں کی طرح ڈر سے کانپ نہیں رہی ہوتی۔ اور بدروحوں پر تم وار نہیں کر سکتے اس پر تمہارا وار خالی جانے کا تمہاری تلوار سے اور میری تلوار

میری دھڑکنوں کے قریب تھے میری چاہ تھے میری آس
تھے
میرا خواب تھے وہ جو روز شب میرے پاس تھے
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

بے نام، لاپتہ

غزل

کب تک اس کے خیالوں میں زندگی کٹے گی
شہنائی بجی جب تو رہتی سانس بھی مر جائے گی
اس وقت کیا بیتے گی میرے دل پر رزاق
ملی خوشی سے جب اس کی ڈولی اٹھے گی
سوچتا ہوں وقت صبر مجھے کو سہارا دے گا
میرے ارمانوں کی جب بارات لٹے گی
وہ مجھے نہ بھی مل سکا تو دعا دوں گا
دنیا میرے صبر کے قصے کر لے سنے گی
روز نکل جاتا ہوں بکھرے پتوں کی طرح
مجھے دیکھ کر شاید وہ کچھ تو کہے گی
شام و سحر روتا ہوں یہ سوچ کر ساجد
میری زندگی کی شمع جانے کہاں بجھے گی
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ
چاند کی طرح تنہا ہوتے ہیں
کوئی خیال آئے تو تب سوتے ہیں
خوش نیانی میں جانے خود کو
آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ملتا
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں

مرزا محمد ساجد شریف، چکوال

غزل

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو
رو رو کے انہی راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
ہنس ہنس کے انہی راہوں میں اپنایا تھا اک بیگانے کو
اپنے ساتھ نہ گزریں گے ہم لیکن وادی فضا کی
دہراتی رہے گی برسوں بھولے ہوئے افسانے کو
تم اپنی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے مرنے کی سزا پانے کو

طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

آگ نیرا کے چلی ہے اسے آنچل کر دو
تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کر دو
چاند سا مصرعہ اکیلا ہے میرے کاغذ پر
چھت پر آجاؤ میرا شعر مکمل کر دو
میں تمہیں دل کی سیاست کا ہنر دیتا ہوں
اب اسے دھوپ بنا دو مجھے پاگل کر دو
اپنے آنگن کی اداسی سے ذرا بات کرو
نیم کے سوکھے ہوئے پیڑ کو صندل کر دو
تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا
یا یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو

طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

مجھے ترک تعلق سے وفائیں روک لیتی ہیں
منا کر روٹھ جانے کی ادائیں روک لیتی ہیں
بچھڑ کے دور میں تم سے کب کی جا چکی ہوتی
مگر پھر لوٹ آؤ کی صدائیں روک لیتی ہیں
وہ میرے کام ہوا کے سنگ سندیسے بھیجتا ہو گا
سندیسے مجھ سے جل جل کر ہوائیں روک لیتی ہیں
میں نادان ہوں کبھی آفت مجھے چھو کر نہیں گزری
ہر آفت کو میری ماں کی دعائیں روک لیتی ہیں

محمد سلیم انجم، ڈیرہ غازی خان

غزل

محبوب کا پیار نہ ملا کچھ غم نہیں
ارے محبوب کا غم پیار سے کم نہیں
وہ میری رگ جاں میں سمائے رہتے ہیں
ہم نے کبھی نہ سوچا کہ تنہا ہم نہیں
وہ خوش رہے غیروں کے سنگ سہی
ہم کبھی نہ کہیں گے وہ میرے صنم نہیں
ان کی یادوں کے سہارے زندہ ہوں
کیا یہ ان کا مجھ پہ کرم نہیں
وہ ہم سے بھولے یا نہ بھولے طاہر
وہ ہے میرے سامنے کوئی کم نہیں

طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

زخم سفر ہے محترم

زخم سفر ہے محترم

غزل

کہہ دیا اس پر موزرین نے کہا۔

اب تم سو جاؤ۔ ویسے بھی صبح ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں جاگ کر گزاراوں گی۔ اس کی بات سن کر وہ لیٹ گئی اور پھر جلد ہی وہ سو گئی۔ موزرین نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ اگر میں جاگ نہیں جاتی تو پتہ نہیں سیمرن کا اب کیا حال ہوتا۔ اسی طرح یہ رات بھی گزر گئی۔ اب صبح ہو چکی تھی سورج دھیرے دھیرے اپنی مدھم روشنی چاروں طرف پھیلا رہا تھا۔ موزرین بھی سو چکی تھی سورج کی روشنی سے عالیہ اور حنا کی آنکھ کھل گئی۔ مگر سیمرن اور موزرین اب بھی سوئی ہوئی تھیں۔ حنا اور عالیہ نے ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ وہ دونوں جانتی تھیں کہ رات کو سیمرن اور موزرین ہی پہرہ دے رہی تھیں۔ ان دونوں نے اٹھ کر جب چاروں طرف دیکھا تو ان دونوں کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ اس ریاست کی ہر چیز سمندر کی لہروں کی طرح جھوم رہی تھیں جیسے سب چیزیں ایک دھواں ہو اس ریاست کے ہر چیز درخت پودے گھاس اور بڑے بڑے محل تھے اس ریاست میں وہ بھی ایک خواب یا ہوا کی طرح تھے جس کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اور اس کو دھوئیں کی طرح مٹایا بھی نہیں جا سکتا تھا دور دور تک کسی جاندار وجود کا نام ونشان بھی نہ تھا عالیہ اور حنا کو دن میں بھی اس بدروحوں کی ریاست سے خوف آ رہا تھا تھوڑی دیر میں سیمرن اور موزرین بھی نیند سے بیدار ہو چکی تھیں اور یہ سب دیکھ کر وہ دونوں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکیں موزرین یہ سب کیا ہے مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم اب بھی خواب میں ہی ہو سیمرن نے ایک پھول کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا جس سے اس کا ہاتھ پھول کے اس پار ہو گیا۔

ہاں سیمرن یہ واقعی ہی میں ایک خواب کی طرح لگ رہا ہے۔ میں نے کبھی زندگی میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایسے عجیب وغریب دنیاؤں کو بھی دیکھنا پڑے گا موزرین نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عالیہ بولی۔ کمال کی ریاست ہے ایسا لگ رہا ہے جیسے اس کی ہر چیز دھوئیں سے بنائی گئی ہو حنا نے بھی سوال کر دیا۔ دور دور تک کسی جاندار کا نام ونشان نہیں دکھائی دے رہا ہے اور وہ بدروحیں کی جانب کل وہ بھی ایک دھوئیں کی شکل میں ہی دکھائی دے رہی ہیں۔

آؤ ہمیں اب ریحان کی تلاش کرنی ہے پتہ نہیں وہ کہاں پر ہو گا۔ موزرین نے اپنی کالی چادر بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ سب نے اپنا اپنا سامان تیار کر لیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے سب کے دل دھڑک رہے تھے کہ اگر ریحان سامنے آئے گا تو ان سے ہم کیا کہیں گے۔ اس کا سامنا ہم کیسے کریں گے خیر وہ تو وقت ہی بتائے گا۔ ابھی تو اسے ریحان کو تلاش کرنا تھا سیمرن کا دل بھی زوروں سے دھڑک رہا تھا اس کے ہاتھ پاؤں ابھی سے کانپ رہے تھے کیونکہ اس کے لیے ریحان ہی اب سب کچھ ہو گیا تھا اور آج وہ اس کا سامنا کرنے جا رہی تھی جیسے صدیوں سے وہ ان سے ملی نہ ہو۔ اس کے دل میں ریحان کے لیے محبت ایک پیاس بن چکی تھی۔ جیسے پیاس پانی کے لیے تڑپتا ہوا اسی طرح سیمرن کے دل میں بھی ریحان کے لیے محبت پیاس کی حیثیت رکھتی تھی ان سب نے اپنا سفر شروع کر دیا تھا اور ان سب کا رخ ان محلوں کی طرف تھا کئی میلوں کے سفر کے بعد وہ بھی ان محلوں کے قریب پہنچ چکی تھیں وہ انتہائی بڑے اور حد سے بھی زیادہ اونچے محل تھے۔ جن کے اندر سے بدروحوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں سیمرن نے

محبت کو سنبھالنا بڑا دشوار ہے کیونکہ
محبت نرم و نازک اور بڑی حساس ہوتی ہے
محبت میں کوئی لیلیٰ، کوئی مجنوں اور دیو داس ہے کوئی
محبت کب کہاں ہر کسی کو راس ہوتی ہے
روبینہ اسلم سکھیرا، اپیاکپتن شریف

بے وفا یاد آنے لگا ہے
ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
یار غیروں سے ملنے لگا ہے
ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
ساگر آس محمد، قصور

آر بیوفا

آر محبت کا مجھ پر الزام ہی صحیح
میں با وفا ہوں تو بے وفا ہی صحیح
نہ اتر سکے تیرے وعدہ پر ہم آر
اگر نفرت ہے تو نفرت ہی صحیح
ساتھ رہ کر بھی دل نہ ملے آر
تو میں تیرے بغیر تنہا ہی صحیح
آخر کب تک رہے گی یہ ناراضگی آر
تو بول یا نہ بول مجھ کو تیری نفرت ہی سہی
آر بے وفا کوئی نشانی تو دے دیتے
تو میں نشانی کو دیکھ کر جیتا تو کم
حنیف ڈالبدامہ

غزل

ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
یہاں پیار کرنا بھی چھوڑنا پڑے گا
رشتہ جدائی سے جوڑنا پڑے گا
خوش رہنا اگر ہے دل توڑنا پڑے گا
ہم نے منہ حسینوں موڑنا پڑے گا
ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
ساگر آس محمد، قصور

غزل

ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
پہلے خوش تھا بہت ہی وہ ہم سے
اب وہ نفرت بھی کرنے لگا ہے
ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
یار کا دل بدلنے لگا ہے
ہم نے اس کو بھلانا بھی چاہا

غزل

شام کے وقت دیا کوئی جلایا ہوتا
اپنی امید کو راستہ کوئی دکھایا ہوتا
ٹوٹنے پاتا نہ اس طرح محبت کا بھرم
اپنی آنکھوں میں کوئی خواب سجایا ہوتا
میرے زخموں کا فراز ابھی تبھی ہو جاتا
اس نے اگر پیار سے مجھے سینے سے لگایا ہوتا
میرے زخموں کا مقدر بھی سنوار جاتا
اس نے مرہم جو بھی ان پر لگایا ہوتا
راہ الفت میں تھا ٹھوکریں ابرار کیوں کھاتا
اس نے دروازہ خوشیوں کا دکھایا ہوتا
اپنے مرنے کی قسم کھاتا ابرار کیوں آخر
تم نے وعدہ پیار کا نبھایا ہوتا
رابعہ ابرار وکھی، چھمنڈی گاؤں خواص

غزل

گلی تیری سے گزرتے ہی
تیرا حال جاننے کو دل کرتا ہے
بیتے دنوں کی یاد میں
جگر تھامنے کو دل کرتا ہے
آزاد خیال تھا خیال میرا
پر چاہتوں کے پجاروں نے
باد صبا کو محکوم رکھا ہے ہردم
تنہائیوں کے اندھیروں میں
چاہتوں کے دیے جلانے کو دل کرتا ہے
جانے والے سے پوچھتی میرا حال کیوں
کبھی خود کو گزر دیدار جو تیرا دل کرتا ہے
لیکن ہر گزرنے والی رات کی طرح
ہم ابھی خاموش رہنے کو دل کرتا ہے
رانا عامر علی، فتح پور

ریحان نے نقشہ نکالا ہوا تھا اور اس میں کسی منتر کا ذکر تھا جو ریحان کو تلاش کرنا تھا ریحان نے کتاب بند کی اس نے ایک درخت دیکھا اور جب اس کے نزدیک گیا تو اس کو وہ درخت سائے کی طرح لگا جو ہوا میں ہی بہہ رہا تھا ریحان نے جیسے ہی اس کو ہاتھ لگایا تو ریحان کا ہاتھ اس کے آر پار ہو گیا جیسے وہ درخت نہیں دھواں ہو۔ اس نے پتھر سے اس کو ہاتھ لگایا اور پھر اس کا ہاتھ درخت کے آر پار ہو گیا وہ یہ سب کچھ ایک خواب لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی خواب میں ہو۔ خیر وہ وہاں سے روانہ ہو گیا اس نے ٹارچ چلانا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ اندر آتے ہی اس کا سامنا ایک بدروح سے ہو گیا تھا جو شیطانی آتما تھی مگر اس نے اس پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا تھا اور چپ چاپ وہاں سے نکل گیا تھا۔ اب وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ ریاست بدروحوں کی ہے جس سے لڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اس نے اپنی دوسری طاقت کے بارے میں ہی اس کتاب میں پڑھا تھا جو برف کی طاقت تھی مگر اسے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ خیر وہ ایک بڑے سے پتھر کے سامنے رکا پتھر بھی اسی طرح ہی ہوا میں لگ رہا تھا جیسے وہ لہرا رہا ہو۔ اس نے اس کو بھی ہاتھ لگا کر دیکھا مگر وہ پتھر بھی ایک دھوئیں کی شکل میں تھا جس پر سے ریحان کا ہاتھ آر پار ہو گیا تھا۔ اب ریحان سمجھ چکا تھا کہ یہ پوری ریاست ہی روحوں کی ہے چاہے وہ پتھر ہو یا درخت یا جو بھی چیز ہو وہ سب ہی اسی طرح دھوئیں سے ہی بنا ہوا ہوگا۔ غرض اس کی ہر چیز روح کی طرح ہے۔ جس کو ہاتھ لگایا نہیں جا سکتا تھا۔ ریحان نے تھکاوٹ محسوس کی اور اپنے اردگرد حصار کھینچ کر اس میں لیٹ گیا اور تھکاوٹ کی وجہ سے اس کو جلد ہی نیند آ گئی۔

سبھی لڑکیوں کو بھی یہ پتہ چل چکا تھا کہ اس کی ہر چیز دھوئیں کی شکل میں ہے۔ جس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے صرف دیکھی جا سکتی ہے۔ ان سب کو یہ ریاست خواب لگ رہی تھی جیسے وہ سب ہی خواب دیکھ رہے ہوں اس پر حنا بولی۔

ہمارا ادھر ادھر جانا بے کار ہے ہم یہاں کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے ہیں تو اس کے اندر کیسے جائیں گے۔ اس لیے ہم سب کو یہیں پر ہی صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔ حنا کی اس بات پر موزین نے کہا۔

بات تو تمہاری ٹھیک ہے ہمیں یہاں پر ہی صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔ اور اس کے لیے ہمیں یہیں پر ہی پہرہ دینا ہوگا کیونکہ۔ ہم پوری رات ایسے جاگ کر نہیں گزار سکتے اس لیے میرن اور حنا تم دونوں سو جاؤ میں اور عالیہ پہرہ دیں گی۔ اور آدھی رات کے بعد میرن اور حنا تم دونوں پہرہ دیں گی میں اور عالیہ سو جائیں گی۔

ٹھیک ہے ہم سو جاتی ہیں اور پھر دونوں سو گئیں۔ عالیہ اور موزین پہرہ دینے لگی اسی طرح جوں جوں رات گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی توں توں ہر طرف شور کی آوازوں کا تسلسل بھی تیز ہوتا جا رہا تھا کبھی آتماؤں اور بدروحوں کے قہقہوں سے ماحول میں خوف ہی خوف پھیلا ہوا تھا۔ عالیہ کا خوف سے برا حال تھا نہ تو کوئی دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی اسے سکون مل رہا تھا۔ ظاہری وجود تو ٹھیک تھا مگر یہ

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

ان شاء اللہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید علمدار حسین نقوی بیٹھا رو رہا تھا کہ ایک کسان سید سردار حسین نقوی کا ادھر سے گزر ہوا سید سردار حسین نقوی پٹواری سید علمدار حسین نقوی چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کیا ہوا جو ایسے رو رہے ہو؟ پٹواری سید علمدار حیدر نقوی نے بتایا۔ میرے بڑے لڑکے سید ابرار حیدر نقوی کا بارٹ فیل ہو گیا ہے۔ دیہاتی کسان سید سردار حسین نقوی بولا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ان شاء اللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

مجلس احباب

انڈیا کے دارالخلافہ دہلی میں ماحول رنگین تھا مجلس احباب جمی ہوئی تھی اور پرلطف باتیں ہو رہی تھیں موہن داس کرم چند گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر بانی تحریک خلافت سے مخاطب ہو کر ازراہ مذاق کہا۔ آپ تین بھائی ہیں ان میں سے دو شاعر ہیں آپ کا تخلص جوہر ہے آپ کے بڑے بھائی گوہر ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی کیا ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ انہیں شوہر کہہ لیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کوٹھی خواب آشیاں بدر باغ میں مالک مکان سٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ ایک دن سٹی مسلم یونیورسٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید

بھول جایا کریں اور دعائیں بھول جایا کروں گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

گپیں

تین بچے واجد ساجد اور زاہد گپیں ہانک رہے تھے پہلا بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو چاروں طرف سے تین شیر آ گئے۔ میری بندوق میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا تم تینوں ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔ وہ تینوں لائن میں کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔ دوسرا بچہ ساجد بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف بندوق کا لائسنس تھا بندوق نہیں تھی میں نے شیر کو لائسنس دکھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔ تیسرا بچہ واجد بولا۔ تم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ بندوق تھی اور نہ لائسنس میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی جو جنگل میں ننگے پھر رہے ہو؟ یہ سنتے ہی وہ شرم کے مارے مر گیا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

بوریا بستر

ایک مرتبہ تحریک خلافت کے بانی مولانا شوکت علی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ہال کے طلبا اور طالبات کے جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔ برطانوی وزیراعظم کہتا ہے ہم یورپ سے ترکوں کو بوریا بستر سمیت نکال دیں گے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالتے وقت بوریا بستر یہیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیزیں ہماری ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

خون

ایک دفعہ وفاقی وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد سے ہندوستان کی آزادی کے سب سے پہلے وزیراعظم جواہر لال

چلا گیا جسے دیکھ کر سبھی خوش ہو گئے ریحان نے ایک بار پھر ان سب کا شکریہ ادا کیا اور سب سے رخصت لے کر اندر چلا گیا ادھر یمرن نے حنا اور عالیہ سے کہا کیوں سب بیوقوف کر کیو کچھ سمجھ میں آیا جبکہ عالیہ اور حنا کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے یمرن اور حنا عالیہ نے شیر اور سب ریاست والوں سے رخصت لی اتنے میں موزرین کو بھی ہوش آ چکا تھا اور وہ نہایت ہی حیران تھی کہ یہ سب کچھ کیسے کیوں اور ہوا اور ریحان کہاں ہے۔

یمرن نے کہا۔ موزرین ہم جیت چکے ہیں وادی مرگ کی دوسری طاقت ختم ہو چکی ہے اور ریحان نے ہی اسے مارا ہے اور وہ ٹھیک ہے جو ابھی ابھی دروازہ کھول کر تیری ریاست میں چلا گیا ہے۔

موزرین بولی۔ تو تم سب نے اس کو روکا کیوں نہیں اس کے ساتھ کیوں نہیں

یمرن بولی وہ ہم تمہیں بعد میں بتائیں گے اب چلو ورنہ دروازہ بند ہو جائے گا۔

موزرین نے بادشاہ سے کہا بادشاہ سلامت راجو کہاں ہے مجھے اس سے ملنا ہے وہ ٹھیک تو ہے شیر نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں موزرین وہ ٹھیک ہے وہ چلا گیا ہے۔

موزرین نے اس کو آواز دی اور کہا راجو میں جب تک زندہ رہوں گی تمہیں نہیں بھولوں گی تم نے جو ہمارے لیے کیا ہے وہ کوئی نہیں کر سکتا تھا اور تمہاری محبت کی ہم یہاں پہ زندہ ہیں

راجو سے ہوئیں موزرین تمہیں خوش ہے۔ میں سب تم سب کا شکریہ اپنی ریاست کو آزادی دلائی اور یہ بھی جو طلسم نے قربان ہوتا ہے وہ دنیا میں خوش نصیب انسان ہوتا ہے وہ جانور ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ہی سب نے راجو کو دی اور شیر سے رخصت لی اور چاروں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جنہیں نے رو کر بھی دروازے کے اس پار سے گئے تھی ریاست والے جانور بھی بے اختیار رو رہے تھے آخر کار دروازہ ایک دھماکے کی آواز سے بند ہو گیا رات ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرے کا راج تھا ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا سب نے ریحان کو ادھر ادھر دیکھا مگر ہر طرف اندھیرے کا راج تھا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ سب مشکل ایک دوسرے کو ہی دیکھ سکتے تھے آخر ریحان اب کہاں چلا گیا ہے نہ ہی روشنی دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی کوئی ہوا کی سرسراہٹ کی آوازیں سے دلوں میں خوف پیدا ہو رہا تھا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ آخر یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں اور کس چیز کی آوازیں ہیں۔

موزرین مجھے تو اس ریاست سے ابھی سے خوف آ رہا ہے۔ عالیہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

موزرین بولی آخر مجھے کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسی کون سی بات ہے جس سے تم سب ریحان سے نہیں مل پائے اور یمرن تم تو بہت بے تاب تھی ریحان کے لیے مگر تم کیوں پیچھے تھی۔

یمرن نے کہا۔ موزرین یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو کہ ہم کیوں ریحان سے نہیں مل پائے تو سنو ایک بات تو یہ کہ تم نے خود بادشاہ سے کہا تھا کہ ریحان کو ہمارے بارے میں پتہ نہیں بتانے۔

موزرین بولی۔ وہ میں نے اس لیے کہا تھا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ ریحان ان پہاڑوں پہ آنے یہ ٹھیک ہے تم نے یہ سوچا تھا مگر دوسری بات یہ ہے کہ جب ریحان سے ملنے کا وقت آیا تو تم تمہاری وجہ سے ان سے نہیں مل پائے کیونکہ تم بری طرح بے ہوش تھی اور اگر ریحان تمہیں اس حالت میں دیکھ لیتا تو

ٹالیاں بجانے لگے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

غیرت

انڈیا کے صوبے یو پی کے ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹوایاں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی ولد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کنیز پنجتنی صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دو ہی کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیسری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تینوں روٹی کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی بھاگتا ہوا ماں سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھا گئے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے کنبوہ مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شائستہ قسم کے فقیر شاہ ولایت نے درخواست کی جو لنگڑا تھا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ میں اپنی ایک ٹانگ کھو چکا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جھلائے ہوئے تھے کیونکہ اسنے نگینہ کی جامع مسجد کے مکتب میں پڑھائی سے جانے پر انکار کر دیا تھا مگر اپنا لہجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ یقین کرو تمہاری ٹانگ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

ماں

✤ ماں جنت کا پھول ہے۔
✤ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔
✤ ماں ٹھنڈی ہوا ہے۔
✤ ماں سر کی چھاؤں ہے۔
✤ ماں گھر کا سکون ہے۔

✤ ماں ..... بیٹے ..... کو سونے ..... ہے۔
✤ ماں ..... فیہ گھر ..... لگتا ہے۔

☆..... سلمیٰ بشیر۔ رابعہ جنگ

قرآنی معلومات

✤ قرآن مجید میں رکوع کی تعداد 550 ہے۔
✤ قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔
✤ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔
✤ قرآن مجید میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چار مرتبہ آیا ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔

☆..... سلمیٰ بشیر۔ رابعہ جنگ

ہم سات آسمانوں کی سیر کر آئے
ہر ستارے سے دوستی کر آئے
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے آئے
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پہ کیسے آئے؟
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور ہی حسین لگتے ہو
بس اسی لئے تم کو خفا رکھا ہے
(ناصر عباسی مری کلر)

بن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
توڑ دیتے ہیں غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

مانا کہ سو عیب ہیں میری ذات میں مگر
کچھ نہیں خدا کی قسم ہم غریب ہیں
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

ہم نے جن پہ غزلیں سوچیں ان کو چاہا لوگوں نے
ہم کتنے بدنام ہوئے تم کتنے مشہور ہوئے
(ناصر عباسی مری کلر)

نظریں مجھ پر جم گئیں وہ مجھ سے اس کے سوالوں کے جواب مانگ رہے تھے اور میں نے ان کو بزرگ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا میں نے بتایا کہ جب مجھے نوکری سے نکالا گیا تو اس دن اس جادوگر نے مجھے مارنے کے لیے پلان تیار کر رکھا تھا کہ رات کو خواب میں مجھے ایک بزرگ ملے انہوں نے مجھے سب کچھ بتا دیا کہ یہ سب کچھ ایک جادوگر کر رہا ہے اور آج وہ مجھے ختم کرنا چاہتا ہے اس کی غلام خونی کلیاں آج مجھے مارنے کے لیے آ رہی ہیں۔ اور میرے جسم کا ڈھانچہ بن جائے گا جس طرح باقی لوگوں کے جسم کا ڈھانچہ بنا ہے لہذا انہوں نے مجھے اس کو مارنے کا طریقہ بھی بتا دیا اور اپنا بچاؤ کرنا بھی۔ اور پھر میں ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہوا اس تک جا پہنچا اور ویسا ہی کیا جو مجھے انہوں نے بتایا تھا۔ میں نے چند لفظوں میں اپنی کہانی ان سب کو سنا دی۔ پھر لوگوں کو اکٹھا کیا گیا اور میں نے ان سب کے سامنے اس انسانی خون کے پیاسے انسان کو رکھا تو انہوں نے ایک ہی بات کی کہ اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے مزید خطرہ ہو سکتا ہے اس کو پھانسی دی جائے اور ہمیشہ کے لیے اس کا نام دنیا سے مٹا دیا جائے اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔ اس کو سب کے سامنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ اور لوگوں میں سکون کی لہر دوڑ گئی اس کے بعد شہر میں کوئی بھی قتل نہ ہوا ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ میں نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی اور آج رات میں گہری اور میٹھی نیند سویا تھا۔ کہ مجھے خواب میں وہی بزرگ ملے انہوں نے مجھے مبارک باد دی اور بتایا یہ کام میں بھی کر سکتا تھا لیکن نہ کر سکا اس کی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ میں زندہ انسان نہیں ہوں۔ بہت عرصہ پہلے مر چکا تھا لیکن میں سب کچھ دیکھ رہا تھا جو یہ کر رہا تھا اور جو جو ہو رہا تھا میں جانتا جا رہا تھا اور میں یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کی موت تمہارے ہی ہاتھوں ہوگی اس لیے میں نے تم کو تلاش کر لیا اور پھر کچھ ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اس کے بعد وہ میرے خواب میں کبھی بھی نہیں آئے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ شکریہ۔

شازیہ کے نام

ہر تمنا کا چہرہ شفق نام تھی
وقت کے ہاتھ میں امن کا جام تھی
زندگی کی صراحی میں تجھے قہقہے
ہر ستارہ یہاں میرا ہم نام تھا
موسم گل میں نغمات جیتے رہے
غنچہ غنچہ نے درد کا جام تھی
میری آنکھیں سدا ور تمنا سے
تیری زلفوں میں بھی کیف ابہام تھی
یہ بھی دیکھا گلستان کے آئین میں
صید کا زخم صیاد کا دام تھی
فقط کاوش سے زندہ رہی زندگی
کس قدر درد احساس کا آرام تھی

نور محمد اسد کاوش۔ سدھوانی

مصباح کے نام

مسکراؤ! بہار کے دن ہیں
گل کھلاؤ! بہار کے دن ہیں
جشن [illegible] چمن [illegible] قدموں پہ
[illegible] بہار کے دن ہیں
ہے نہیں ہے تو [illegible] تم بھی ہیں
پی بھی جاؤ بہار کے دن ہیں
تم سے رونق بہار بھی تھی
تم نہ جاؤ بہار کے دن ہیں
ہاں کوئی واردات کاوش وہ سے
کچھ سناؤ! بہار کے دن ہیں

نور محمد اسد کاوش۔ [illegible]

بھی اگر مجھ سے ٹکرائیں گے تو جل جائیں گے اور ایسا ہی ہو رہا تھا میں بھاگتا جا رہا تھا اور جو سانپ میرے پاؤں کے نیچے دب رہے تھے ان کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ وہ منزل بھی میں نے پار کر لی تھی اب آگے بڑھا تو بھیڑیوں کا ایک غول سے میری طرف لپکا میں نے ان کو دیکھ کر تلوار کو سنبھال لیا اور اس کو لہراتا ہوا آگے بڑھتا جانے لگا جو جو بھی بھیڑ میری تلوار کی زد میں آتی وہی ختم ہو جاتی۔ ابھی ان سے میری جان چھوٹی تھی کہ گدھ نجانے کہاں سے اڑتے ہوئے آئے اور مجھ پر حملہ کر دیا ایک گدھ نے مجھے سر سے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا میرے سر سے خون بہنے لگا گدھ ایک بار پھر مجھ پر حملہ آور ہوئی ان کا قد انسانی جسم کے برابر تھا بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، اتنے میں مجھے ورد کا خیال آیا میں نے ورد پڑھ کر گدھ کی طرف پھونکا تو دیکھتے ہی دیکھتے تمام گدھوں کو آگ لگ گئی۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہو گئی۔ یہ گدھ سب سے خطرناک تھیں ان کی چونچیں اور پنجے ایسے تھے جیسے تلوار ہوں۔ لیکن خدا نے مجھے ان پر فاتح کر دیا تھا میں ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا تھوڑی دیر بعد اک عمارت مجھے دکھائی دی جو میری منزل تھی اس کے قریب پہنچا تو یکدم ایک خونخوار مگرمچھ نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ جس کے منہ سے زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور زباں سے خون ٹپک رہا تھا قریب تھا کہ وہ مجھے نگل لیتا کہ تلوار اس کی خونی زبان سے ٹکرائی اور وہ لڑھک گیا اور پھر دھیرے دھیرے ٹھنڈا ہو گیا۔ میں تیزی سے عمارت میں داخل ہو گیا اندر پہنچا ہی تھا کہ شہد کی مکھیوں نے مجھ پر حملہ کر دیا ان کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ میں خود کو بچا نہ سکا اور ان کی لپیٹ میں آ گیا وہ میرے جسم کو نوچنے لگیں میں درد سے بلبلانے لگا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک پنجرے میں بند پایا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے ایک شخص دکھائی دیا جس نے جسم کے نچلے حصہ کو صرف ڈھانپا ہوا تھا باقی سارا برہنہ تھا۔ وہ ایک بت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کی زبان پر نہ سمجھ آنے والا کوئی ورد تھا جو وہ پڑھتا جا رہا تھا میری نظریں اسی پر براجمان تھیں میں سمجھ گیا تھا کہ یہی جادوگر ہے جس نے خونی مکھیوں سے ہمارے علاقے میں خون کا بازار گرم کر رکھا تھا ابھی میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ ایک برہنہ لڑکی ہاتھ میں ایک پیالہ لیے اس کے پاس آئی وہ پیالہ سرخ خون سے بھرا ہوا تھا وہ خون اس نے بت پر پھینک دیا تو بت سے آواز آئی۔

اے عظیم پجاری تیری نذر دے خون ہم نے قبول کیے یہ جو انسان خود چل کر یہاں آیا ہے اس کے ساتھ مقابلہ کر اسے مار کر میرے قدموں میں ڈال دے تو پھر وہ سب کچھ تم کو مل جائے گا جو تو چاہتا ہے تمہیں ہر وہ طاقت مل جائے گی جو تو مانگے گا۔ اٹھ کھڑا ہو اور اس شخص سے مقابلہ کر۔

جی بہتر عظیم آقا اتنا کہہ کر وہ اٹھ گیا اور اس نے پاس پڑی ہوئی تلوار اٹھائی اور اس لڑکی کا سر تن سے جدا کر دیا جو خون کا پیالہ لے کر آئی تھی لڑکی کا جسم کچھ دیر تک تڑپا اس کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس کے گرم خون کو اپنی انگلی سے لگایا اور اس کو اپنے ماتھے پر تھپا لیا۔ اور پھر اس کا خون پینے لگا یہ سب دیکھ کر میرے صبر کی انتہا ہو گئی تھی میں نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

شیطان کے چیلے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کتے کی اولاد تو مجھے ایک بار آزاد کر پھر دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔ ان بے زبانوں کو مار کر تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا ہمت ہے تو ایک بار مجھے آزاد کر۔

میں تیری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا تو خود چل کر میرے پاس آیا ہے اب یہاں سے بچ کر نہیں جائے گا اس نے گوشت اور خون مانگ رہا تھ

✪ .... خرم شہزاد-لاہور

چراغوں میں اگر اتنا نور نہ ہوتا، تو دل اتنا مجبور نہ ہوتا
ہم سے ہم آپ سے ملنے روز آتے، اگر آپ کا آشیانہ اتنا دور نہ ہوتا

✪ .... بانیہ گوہر-ملتان

میری کائنات میں اک ایسا شخص بھی ہے
کہ وہ میری زندگی ہے اور میں اس کا ایک لمحہ بھی نہیں

✪ .... بانیہ-ملتان کینٹ

دسمبر کی ٹھنڈی راتوں میں جب تنہا روتی ہوں
تیری یاد آ جاتی ہے روتی کے لئے

✪ .... مس فوزیہ کنول-ننکنہ پور

تعجب ہے تیری گہری محبت پہ غالب
وہ تیری روح میں بسا ہے اور تو اس کا وہم گمان میں بھی نہیں

✪ .... اختر علی-مانیری صوابی

وہ شخص جسے نیند ہی نہ آتی تھی میری گود کے بغیر
آج راستے میں ملا تو پہچان ہی نہ سکا

✪ .... مبشریٰ-گوجرہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

✪ .... عدنان خان-ڈی آئی خان

میری محبت کا اس طرح مذاق نہ بنا ایسی
کہ تیری آنکھیں ترس جائیں مجھے تنہا دیکھنے کو

✪ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

خدا کے واسطے اب بے رخی سے کام نہ لے
تڑپ کے پھر کوئی دامن کو تیرے تھام نہ لے
زمانے بھر میں چرچے مری تباہی کے
میں ڈر رہی ہوں کہیں کوئی تیرا نام نہ لے۔

✪ .... یاسمین سلیم قادری

قدم قدم پہ تیری آہٹوں کا ڈیرا ہے
مگر نظر فقط شب زدہ سویرا ہے
تہی تہی سے مناظر ہیں گرد گرد فضا
متاع عمر وہی اک خواب تیرا ہے

✪ .... یاسمین سلیم قادری-کراچی

مسجد میں اٹھا ہوں ہاتھ میں قرآن ہے
ملنے کو دل کرتا ہے مگر میرا یہ امتحان ہے۔

✪ .... وسیم اینڈ ابرار-گگو منڈی

ہم نے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

✪ .... ایس امتیاز احمد-کراچی

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے

✪ .... ایس امتیاز احمد-کراچی

ہزاروں پھول توڑے ایک پھول نہ توڑا گلاب کا
بہت نام بھولے ایک نام نہ بھولا آپ کا

✪ .... وسیم اینڈ ابرار-گگو منڈی

اس نے کہا، بس رکو، میں ابھی آیا مگر
وہ آیا اور نہ شراب چھوڑی ہم نے

✪ .... شفقت علی سحر-سمندری

جب سے چھوا ہے میں نے تیری زلفوں کو سحر
قسم سے خوشبو اب آئی نہیں کسی پھول سے مجھے

✪ .... شفقت علی-سمندری

اب تو ظالم ہی بن جاؤ تو اچھا ہے فراز
تیرا نرم لہجے سے ڈسنا ہم کو اچھا نہیں لگتا

✪ .... ملک قمر رمضان-سہالہ شریف

سجدوں کے عوض فردوس ملے یہ بات مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں، بندہ ہوں تیرا مزدور نہیں

✪ .... ایم ذاکر تی-مانسہرہ

ہائے وہ لمحہ کہ جب تجھ سے شناسائی ہوئی
پھر جو ہوئی تھی میری جان وہ رسوائی ہوئی،
اپنی ناکام محبت کا یوں چرچا نہ کرو
زخم بڑھ جائے گا اس کی پذیرائی ہوئی

✪ .... نعمان-لاہور

تو کبھی واجد دنیا سے بیزار ہو جانے گر
دل یہ چاہے کہ بانہوں میں سلا لوں تجھ کو

✪ .... پروفیسر ڈاکٹر واجد تگینوی-کراچی

بھول کر بھی محبت کے جنگل میں نہ آنا ساجد
یہاں سانپ نہیں انسان ڈسا کرتے ہیں

✪ .... ساجد علی-گگو منڈی

نہ آتی جوانی نہ ہم دل لگاتے
نہ ہوتی محبت نہ آنسو بہاتے

✪ .... ابرار احمد-گگو منڈی

دل میں خدا کا ہونا لازم ہے دوست
سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی

تیرے سر پر بالوں میں دو گول دائرے بنے ہوئے ہیں وہ پنڈت صرف ان کو مرواتا ہے جن کے سر پر بالوں کے دو دائرے ہوں بیٹا تیری جیب میں سورۃ یٰسین ہے اس کی وجہ سے تجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ پنڈت سو لوگوں کو مار کر اپنی شیطانی طاقتوں کو پروان چڑھانا چاہتا ہے جا اسے جا کر روک اور اسے مار دے اسے مارنا اب تیرا کام ہے۔

ہاں باباجی میں اسے ضرور ماروں گا لیکن کیسے مجھے کوئی طریقہ بتا دیں۔ اس شخص نے سب کا جینا حرام کر رکھا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ میرے دل پر کیا کچھ بیت رہی ہے۔

شاباش بیٹا۔ یہ پٹرول اپنے پورے کمرے میں چھڑک دے جب مکھیاں تمہارے کمرے میں آئیں تو کمرے کو آگ لگا دینا تمام مکھیاں مر جائیں گی صبح اپنے کمرے میں آنا تو صرف ایک مکھی جو سنہرے رنگ کی ہوگی اسے پکڑ لینا وہ ظاہر تو مری ہوئی ہوگی لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوگی اسے اپنے پاس رکھنا رات دو بجے وہ تمہیں پنڈت کے پاس لے جائے گی پنڈت کو پکڑ کر بت توڑ دینا اور پنڈت کو پکڑ کر آنکھیں بند کر لینا پانچ منٹ بعد تم تھانے میں ہوں گے انشاء اللہ تیرا عہدہ بھی بحال ہو جائے گا۔

ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی وہ بزرگ غائب تھے میں کمرے میں اکیلا تھا میں جلدی سے اٹھا اور پٹرول لا کر کمرے میں چھڑک دیا ماچس اپنے پاس رکھ لی میں جان گیا تھا کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ خواب نہیں ہے اس ظالم کو پکڑنے کے لیے مجھے راہ دکھائی گئی ہے۔ میری نظریں ان مکھیوں پر تھیں جو آج میرا شکار کرنا چاہ رہی تھیں دل کانپ رہا تھا لیکن ہمت برقرار تھی۔ میں نے دیکھا کہ اچانک میرے کمرے میں بے شمار مکھیاں اڑتی ہوئی داخل ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے کمرے میں پھیل گئیں میں نے ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ کی جلدی سے ماچس جلا کر اندر کمرے میں پھینک دی۔ اور خود باہر بھاگ گیا۔ آگ بھڑک اٹھی اور کمرہ مکمل طور پر جل گیا۔ صبح پھر ایک منحوس خبر ملی کہ میری جگہ پر جو ایس ایچ او لایا گیا تھا اس کا ڈھانچہ ملا ہے بہت دکھ ہوا کمرے میں گیا بہت تلاش کیا پر سنہری مکھی مجھے کہیں بھی نہیں ملی وہاں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا اس پر لکھا تھا انسپکٹر مجھ سے پنگا لے کر تم نے اچھا نہیں کیا اگلے وار کے لیے تیار رہو یہ پڑھ کر میرا دل حلق میں آ گیا۔ پورے شہر میں اعلان کروا دیا گیا کہ ہر بندہ اپنی جیب میں سورۃ یٰسین ضرور رکھے اور خود رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا اور فوراً ہوٹل میں ہی سو گیا میرے مکان جلنے کی خبر بھی بہت مشہور ہو گئی تھی پر میں نے شارٹ کٹ کہ سب کو چپ کروا دیا نیند نہیں آ رہی تھی نجانے کب آنکھ لگ گئی تو بزرگ کا دیدار ہوا وہ بولے۔

بیٹا پنڈت کو پتہ چل گیا تھا اس نے وہ مکھیاں ہیں بھیجی بیٹا اس پنڈت کو ختم کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو یہ ہم لوگوں کے خون کی ندیاں بہا دے گا۔ بیٹا کل تم کو دریا پر جانا ہوگا وہاں پر ورد پڑھنا ہوگا۔ دریا کا پانی تم کو راستہ دے دے گا تم اسے پار کر لینا اور پھر انہوں نے مجھے ورد سکھایا جو میں نے یاد کر لیا اور پھر جو انہوں نے مجھے بتانا تھا بتا دیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں پرسکون ہو کر اٹھ گیا کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں یہ خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ وہ بزرگ جو بھی ہیں اللہ والے ہیں اور انسانیت کی مدد کرنا چاہتے ہیں ان کا بتایا ہوا ورد میری زبان پر جاری تھا۔ لیکن صبح مجھے پھر سے ایک منحوس خبر سننے کو ملی کہ ماریہ کو قتل کر دیا گیا ہے میں تھانے گیا تو پتہ چلا کہ آج رات قتل ہوئے ہیں مجھے بہت ہی دکھ ہوا اور مجھے کہا۔

سر آپ کے گرفتاری کے آرڈرز ہیں لیکن سر ہم آپ کو گرفتار نہیں کر سکتے آپ یہاں سے بھاگ جائیں

ابھاری ہے ۔مجھ کو بھی کشمکش مسلسل
وہ آب ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا

------------ نقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کرلو
بند ہو گئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی

------------ نقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایسے
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے

------------ ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایسے
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں

------------ ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایسے
کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے

------------ ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے

------------ سید عارف شاہ۔جہلم

ٹوٹی قبر پہ بال بکھیرے جب کوئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے

------------ سید عارف شاہ۔جہلم

فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے

------------ محمد وقاص احمد حیدری۔تھکل آباد

دل، کاروبار تھا نہ یادیں تھیں نہ بی یہ بےخودی تھی
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں

------------ محمد وقاص احمد حیدری۔تھکل آباد

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ

------------ افنان محمود۔رکن

نارووال، چمن بہاروں میں رنگت نہ رہے گی
... چمن بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا

------------ افنان محمود۔رکن

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

------------ محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی

------------ محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں

------------ محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں

------------ محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وصی
میں پورا کروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں

------------ وقاص اینڈ شہزاد۔گوجرہ

آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے ربعیہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے

------------ ربعیہ کامران راجو۔کسووال

اجانے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

------------ رخسار احمد۔کوٹھا سوابی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر

------------ سنبل خان۔کوٹھا صوابی

خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے

------------ محمد عدنان۔بہاولنگر

میں کیا خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ
کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر

------------ نسیم۔تنگن پور

ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے

---------------عبدالسنان۔اٹک

کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا

---------------رئیس ساجد کاوش۔خان بیلہ

کسی کو جنت کی چاہ تو کوئی دل کے غموں سے پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے

---------------محمد سجاد زین۔کوٹ ادو

لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا

---------------افضال عباسی۔راولپنڈی

وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے

---------------افضال عباسی۔راولپنڈی

گلے سے لپٹے ہیں محل کے ذرے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے

---------------غلام نبی نوری۔کھنڈیاں خاص

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

---------------عامر امتیاز نازی۔سموٹ

دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دلچسپی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی

---------------اسد شہزاد۔گوجرہ

لفظوں کو زنجیر میں پرونا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے

---------------محمد زبیر واصف۔واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

---------------عمر دراز آکاش۔جڑانوالہ

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہو گا

---------------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کی بتی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی

---------------بشیر احمد بھٹی۔بہاولپور

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں

---------------اشتیاق احمد۔ارزانی پور

چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم

---------------اسد شہزاد۔گوجرہ

بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں

---------------ابرار احمد۔گگومنڈی

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری

---------------آر نیازی۔گوجرہ

جب لکھتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے یا تیرے نام سے

---------------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

بہت عزیز تھیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم

---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے

---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کاش کہ اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں

---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر آئیں
کسی کے شانوں پہ زلف حسین بکھرتی ہے

---------------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

روز روتے ہوئے وہ کہتا ہے زندگی مجھ سے
صرف اس شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر

---------------نعمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل

۔لقمان حسن آپ کہاں غائب ہیں جلدی آئیں ایک پیاری سی تحریر لے کر ریاض انکل آپ بھی ۔اچھا جی اب اجازت دیں اللہ آپ کو کامیاب کرے آمین ۔۔

--------------------رابعہ ارشد منڈی بہاؤالدین۔

اسلام علیکم بھائی میں آپ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں گے میں اپنی غزل دعا اور اشعار ارسال خدمت کر رہا ہوں آپ کو اچھے لگیں گے اور خوفناک ڈائجسٹ کو اللہ کے کرم سے سے ساری دنیا میں پڑھا جاتا ہے آپ مجھے بھی اس میں جگہ دیں گے میری دعائیں آپ اور سارے شاف کے لیے ہیں انشاءاللہ اگر آپ اجازت دیں گے تو ہر ماہ آپ کی خدمت میں ۔غزل۔ نظم ۔اور اشعار ارسال کرتا رہوں گا دعا گو۔

--------------------میاں طارق محمود مدینہ ٹاؤن

اسلام علیکم خوفناک ڈائجسٹ میں میرا یہ پہلا خط ہے مجھے پسندیدہ رائٹر بھائی عمران رشید۔ بھائی ریاض احمد اور اقراء ہیں آپ سب کی کہانیاں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں اس کے علاوہ باقی سب رائٹر بھی اچھا لکھتے ہیں اقراء آپی آپ کو اپنی شادی کی بہت بہت مبارک باد ہو کچھ ماہ پہلے میں انے بھی اپنی ایک کہانی لکھ کر بھیجی تھی اس کا نام پر اسرار حویلی ہے امید ہے کہ بھائی ضرور شائع کریں گے اور آپ سب کو بہت پسند آئے گی شائع ہونے کے پر اپنی رائے ضرور دیجئے گا مجھے انتظار رہے گا اسی امید ہے کے ساتھ خدا حافظ

--------------------ماریہ مسعود بانٹھ

اسلام علیکم خوفناک کے پورے شاف کو اور سب رائٹرز کو سب سلام سب رائٹرز نے بہت اچھا لکھا ہے شیطان بیٹی عثمان غنی آپ کہانی مجھے بہت پسند آئی اور آخر میں اچھا لکھا تھا ایت الکرسی مجید احمد جانی واقعی ایت الکرسی میں بہت برکت ہے اچھی لکھی تھی باڈی گارڈ سکندر حبیب آپکی کہانی بھی اچھی ہے اور باقی نے بھی بہت بہت اچھا لکھا ہے اور امید ہے کہ لکھتے ہی رہے گے میں بھی لکھوں گی اگر آپ بتا دیں گے کہ میری سٹوری کیسی ہے اگر اچھی ہے تو لکھوں گی جو سب کو پسند آئے گی اور زیادہ اچھی سٹوری لکھنے میں متوجہ ہو جاؤں گی تا کہ آپ سب جو رائٹرز ہیں یا خوفناک ڈائجسٹ پڑھتے ہیں جو لوگ وہ مجھے مطلب میری سٹوری کو پسند کریں اور اگلی سٹوری کا انتظار کریں اور ایسے ہی ہو سکتا ہے میں اچھی رائٹر بن جاؤں اور پلیز مجھے ضرور اپنی رائے دینا۔

--------------------کائنات حامد وسلہ

اسلام علیکم میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹرز کو پیار و محبت بھرا سلام امید ہے کہ تمام رائٹرز خیریت سے ہوں گے انکل جی آپ نے ہمارے خطوط شائع نہیں کیے اور ہماری سٹوریوں کی ابھی تک باری نہیں آئی انکل جی بہت انتظار کیا ہے اب تو ان کی باری لے آئیں اگر شائع ہونے کے قابل ہیں تو بھی بتا دیں اور اگر نہیں تو بھی جو اچھا لکھتے ہیں آپ ان کی سٹوریاں جلدی لگاتے ہیں میں نے پہلی بار خوفناک میں سٹوری لکھی لیکن آپ نے شائع نہیں کی فروری کے شمارے میں ندیم عباس کی سٹوری اچھی

نے سر ہلا کر کہا آج بڑی خانم کا موڈ خراب ہے۔

اس لیے کہ میں دادی اماں کے کمرے میں بلا روک ٹوک آ گئی ہوں اجازت نہیں لی رابعہ نے تیکھے لہجے میں کہا۔

شاید۔ عمر نے بات کرتے ہوئے کہا۔

ساڑھے نو بج گئے تھے سب کی نظریں گھڑی پر مرکوز تھیں۔ دادی اماں کے اشارے پر ملازمہ نے کمرہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اچانک جیسے گھٹن سی ہو گئی تھی سب سہمے ہوئے جا رہے تھے کسی کا بات کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا دادی اماں نے اشارے سے دونوں کو اپنے پاس بلا لیا وال کلاک کی سوئی کھسک کھسک کر دس تک پہنچ گئی جیسے ہی دس بجے ایک دردناک آواز فضا میں گونجی رابعہ سہم کر دادی اماں کے ساتھ لگ گئی۔

دادی اماں کے چہرے پر خوف تھا۔ آوازیں بڑھ رہی تھیں اور پھر وہ راہداری میں نکل آئیں رخسانہ کی روح ایک دروازے پر جو کمرا تھا ابھری تھی رفتہ رفتہ وہ دادی اماں کے کمرے کی طرف آ رہی تھی اس کے ساتھ آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کان کے پردے پھاڑ دے گی۔ ایسی ہیبت طاری تھی عمر مرد ہوتے ہوئے بھی کم تھا ملازمہ ایک کونے میں سر چادر میں چھپائے ہوئے تھر تھر کانپ رہی تھی پھر آواز دادی اماں کے دروازے تک آ گئی رابعہ نہیں جان سکی کہ اسے کون سی طاقت حرکت میں لے آئی ہے اس سے پہلے کہ عمر اور دادی اماں کچھ سمجھتے وہ تیزی سے دروازے کی طرف آئی عقب سے عمر نے چلا کر دروازہ کھولنے سے منع کیا لیکن اتنی دیر میں رابعہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔

دروازے کے بالکل سامنے وہی سفید کپڑوں والی زخمی اور لہولہان عورت موجود تھی جو سالوں سے مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن کسی نے اس کی مدد نہیں کی تھی اس کے پیچھے ایک تنومند آدمی لوہے کی راڈ اٹھائے ہوئے موجود تھا اس کا سر گھٹا ہوا تھا اور کرخت چہرے پر گھنی داڑھی تھی اس عورت کے بال پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

رابعہ غصے سے چلائی۔ نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے بہت ہو گیا بہت ظلم کر لیا تم نے اس کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے۔ اس وقت رابعہ سارا خوف بھول گئی تھی اور اسے اس شخص پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ جو ایک بے گناہ عورت کو اذیت دے رہا تھا آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں دھندلا پڑنے لگا جیسے دھوئیں سے بنا ہوا ہو اور دھواں منتشر ہو رہا ہو چند لمحے بعد وہاں مرد نہیں تھا جیسے جیسے مرد غائب ہو رہا تھا عورت کے زخموں کے نشانات غائب ہوتے جا رہے تھے مرد کے غائب ہوتے ہی وہ بالکل ٹھیک نظر آنے لگی۔ اس نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ ہلے جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو پھر وہ چلتی ہوئی برابر فوزیہ کے کمرے میں دروازے تک گئی پھر وہیں کھو گئی تھی رابعہ سحر زدہ کھڑی دیکھ رہی تھی عورت کے جاتے ہی عمر ہمت کر کے آگے آیا اور اس نے راہداری میں جھانکا اور رابعہ سے پوچھا۔

وہ کہاں گئی؟

بڑی خانم کے کمرے کے سامنے پہنچ کر غائب ہوئی ہے۔

میرے خدا۔ عمر اچھل پڑا اور تیزی سے فوزیہ کے کمرے کی طرف بھاگا اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ سامنے فوزیہ بستر پر دراز تھیں ان کی کھلی آنکھیں اوپر دیکھ رہی تھیں رابعہ عمر کے پیچھے تھی۔ اور انہوں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ فوزیہ زندہ نہیں ہے اس کی آنکھیں اور سینہ دونوں ساکت تھے عمر نے اس کا ہاتھ تھاما۔ اور مایوسی سے بولا نبض ساکت ہے۔ اسی لمحے رابعہ کی نظر بستر

لکھتے وقت کیا فیل کرتے ہیں خاص طور پر خوفناک کے رائٹر مجھے امید ہے کہ میری یہ خواہش پوری کی جائے گی اس لیے کہ میرے ساتھ کہانی لکھتے وقت واقعہ ہو گز را ہے اسٹاف اینڈ قارئین ہوا یوں کہ بروان جنگل کا راز کی سٹوری جب میں لکھ رہا تھا وہ لمحہ رات بارہ بجے کا تھا اس ٹائم گھر کے تمام لوگ سو چکے ہوتے ہیں اور بد قسمتی سے بجلی گئی ہوئی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے میں خود براؤن جنگل میں کھو گیا ہوں کہانی میں اتنا کھو یا کہ یکا یک انجانے میں میرا ہاتھ ایمرجنسی لائٹ پر پڑا جو کہ میرے سامنے ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی لائٹ گر کر بند ہوگئی اندھیرا ہوتے ہی مجھے ہر طرف بروان چڑیل کا وجود نظر آنے لگا وہم ہو گیا ہوگا کہ مجھے ساختہ میرے منہ سے چڑیل چڑیل کے نعرے لگ رہے تھے شور کی وجہ سے سوئے ہوئے تمام افراد جاگ پڑے اور اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئے مگر تب تک میں اپنی ہونے والی بے عزتی سے بچنے کے لیے لمبی تان کر سو چکا تھا۔ ہاہاہا۔۔ وہ رات تو میں کبھی نہ بھول پاؤں گا اوں لگتا ہے سب بور ہونے لگے ہیں اور آخر میں یہی کہوں گا خوفناک کا شمارہ بہت اچھا ہے تمام رسالوں میں میرا سب سے فیورٹ ڈائجسٹ ہے اگر اس میں تھوڑی سی تبدیلی آجائے تو زیادہ بہتر ہو جائیگا تبدیلی سے مطلب انٹرویو ہے باقی سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے او کے خدا حافظ۔

علی وارث شاہ۔ گ ب۔395

اپریل کا شمارہ پندرہ کو مل گیا تھا پہلے بات کی جائے کچھ غلطیوں کی جو ادارے والوں سے ہو رہی ہیں انکل ریاض سے ریکوسٹ ہے کہ قسط وار کہانی جب شروع ہو جائے تو اس کی قسطیں جب ہوں تو ہر ماہ شائع کریں ایسا نہ کریں کہ آپ اسے ایک ماہ شائع کرتے ہو تو دوسرے ماہ چھوڑ دیتے ہو اس سے نہ صرف خوفناک کے معیار پر اثر پڑے گا بلکہ رائٹرز کا دل بھی مایوس ہو جائے گا جیسا کہ اس ماہ اور پچھلے ماہ میری کہانی لیٹ ہوگئی مگر مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ہمارے گروپ کے تین رائٹروں کی کہانیاں تو شائع ہوگئی ہیں پہلے بات ہو جائے قسط وار کہانی کی جو وارث آصف خان کی ہے بازیگر بہت اچھی کہانی تھی امید ہے اگلی قسط اور بھی اچھی ہوگی اور ہمارے گروپ کے دوسرے رائٹر کاشف عبید کی بکھرے موتی بھی زبردست تھی ویلڈن کاشف اسی طرح ہی لکھتے رہیں اور کنگ رائٹر گروپ سے تعلق رکھنے والے ایک اور رائٹر قیصر جمیل کی طلسمی موتی زبردست کہانی تھی اسی طرح لکھتے رہو باقی سبھی کہانیاں بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں امتیاز احمد کی پراسرار قیدی طلسمی جادوگر اور خوبصورت چڑیل بھی ایک عمدہ کہانی تھی امید ہے کہ بھی ہمارے گروپ کے سینئر رائٹر عثمان غنی کی کہانی بھی ریاض انکل آپ کے پاس پڑی ہوئی ہیں پلیز انہیں بھی جلد از جلد شائع کریں اور آخر میں جن قارئین کو میری کہانی ڈر کے بعد جیت پسند آرہی ہے ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور جو جو گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ ہم سے رابطہ کر سکتا ہے ہم ان کو ویلکم کہیں گے۔

آر۔ کے۔ ریحان خان۔ پشاور۔ فرام کنگ رائٹرز گروپ۔

مرنے والوں کی روحیں ہر بار اس مخصوص تاریخ کو آتی تھیں۔ اور حویلی والوں کے سامنے اس کاروائی کو پلے کر کے دکھاتی تھیں اس کے بعد حویلی کے لوگوں میں سے کسی ایک کی قضا آجاتی تھی رابعہ نے عمر کے تفصیل بتانے کے بعد اسے بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔

عمر نے کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رخسانہ کی روح حویلی والوں سے انتقام لے رہی ہے۔

پھر بھی نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے حالانکہ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں۔

خالد چاچا بھی اس کا شکار بن گئے حالانکہ وہ یہاں سے کتنی دور چلے گئے تھے ان کی موت اسی طرح لکھی تھی شاید رابعہ نے سرد آہ بھری پھر چونکی۔

لیکن ایک بات کی سمجھ نہیں آئی کہ بابا نے رخسانہ کی حمایت کی تھی اور یہ اس کی روح ہی ہے تو اس نے بابا سے انتقام کیوں لیا۔

ہاں یہ سوچنے والی بات ہے اس طرح تو انتقام اندھا ہو گیا دیکھا جائے تو رخسانہ اس حویلی میں بسنے والے کسی فرد کو نہیں بخشے گی مجھے لگ رہا ہے کہ جو لوگ شکار ہوئے ہیں انہوں نے شاید کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔

آپکا مطلب ہے کہ روح کو اندر جانے کا موقع مل گیا تو آپ بھی دیکھ چکی ہیں اور میں بھی کہ دیواریں اور دروازے اس کا راستہ نہیں روک سکتے تب وہ انتخاب کیسے کرتی ہے۔

یہ تو سمجھ نہیں آ رہا۔ عمر نے کہا۔

خیر نجانے کیوں میرا دل نہیں مان رہا کہ بابا کی موت بھی اسی طرح ہوئی ہے جس طرح حویلی کے دوسرے لوگ بھی مارے گئے۔

نہیں انکی موت سے پہلے بھی خوفناک آوازیں آئی تھیں اتفاق سے میں یہاں نہیں تھا۔ لیکن بڑی خانم نے خالد چاچا کے کمرے کے باہر اس پراسرار عورت کو دیکھا تھا اور انہوں نے خود جا کر دیکھا تھا کہ خالد چاچا باتھ روم میں موجود تھے اور ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

بابا نے کبھی کوئی خواب آور دوا استعمال نہیں کی۔

ممکن ہے یہاں ان کو ضرورت پڑ گئی ہو عمر نے کہا اور کھڑا ہو گیا کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے آپ تیار ہو کر نیچے آجائیے اور کمرے سے چلا گیا رات کے کھانے کے لیے وہ تیار ہو کر نیچے گئی۔ ڈنر ٹیبل پر فوزیہ اور عمر دونوں موجود تھے وہ دونوں کی سنجیدہ ہی دکھائی دے رہے تھے کھانے کے بعد فوزیہ نے کہا۔ کل عمر اکتوبر ہے میں اور سب چاہتے ہیں کہ تم کل کے دن حویلی میں نہ ہو۔

عمر نے کہا میں نے بھی دوسرے شہر جانا ہے۔ وہاں ایک ہوٹل میں کمرہ بک کروا دیا ہے تم بھی وہاں ہی رہو گی۔

میں نہیں جا رہی۔ رابعہ نے انکار کر دیا۔

احمقانہ بات۔ فوزیہ نے کہنا چاہا۔

معذرت کے ساتھ۔ رابعہ نے اس کی بات کاٹی میں بھی اسی خاندان کی ہوں میں صرف ڈر کر یہاں سے نہیں جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ میرا بابا کی طرح ایمان ہے کہ موت اپنے وقت پر اور اپنی جگہ پر آتی ہے۔ انسان اسے کسی صورت جھٹلا نہیں سکتا میں نے کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تو کوئی میرے ساتھ برا کیوں کرے گا۔

خالد نے بھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا فوزیہ نے چھبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن وہ بھی اسی طرح اور اسی تاریخ کو موت کا شکار بنا۔

نصیب ہے بابا کی موت یکم اکتوبر کو ہوئی لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ کسی کے انتقام کا نشانہ بنے ہیں۔

وہ انتقام ہی کا نشانہ بنا ہے فوزیہ بولی تو رابعہ

ہم بالکل خیریت سے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی خیریت سے ہوں گے شکر ہے کہ خدا کا جو ایگزام سے جان چھوٹی ورنہ ایگزام نے تو ہمارا خون ہی چوس رکھا تھا کم بخت ہمیں اپنے پیارے رسالے خوفناک کو بھی نہیں پڑھنے دیتا تھا۔ پھر ظلم کی انتہا کہ سٹوری بھی ہمارے پیارے بھیا ندیم عباس میوانی بوریوالہ کو آئی خونی صحرا آپی راشدہ کے پیپر ختم ہو گئے تھے وہ مزے لے لے کر پڑھتی رہتی تھی اور میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی تھی ایگزام کی وجہ سے مجھے ڈائجسٹ کو ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا تھا۔ ایگزام ختم ہوتے ہی خونی صحرا سٹوری پڑھی واہ بھئی واہ مزہ آ گیا کمال کی سٹوری تھی بہت پسند آئی آپ کی آپی انعم شہزادی صاحبہ سلام مجھے بھول تو نہیں گئے ہو میں وہی اقرا جس نے آپی مصباح کے ذریعے آپ سے بات کی تھی آپ نے دعا دی تھی کہ اللہ تمہارے ایگزام آسان کرے گا واقعی میں بہت اچھے پیپر ہوئے تھینک یو سو ویری مچ آپی آپ کے بات کرنے کا انداز مجھے پیارا لگا آپ۔ آپی مصباح کریم میوانی کہاں غائب پتہ ہے بھائی ندیم نے کیا کہا آپ کی چلو میں بتاتی ہوں امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد اور بھینس بھی بولا اب جلدی جلدی آ جاؤ بھائی سے بدلہ لینے ہیں لگتا ہے آپ واقعی خوبصورت چڑیل کے چکر میں ہو کیونکہ آپی کشور کرن کی چڑیل ماسی نے آپی کو بتایا ہوگا ہاہاہا۔ آپی کشور کرن کیسی ہیں اور ہمیں پتہ ہے آپ کو خوفناک کہانیاں لکھنی نہیں آتی اور نہ ہی ہمارے شاہین گروپ سے جیت سکتی ہیں دم ہے تو میدان میں آ کر دکھائیں۔ آپی ایمان فاطمہ منڈی بہاؤالدین موسٹ ویلکم تبصرہ بہت دلچسپ تھا زندہ دل ہو بابا ریاض احمد جی کیا حال ہے۔ قارئین پر کیوں غصہ نکال رہے ہیں جو ہر شمارہ پہلے ہمیں ٹائم پر ملتا تھا اب وہ پندرہ دن لیٹ ملتا ہے۔ مجبوراً کیا جائے دھرنا دے کر بیٹھ جائیں گے اور آپی کشور کرن آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ مس آپی سلمیٰ کریم میوانی مچھروں والے موسم میں آپ کا کیا حال ہے کب تک خاموش قاریہ رہو گی۔ میدان میں آ جاؤ۔ بھائی نادر شاہ آپ کی سٹوری کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

اقرا اینڈ راشدہ۔ بوریوالہ۔

قارئین کرام السلام علیکم۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ قارئین ایک بار پھر اس محفل کو پر رونق بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور یہ میرے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے ایسا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں سب کو ویلکم کہتا ہوں اور آپ لوگوں کو دھرنا دینے کی ضرورت نہیں ہے میں سب کچھ پڑھتا ہوں اور آپ کی ایک ایک کو نوٹ کرتا ہوں اور کوشش کرتا رہتا ہوں کہ کسی کو بھی ہم سے کوئی شکایت نہ رہے سب شکایت ختم ہو جائیں۔ کچھ رائٹر حضرات لکھتے تو ہیں لیکن [illegible] شکایت [illegible] ہیں کہ وہ چوری کی کہانیاں لکھ کر بھیجتے ہیں اس سے نہ صرف خوفناک ڈائجسٹ [illegible] پڑتا ہے بلکہ ان کی ساکھ بھی خراب ہوتی ہے۔ ان رائٹروں کو چاہیے کہ وہ جو بھی اپنی سوچ سے لکھیں وہ ایسا موضوع لکھیں جو آج تک خوفناک میں شائع نہ ہوا ہو۔ امید ہے [illegible] اور آپ سب وہی پیش کریں گے جو میں نے کہا ہے۔ (منیجر خوفناک [illegible])

جی یہ مجبوری ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے میں یہاں نہیں رہوں گا اس طرح آپ کو میری باتیں سننا نہیں پڑیں گی۔

اس نے انگلینڈ جانے کا ارادہ کر لیا تھا اسے بہت باتیں سننے کو ملی لیکن اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا اس نے فوزیہ والی بات بھی ملتوی کر دی اور جانے سے پہلے بڑی خانم فوزیہ سے کہا۔

میں تم سے شادی نہیں کر سکتا اور اماں جان کو بھی بتا دیا اس کے جانے کے بعد حویلی کا ماحول مزید خاموش ہو گیا اور گھٹا ہوا ہو گیا خالد جا کر واپس نہیں آیا۔

چھ سال بعد پھر اکتوبر منگل کے دن کو آیا دس بجتے ہی وہی دردناک آوازیں آنا شروع ہو گئیں کمرے سے شروع ہو کر راہداری میں گونجتی رہیں لیکن اس بار ایک اور آواز بھی شامل تھی وہ مہتاب کی تھی بس دادی جان کے کمرے کے آگے سے آواز آئی تجھے آپ کے گناہوں کی سزا ملی ہے پھر اس کے رونے کی آواز آئی پھر احمد کے کمرے میں پہنچ کر بند ہو گئیں اس کے بعد سب باہر نکلے اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ سب زندہ سلامت تھے مگر خدشات ابھی باقی تھے ریاض کی بچی زینت کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے اسے دوا کھلا کر سلا دیا گیا تھا آدھی رات کے وقت پھر چیخنے کی اور رونے کی آواز ریاض کے دروازے کے سامنے سے آ رہی تھی پھر ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی ابو میری امی اور میری بہن کو بچائیں وہ مار دے گی۔ ابو بچائیے یہ آواز آفتاب کی تھی پھر یکدم خاموشی چھائی ریاض جو کہ سو رہا تھا آواز سن کر اٹھ گیا لیکن جب اس نے اپنی بیوی اور بچی کو دیکھا تو بے اختیار اس کی چیخ نکل گئی بیوی اور اس کی بچی لاش پڑی تھی ان کی آنکھیں نہیں تھیں گڑھے اور چہرہ زخمی ریاض کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا دادی اماں کا غم سے برا حال تھا انہوں نے خالد کو مطلع کرنے سے منع کیا ریاض نے دادی اماں یعنی اپنی امی سے کہا قصور وار تو ہم ہیں سزا ان معصوم بچوں کو کیوں مل رہی ہے ہم نے خود ظلم کیا اب ہمیں سزا بھگتنی پڑے گی۔ دادی اماں خاموش رہیں حالانکہ یہ بات کہنے پر وہ خالہ سے ناراض ہو گئی تھیں۔

عمران ریاض کا بیٹا اس کو زمین پر کام کرنے کا شوق تھا اس لیے وہ زمین کا کام سنبھالنے لگ پڑا عمر کو پڑھنے کے لیے شہر بھیج دیا اگلی یکم اکتوبر منگل پورے آٹھ سال بعد آئی پھر وہ آوازیں آنا شروع ہو گئیں اس بار شکار عمران تھا اس کی حالت بھی اپنے ماں اور بہن جیسی تھی عمر نے اپنی تعلیم مکمل کر کے زرعی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا عمر کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور وہ گھر آیا ہوا تھا اور اس بار بھی اس سال یکم اکتوبر منگل کے دن کو آ رہا تھا۔ یکم اکتوبر کا دن آیا عمر نے دیکھا اس کا باپ بہت خوفزدہ ہے اس نے عمر سے کہا۔

لگ رہا ہے اس بار میری باری ہے۔

آپ وہم نہ کریں۔

میرے بچے یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔

شام کو ریاض کا خوف بڑھ گیا کیونکہ اس نے مہینے کے دوران اسی عورت کو دیکھا تھا جسے رخسانہ کی روح سمجھا جا رہا تھا کسی اور نے اسے نہیں دیکھا تھا ریاض نے عمر کو سارا پرانا قصہ سنا دیا جو اب تک ہوا تھا عمر کے لیے یہ سب ایک انکشاف تھا پھر جب دس بجے اس نے وہ آوازیں سنیں تو اسے بھی یقین آ گیا۔ خود اس کے کمرے کا بھی دروازہ بھی بجایا گیا تھا عورت کی دردناک چیخیں سنائی دیں اور اس پر تشدد کرنے والے مرد کی بھی غرائیں سنائی دے رہی تھیں پھر آوازیں تھم گئیں کچھ دیر بعد ریاض کی گھٹی گھٹی چیخ سنائی دی۔